

وہ کہتا۔

"وہ ایسی نہیں ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا۔" اسے صرف عورت کے حقوق نصیب کرنے والوں سے ملتا ہے۔ عورت کے حقوق کی خاطر اٹھنے والی آواز کو گونجانے پر وہ مشتعل ہوتی ہے۔ یہ بات ہم سب کو بھی پسند نہیں ہے۔ مگر میرا معاملہ یہ ہے کہ وہ تو ازبکستان کے لیے ایک نیا ملک ہے۔ جبکہ ہم لوگ تنہا ہو جاتے ہیں۔ وہ خود وہ ایسا ملک کہنے کا سر سے ہوتی ہی نہیں ہیں اور جب سو شہر سے ایک لاکھ باقی تھانے۔ عورت کی بات کر۔ گی تو ہم کو کون کون محسوس ہو رہی ہے۔"

"میرا حال میں تو صرف اتنی بات جانتا ہوں کہ جو بات باہر ہو اور معاشرتی حالات کے مطابق ہو تو ہی اسے حق میں ادا کیا جائے۔ یہ کہ جو حرج اور اٹھ رہا ہے۔ اس کی تصویر بن رہی ہو۔"

"تو اب اس بات پر کہ میرا نے ملایا دیا ہے جسے ہم نے عورت کی آزادی قرار دیا۔ یہ ایک کوئی نئی بات نہیں تھی۔" ۱۰۱

اور اسے کہا جائے والے انداز میں پوچھا تو وہ بھید گئی سے بولا۔

"آزادی کی بھی کچھ قسمیں ہوتی ہیں۔ اگرچہ عورت کی آزادی جیسے موضوع کی وضاحت نہ ہو جائے تب تک تو اس موضوع پر صرف تقریریں ہی کی جاسکتی ہیں۔"

"وہ تو ایسی ہی کی رفاقت ہیں۔ وہ کہہ رہی ہیں کہ ہم بھی وہاں کی چھڑی تمام کر چکے ہیں۔ مگر ابھی حکومت کا خیال بھی اپنے پاس ہلکے مت دینا۔"

اور اس نے ہنس کر کہا کہ وہ گہری ناسخ پھرنا ضرورت نہیں۔ لیکن میں بولا۔ "میری ایسی قسمت ہے کہ میں۔ مجھے تو اب خود اپنے حقوق کے لیے آواز اٹھانے کی ضرورت محسوس ہونے لگی ہے۔"

اس کے انداز پر وہ ہنس کر بے اختیار ہنس اٹھی تھیں۔



اپنی طرف سے اس نے بہت ہوشیاری اور ذہانت کے ساتھ اس ننگ جگہ پر گاڑی پارک کی تھی جس میں وہ سائیز پر کھڑی وہ تو خانہ کو بھول گئی تھی جو گاڑی سے رگڑا کھا کر زمین پر گر گئی اپنی بے قدری پر فوراً سرکھائی تھی۔

"وہ مانی گاڑی؟"

اس نے بے اختیار اپنے اطراف میں نظر دوڑائی تھی اور پھر کسی کے بھی متوجہ نہ ہونے پر جلدی سے اپنا بیگ ہوس گاڑی سے اٹھا کر اس کے سامنے پارک کی گئی تھی جو گاڑی سے نکلنے کی تیاری کرنے لگی تاکہ وہ۔ اس کی ٹیڑھ جو گڑھی تھام ہو سکے۔ اس وقت کسی نے کھڑکی کا شیشہ ہٹا کر اسے متوجہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ تاہم وہ نے بے اختیار ہنس کر دیکھا۔ باہر کھڑا شخص تھیں۔ اسی سے مخاطب تھا۔

"آگئی مصیبت۔"

اس کا دل بے ہوشی سے اڑا رہی تھی۔ اس نے فوراً اس شیشہ پر ہلکے سے ہاتھ مارا۔ ۱۰۲

"میرا یہ آواز بے ہوشی میں گئی ہے؟"

"کیوں نہ کہ یہ اہم ہے؟" اس نے اپنے ڈاکٹر کو گہری آنکھوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا تو وہ بھی جو بار بار سے بولا۔

"میں آپ کو دکھانا چاہتا ہوں کہ آپ نے کیا انسان کیا ہے۔ جس کا آپ کو ہر جگہ ہوا کرنا پڑا ہے۔"

"وہ؟" اسے تو ہوشی تھی تو گویا۔ "اگر یہ مسئلہ حل ہو جائے تو اتنا۔ وہ ایک مشابہتی ہے۔ مگر اسے۔ کچھ سا ملتا ہے جو دلا بیری ہوس پاس ہو جو ان کو اس کا احساس بھی خوف کو دور کر رہا تھا۔"

"آپ کے پاس ڈرائیونگ لائسنس ہے؟"

وہ جانتا تھا کہ اس کی تیاری میں بھی غیر متوقع سولہ چھوٹے سے اسے دیکھنے لگی۔ ایک چھوٹا سا کائی بیسٹ میں بیٹھ کر وہ اچھا سا سائیز بند تھا۔ دیکھنے میں بھی ٹریفک کا شیشہ نہیں لگتا تھا۔ پھر یہ کیا سوال تھا؟

"آپ سے۔" اس نے اسے دیکھ کر کہا تھا۔

"دیکھیں، میں اس معاشرے کا اندر ڈھری ہوں اور اپنی اپنی انجام دہاں۔ یہ تو آپ جانتے ہیں کہ اس کا انسان کر رہی گی۔" وہ اطمینان سے کہہ رہا تھا۔

"دیکھیں آپ کا جو انسان ہوا ہے وہ میں پر انکروں گی۔ آپ معاشرے کی گھر میں بیٹے مت ہوں۔" تاہم وہ بھی۔

"یہ جو انسان آپ نے کیا ہے اگر اس کی گھر میں پولیس کو کرو تو آپ کا چالان ہو جائے گا تو مزید میری شرت ہے کہ میں خود ہی اس معاملے کی چھان بین کر رہا ہوں۔"

"پولیس۔" اس کا دل دھک سے رہ گیا۔ "دیکھیں یہ کوئی ایسی چیز مسئلہ نہیں ہے۔ جو کہ تو پولیس کو ملے گی کیا ضرورت ہے۔ میرا پاس ڈرائیونگ لائسنس بھی ہے۔ وہ تو گاڑی کے سچے ڈھکی۔ آپ نے گھر میں اور آپ کی بائیک کا جو انسان ہو لایا ہے، میں اسے اسے کو تیار ہوں۔" اس نے جلدی سے کہا تو وہ مخاطب نے گہری

نکاح اس پر ڈالی تھی۔

سرخ و سیاہ چارٹ کے ٹھیس سے کپڑوں میں بیٹھ کر وہ آپ سے سرخ و چنی رنگت ملے۔ ایک کی زپ کو منظر پر لایا اور اس میں کھلتی بند کرتی وہ چھ پٹیاں ہی تھیں۔

"میری بائیک کون سی؟" وہ اس کے ہاتھ دے دے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

"یہ دیکھیں، میں ابھی اس کا انسان ہوا ہے اس کا یہ جان میں پھر رہی گی۔"

تاہم وہ نے اس کی گہری بائیک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جلدی سے کہا تو وہ سادگی سے بولا۔

"مگر یہ میری بائیک تو نہیں ہے۔"

"جی۔" تاہم وہ ایک ہلکا سا لگتا تھا۔ پٹیاں سے پہلے ایک کو وہ پھر سامنے کھڑے تھیں کوہیکس جانی پہنچی انھوں میں مسکراہٹ بھر۔ اسی کو کھیر رہا تھا۔

"آپ کی بائیک نہیں ہے؟" اس نے شہ پر کرنا چاہا۔ جو اس نے لگی میں سر ہلا دیا تو اس کے پیچھے ٹھوس لگی سر پر جا چکی۔

"وہاں تو شہ نہیں ہو گیا۔ آپ کا؟ اگر یہ آپ کی بائیک نہیں ہے تو پھر کوہیکس کو ہٹا دیں۔ یہ دیکھیں کہ یہ ہے جیسا آپ؟"

"دیکھیں اگر یہ میری بائیک نہیں ہے تو کیا ہوا۔ اس کی تیار یہ بائیک ہو تو کتنی تھی۔ تاہم آپ اس کے ساتھ بھی میں سوک کر تھیں۔ ہر میں معاشرے کا اندر دیکھنے والا

اسے تو ڈھری ہوں۔ کسی کے ساتھ بھی انسانی ہونے میں دیکھ سکتا۔"

اس کی شرارتی مسکراہٹ اور آنکھوں کی چمک اب تاہم وہ سے لگتی نہیں رہی تھی۔

"بہت ہی مشکل تھیں جیسا آپ۔" وہ تو کتنی پٹ کر گاڑی اک کر رہی تھی۔

"مگر آپ بہت اچھی ہیں۔"

اس کے ہاتھ سے تاہم وہ کوہیکس سے پھر کر دیا تھا۔ اسے تو لگتی تھی کہ وہ اس کی طرف مڑی تھی۔ وہ اب ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ لے سامنے کھڑی بائیک شہر اسے ایک

لگے کھڑا تھا۔

"دیکھیں مسٹر۔" اس نے اپنی اٹھا کر تھیں اور اس میں کرنا چاہا تو وہ جلدی سے اس کی بات کاٹ کر بولا۔

"وہ جلدی۔"

اس کے اندر پر وہ کوہیکس کو بے ہوشی میں ڈھری سے بولی۔ "آپ جو کوئی بھی ہیں مجھے اس سے کچھ فرض نہیں۔ مگر مجھے آپ کی یہ مشکل حرکت بالکل بھی اچھی نہیں

لگتی۔ کسی کوئی سب سے کرنے کا یہ بہت مشکل طریقہ ہے۔"

"بلکہ یہ وہی چیز ہے۔" وہ تو کتنی سنبھل کر گیا ہوا تھا۔ "میں کوئی مزاح نہیں ہوں جسے لوگوں سے تعارف حاصل کرنے کے لیے اس طرح کے چھٹو لگتی

ضرورت پڑتی ہے۔"

تاہم وہ نے اس کی بات کاٹ کر پھر کچھ میں کہا۔

"جی ہاں۔ آپ تو اس معاشرے کے ایک سے اور ڈھری ہیں جن پر لوگوں سے تعارف حاصل کرنے کی بھاری ذمہ داری بھی ہے۔"

"آپ مجھے لانا کچھ رہی ہیں۔"

اس نے کہا جانا چاہتا تھا تاہم وہ ڈھری سے اس کی بات کاٹ گئی۔

"کیلیڈو مسٹر میں آپ کو کتنا ہی نہیں جانتی۔ لیکن ہونے تو اس کے اندر ایسی حرکت بھی نہیں کریں گے۔" وہ تو شہ میں کتنی اس کے پاس سے اوسما کے چھوٹے کی مانند

گزر گئی تھی۔ وہ چھوٹے سے بڑے بڑے گھر میں اس میں رہا کرتے اور پھر انہری میں اس میں رہا کرتے۔

"وہاں؟" اس نے کوئی نئی حرکت کو متعلق پڑا۔ "میری سانس لے کر بڑا ہے۔" وہ تو وہاں ایک شرکار اور وہ کوہیکس لے گا۔

یوٹی ویڈیو میں گہری ہلکیوں میں رنگت اور کچھ سیاہ آنکھوں والی اس کوئی کی رو میں نہیں جاتا تھا۔

مشق و ماسٹرنش کوہیکس لے گا اور کاٹلی انہری میں ایک ہلکے سا گہری کے پیچھے سے لے آیا تھا جو اس کا دوست تھا۔ وہ اب بھی پہلی بار اس نے تاہم وہ

وہاں دیکھا تھا۔ رشتہ کوہیکس چھوٹے ہالوں کی سیاہی کوہیکس خیالی میں ان کے پیچھے اتنی وہ سامنے رکھی کتاب میں کھولی ہوئی تھی۔ وہاں لگایا تھا کہ کچھ غیر معمولی نہ ہو

”وہیے چارہ ایک کھن کے کام کرتی لڑکا ابھی گئی ہیں۔ میں تو زارا کو پہ گھر کے کچن کئی جا ب کا پ، پھول سرور پیش کریں گا۔“ ثوبان مودتی بتاتے ہوئے اپنی چائیک تیار ہاتھ۔

”بہتہ وقت ہی مائے کالم کھن کا لگ کون ہوگا؟“ زارا نے بھی سکون سے جھپکا تھا۔

”ابن کوکس نے اس مصلحت پر لگا دیا؟“ پتہ رو کے شانہ بہت بے چلنے کی سوچ کھتی ہیں۔ کس زمانہ کا سوں میں پھنسا رکھا ہے ابن کوک؟“ اب کی بار اس کا لٹا بے سیر جی ہو وہ اس کا کھڑکھ گئی تھی۔ اس کی سائیز پر ہی تو بیٹھا تھا۔ یوں کس کا سائیز پر پشکروں کی گرفت میں لے لے رہے تھا۔

”ایڈی“ زارا نے دانت کچکپائے تھے۔ وہ کوئی مڑ لے بغیر آرام سے بولا۔

”ٹھیک کہہ رہا ہوں میں۔ ابن کے لئے تو ایک انڈی میں کوئی جا ب ہوئی چاہئے۔ یہ پھر انڈی آرمی کے ساتھ بارڈر پر بھیجا چاہئے۔ دشمنی کے مہر کھ کھات کر۔“ ثوبان کی زبان۔

”مات اپ“ وہ مشتعل ہو کر اس کی طرف جھٹکے سے بھٹی تھی۔ اس کا سرخ پنا چہرہ اس کی برواشت کا کوہ تھا۔ ”اگر میں خاموشی دے کر رہی ہوں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم بہت غصہ ہو۔“ ٹھنکو کر رہے ہو۔ بلکہ یہ سب میرا جاکو اس کے ذمہ میں آتا ہے جو تم بہت بہتر طریقے سے کرتے ہو۔“

”ایڈی ابھی اپنیلے۔“ زارا جو اس کے پست پانے پر گنگ سی کھڑی تھی فی المہر ان کا چچ پھاڑ کر اٹھے۔

”رہے زارا اور اس نے سنا ہے کہ انسان کے باطن کا اندازہ اس وقت ہوتا ہے جب وہ غصے کی کیفیت میں ہوتا ہے۔“ زارا تو سمجھتا ہو کہ جب اس قدر پھوڑا نظر آنے والی سیر وہی اصل میں کیا ہے۔“

وہ سیر وہی کھتا تھا بہت سکون سے کہہ رہا تھا مگر اس کی نگاہوں کا تسخیر ہو کا حوصلہ تو مایا۔

”میں تمہاری طرح وہی شخصیت کی مالک نہیں ہوں۔ میرا ظاہر و باطن باہل ایک سا ہے۔ تمہاری طرح میں کھنیا سوچ پر غور و سیرت لب و لہجہ کے پردے نہیں ڈالے رکھتی۔“ ان کی سرخی مکتیں شعلے لگنے لگی تھیں۔

”جھٹکنا“ زارا کی کیفیت۔ جنہیں جھ میں کھوڑا غور و سیرت دکھائی دیا۔ انہیں کے ہاتھ ہوئے سلاہ میں کچے۔ کھنکھالٹا کر نہ میں رکھتا وہ سادگی سے بڑا ہوا مودتی جاتے ثوبان کو بھی۔ کئی جب کہ کھٹک کھڑی زارا اور شفق دھت ہوش میں آتی تھیں۔

”ایڈی ایش تو یہ جادو یہاں سے۔“ زارا نے اس کے شانے پر ہاتھ مارا تو وہ ہنستا ہوا کھٹک سے اڑ گیا۔

”کسی اتنی ہی تو یہ داشت ہے تم تو اس میں۔“ اسی لئے تو کولڈ میڈل نہیں دیتا۔“

ثوبان کے ساتھ کھن سے نکلتا وہ پھر استہزائیہ ہلچل کھینکے سے باز نہیں آتا تھا۔ شفی نے خاموش کھڑی سیر کی طرف دیکھا۔ سرخ چہرے والے کھٹک ہوت و انہوں میں دہانے وہ پناہ خدہ کٹر ول کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

”اس ایڈی کے پستے کھو میں بعد میں پوچھوں گی۔“ زارا ہوا اپنی تھی۔

”اگر اسے اوقات کرنا تھا تو مجھے پہلے سے بتا دیتیں۔ میں کبھی بھی یہاں نہ آتی۔“ وہ پست پڑی تھی۔

”پھر وہ بھی جس اداستوں کی گیدرنگ ہے۔“ شفی نے اسے خندہ کرنا چاہا مگر وہ اس کی بات کال کر تھی سے بول۔

”وہ میرا دوست نہیں ہے۔“

”وہ کے اندکی وہ تمہارا دوست۔“ مگر زارا اس سے زیادہ سخت لٹا تھا تو تم نے استعمال کئے ہیں۔ وہ تو ہنستا ہوا کیا ہے تو تم نے اس کی کھٹک چ رہی ہو۔“ زارا نے مصلحت آمیز ہڈاڑ میں کہا تو وہ چٹ گئی۔

”کھنکھوہ ایک انڈی ڈھیلے شخص ہے۔“

برائی کو دم پر رکھتے ہوئے شفی ان کی طرف بھٹی۔ سیر و کے چہرے۔ پناہ اس کی غور و سیرت کی طرف۔

”میں نے نوٹ کیا ہے جس کا تم ایڈی کے نظریات سے اتنا نہیں چڑھتیں جتنا کہ خود ایڈی کی شخصیت سے خارا کھاتی ہو۔“

”کسی بھی انسان کی شخصیت اس کے خیالات و نظریات کا آئینہ ہوتی ہے شفی صاحبہ اور وہ ایک ناممب شخص ہے۔“ مودتی کے حقوق نصب کرنے والا۔ ان کی آزادی سلب کرنے والا۔ وہ شفی کے چہرے پر چٹ چٹ تھی۔

”مجھے تو ایسا بھی نہیں لگا۔ وہ اسکول کے زمانے سے ثوبان کا بہترین دوست ہے۔ ہمارے گھر بھی اس کا تھا جانا ہے۔“ مگر اس کی ایسی کوئی خامی مجھے دکھائی نہیں دی۔“ زارا نے صاف کوئی سے کہا تو وہ بھٹی سے بولی۔

”کبھی اس کے گھر کی عورتوں کو دیکھا۔ انہیں سوچا رکھتے اور کو خود ڈاکٹر انجمن نے کرنا لڑکیوں سے، وہ تو کنا بہت اچھا لگتا ہے مجھ گھر میں کوئی نہ کوئی عورت رہیت میں لدا کر ضرور رکھی ہوتی ہے۔“

”مائی گاڑا“ شفی اسے دیکھ کر دھٹی تھی۔

”اچھا جلوبہ بس کرو۔ میری پارٹی میں اب کھڑی کیا؟“ اور ایڈی تو خوش ہو کا کاپک اور میڈ میں میں سیر وہی کھات اڈی۔ اس کا مودٹی اب کرو دیا۔“

زارا کو اسے بلیک سٹل کرنے کا ٹر بہت اچھی طرح آتا تھا۔ سوسیر وہی کو اپنا مودٹھیک کرنے میں زیادہ دیر نہیں گئی تھی۔



سرخی لپیٹ کر ہڈاڑ ہوتا تھے کے مابین ہونے والا ہوا ماضی کھپکھاتی آواز میں بولا۔ مگر محافل سونڈ ہونڈ شخص کون ناویل شنے کو تیار ہی نہیں تھا۔

پاؤں میں ہوتا تھے والے کو ماری ڈالے گا۔ پہلے اس نے کر موز کے قزاق ڈور پر پڑنے والی فرش کا معائنہ کیا جو کھٹا تھے کے ہائیں کی گڑ سے پڑی تھی پھر وہ پورے تانے والے کی طرف ہوا جاس اس بغیر متوجہ صورت حال پر حق ہی کھڑا تھا۔

”تم۔“ تیز نہیں ہے سہرا کوں پڑنے کی تم کو کوں؟“

وہ ہوا پہلی گالیاں کھ رہا تھا۔ ایک ٹھٹکے سے اس نے نا تھے والے کے چہرے پر ہاتھ مار کر پیچھے دھکیلا تو وہ جولا ہر بری کی طرف پڑتے ہوئے رگ گئی تھی تھڑی سے اس طرف آتی تھی۔

”ہاؤچی امیری کی غلطی نہیں تھی۔“ نا تھے والا ہوا ماضی کھپکھاتی آواز میں بولا۔ مگر محافل سونڈ ہونڈ شخص کون ناویل شنے کو تیار ہی نہیں تھا۔

”تو کیا تمہارا۔“ باپ کی غلطی ہے؟“ کھٹا اڑتے ہوئے اس شخص نے پھر سے گالیاں دیں تھیں۔ نا تھے والے کی گدگدائی آنکھوں میں جھٹکی تھی نے ناہندہ کے اندر جیسے طوفان مچا دیا تھا۔ جانے اس شخص کی اپنے گھر میں کتنی عزت تھی، اس کی کتنی حکیم کی بات تھی مگر یہاں ایک سوٹ میں لباس ملا بہت کھٹک دکھائی دینے والا شخص اس کی عزت کی دھجیاں اڑا رہا تھا۔

”غلطی سراسر آپ کی ہے سسر!“

ناہندہ والے ٹھٹکا کر سامنے آتے ہوئے کہا کہ تو وہ شخص ایک دم گرا ہوا تھا۔ گرمی کی شدت سے سرخ چہرے والے وہاں پہ نظری لغوی اچانک ہی اس میں کوئی تھی۔ اور گرد کھڑے تھا ناہنوں میں مزید اضافہ ہوئے لگا۔

”موتیں سو سے زیادہ کا نقصان نہیں ہوا ہے آپ کا۔“ اور آپ کی گاڑی نا، آپ کے چہرے سے گھر ہاے کسات کا رشن تو آپ اپنے کھٹکے کو ایک روز میں کھاد اپنے ہوں گے۔ مگر کسی انسان کی عزت اس شخص کی کیا قیمت ہوتی ہے، وہ دیکھتا ہے آپ کو معلوم نہیں، وہ کسی رگ کی چھڑک میں گالیاں دینے کو شش ذکر ہے۔“

اس کھٹکات کھانے والے انداز لٹے اس شخص کو پریشان کر دیا تھا۔

”دیکھیں مگر ماضی آپ کا معاملہ نہیں ہے۔“ اس شخص نے میری گاڑی پر ہڈاڑ کر کے کھادی ہے۔ حساب چکا بغیر حق مانتا ہے۔“

”بہت غر ب۔“ وہ تھڑ سے بولی۔ پھر ایک کھٹک کھٹک لپٹا چٹے کھٹکات کھال کر اس کی طرف ہڑھالیا اور عورتی توازن میں بولی۔ ”یہ اس کوئی کئی طرف سے آپ کے نقصان کا چرنا ہے۔“ مگر آپ کو بھی چرنا نہ ہو کرنا پڑا گا۔“

”مجھے کھٹے لے؟“ وہ پھر ہوا تھا۔

”ان گالیاں کا جہر آپ نے چھڑک میں اس شخص کو دی ہیں۔“ نقصان کے جہر دے دے پھر گالیاں کے جہر لے لے میں گالیاں۔“ وہ اہمیتان سے بولی تو وہ کھٹک گیا۔

”کیا مطلب؟“

”مطلب یہ کہ یہ پاچے سو آپ رکھیں اور ذرا نہیں کھڑے ہوں۔ آپ کا نقصان تو چرنا ہو گیا۔ اس کے بعد پنا تھے والا آپ کو چھڑک میں سب کے سامنے وہی کہے گا جو آپ نے اس سے کہا ہے۔“ جب اس کی غرضت اس کا نقصان بھی پورا ہو سکے گا۔“ وہ بہت اہمیتان سے کہہ رہی تھی۔

”وما غلط ہو گیا ہے تمہارا؟“ وہ شخص نے میرا انگریزی گاڑی کا ہواڑہ کھٹکے ہوئے اندر چڑھ گیا اور لوگوں میں وہاں سے بڑھ چکا ہوا تھا۔

گہری سانس لے کر اڑا پھر دیکھتے بغیر وہ وہاں پہلے ایک میں ڈالتی تھڑ قدموں سے لایہ بری کی طرف بڑھ گئی۔

”چٹھیں چٹھیں کل کے لوگوں کا بغیر کہاں جاسویا ہے۔ کسی بے گناہ کی حمایت میں ایک کھٹک ہٹائے کے لئے تو ان کے پاس وقت نہیں ہے اور تھڑ دیکھتی خاطر یوں جت ہو جاتے ہیں جیسے ان سے فارغ اور کوئی نہ ہو۔“ وہ بولی ہے جے جی گئی تھی۔“

”با اکل ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ۔“ یہی ہے کیا تھا؟“

وہ نیز بھول چکا تھا۔

"ہونا کیا ہے۔ وہی میری طرف کی ذلتی قرآن میں جس میں میری اپنا پڑا اچھا رہتا ہے۔ نے اس کے پاس بے چارہ سنا گئے والے کو بے عزت کر دیا۔ اتنی گالیاں دیں اسے۔ حالانکہ غلطی بھی اس کا ذیوالے کی تھی۔ یہی اتنی ہی عزیز ہے گا ذیوالے کی طرف میں کڑی رکھیں اور وہیں میں چار مرتبہ اس کی آرتی پڑھا کر میں۔ میں سڑک پر گا کر فریادوں کو اٹھان میں ڈالنے کی کیا ضرورت ہے۔ اور یہ ہے جس ٹوک۔ ہر کسی نے دیکھا ہے کہنا گئے والا بے صورتہ گھر جال ہے کہ کوئی اس کی حمایت میں بولا ہو۔ ان سب کی تو انجوائے منت ہو گئی۔ منکھ میں تماشا دیکھنے کو مل گیا۔ حد ہوتی ہے بے کسی کی بھی۔"

وہ جنت میں ہو گئے انداز میں ان انساں بول رہی تھی۔

"نہیں جی کیا کریں۔ زمانہ ہی ثابت ہے۔" غصہ کی سانس بھر کر کہا گیا تو فریض سا انداز بند ہو کر بڑا کر ساتھ موجود بندہ کی طرف متوجہ کر گیا۔ گری پر ہینٹے ہینٹے وہ ٹھٹھکی گئی۔ بھگت اس نے اس شخص کو کھوڑا تھا۔

"آپ کون؟"

مقابل کی آنکھوں میں جھڑکی آتی تھی اور ہر طرفوں پر موقوف کی مسکراہٹ۔

میں کو تو بھول کر بھی نہ اتنی بھاری وار
ہم انتظار شوق میں بنائے سے گزر گئے

یہ مسکراہٹ، یہ کھنکھار۔

تا بندہ کے ذہن میں جھماکا سا ہوا تھا۔ پلٹے پلٹے انداز میں اس کے برابر ہاتھ لگاتے میں اس شخص سے ہونے والے نا خوشگوار واقعات اس کو تمام تر حقائق و سباق کے ساتھ یاد آ گئی۔ وہ بے چینی سے اسے دیکھنے لگی۔

"آپ۔۔۔ آپ وہی ہیں ان جن کی وہ ایک شخص تھی؟"

اس کے انداز پر وہ کھلے نے مسکراہٹ دہکتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟" اس نے ہاتھ میں کتابیں میز پر رکھتے ہوئے مانتے پر تیزی ڈال تو وہ پھنوس اپکا کر یوں سر ہلانے لگا جیسے اس کے ہند ذہانت سوال سے بہت متاثر ہوا ہو۔ پھر سادگی سے بولا۔

"گاہری میں کوئی کیا کر سکتا ہے؟"

پندرہ دن اسے گھومنے کے بعد وہ جھپٹیلی ہو کر گری میں چھٹس گئی۔

"کیوں جب نہیں آپ کا بھی تا بندہ ضیا و سحر اپور۔ پانچ منٹ آپ مجھ سے یوں بات کرتی رہیں جیسے میری جیبت فریڈ ہوں۔ اور اب یوں ادا کرتی رہتی ہیں، ایسا دست نہیں۔" اس کے مقابل کر ہی سمجھتے کر بیٹھا وہ بہت بے تحاشی سے کہہ رہا تھا۔ وہ کرنٹ کھا کر سپردی ہو چکی۔

"میرا نام آپ کو کس نے بتایا؟"

"خوش ہے۔"

"کیا؟" وہ حیرت میں۔

"آج سچی حال بھولی تھی ایک ٹوٹے سے اور کارڈ پر آپ ہی کا نام لکھا تھا میر۔ حق کے علاوہ حق میں۔"

وہ خصوصیت سے انکشاف کر رہا تھا جو تا بندہ کو سرسبز ہونے لگا تھا۔

"دیکھئے مسٹر! اس نے جھپٹیلی انداز میں انکشاف خالی تھی کہ وہ اس کی بات قطع کر گیا۔

"وہ دہلی۔"

"آپ چاہتے ہیں کہ اس سے کیا؟" وہ تب بھی۔

"اکیس دہلی رہے ہیں، ڈلیو۔ ڈلیو سے وہ کہہ رہی تھی کہ اس نے سچی کی تا بندہ لے دانت پیسے تھے۔

"دیکھئے اگر آپ اپنے جس ڈلیو سے وہ کامیاب چاہتے ہیں تو عزت و وقار کے ساتھ یہاں سے اٹھ جائیں۔ ورنہ شاید آپ مجھے جانتے نہیں۔"

"جانتا ہوں۔ جی تو یہاں موجود ہوں۔"

اس کے رسالے سے کہنے پر تا بندہ فوراً اسے دیکھنے پر مجبور ہو گئی تھی۔ اچھی خاصی شکل و صورت کا انکشاف سامنے تھا۔ کہیں سے بھی انکشاف نہیں کہہ رہا تھا۔ مگر اس قدر معلوم ہونے کا مطلب؟

وہ بے خیالی میں اسے دیکھنے کی عمر مقابل کی طرف شوق کا یوں نے ٹھٹھکی میں اسے گھڑا کر دیا جو پھیرنے پر مجبور کر دیا۔

"بیکسیو ڈی۔" وہ اپنی کتابیں اٹا کر کرسی چھوڑ کر اٹھ گئی تھی۔ چرائی کتابیں وہاں کر کے لی کتابیں ڈھک کر وہ بہت تیزی سے چلی گئی۔

اس شان سے، اس ناز سے، اس تیز رفتاری سے

گزر گئے تو دنیا ہی سے جائیں گے گزر ہم۔

اس کے پیروں کو بھگت پر ایک گئی تھی۔

وہ کتاب سامنے رکھے سر جھک رہا تھا۔ دھنکے کے ساتھ اندر میں کتابیں ہر کی سطح پر رکھ کر وہ وہیں کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔ وہ ٹھیکوں سے اس کی تیاریوں اور اداہنت پہننے کا نظارہ دیکھ رہا تھا۔

"کیا جانے ساتھ چھوڑ۔ یہ ڈھنگی کہاں

ہیٹے ہوئے زمانے میں سب سے لا کرف۔"

اس کا بندہ جواب دے گیا تھا۔

"دیکھیں مسٹر! یہ سب وہاں آپ شاید غلط سمجھ رہے ہیں۔ میں کوئی لڑکی نہیں ہوں۔" وہ ہنسنے لگا اور وہی کہہ پائی تھی۔

"آپ کیا ہیں آپ کو؟ کیا بویا لاکا دکھا رہا ہوں؟"

وہ جیسے بہت بڑے صدمے کی گرفت میں آ گیا تھا۔ مگر تا بندہ اس کی بھانگ سے ذرا دور بھی جڑ نہیں ہوئی تھی۔ چہ کر بولی۔

"غلطی ہے آپ کی۔ آپ ایک نہایت فضول شخص ہیں جو نہ صرف اپنا بلکہ میرا بھی نام سنا کر رہے ہیں۔"

"پوری گڈ۔ جی آپ نے میرے متعلق سوچنا شروع کر دیا ہے۔" وہ خوش ہوا تھا۔ تا بندہ کا بل چاہا کوئی ڈھنگی کی کتاب اٹھا کر اس سر پر لگا۔ کے سر پر۔ مار۔ مار۔ مار۔ وہ پتہ نہیں کون سی خوش گمانوں میں گھر رہا تھا۔

"میں بالکل افسوس کا شریک نہیں ہوں تا بندہ نے کیا جانے تو وہ لاکھوں روپے جاتے ہیں۔" وہ برداشت کی آغوش میں پڑ گئی۔ بھلا بہت رسائی نہ کہہ تا وہ آنکھوں میں شرارت بھرتے ہوئے بولا۔

"پلے گڈ! ایک میں دیکھی، بڑے بنگ میں ہی آپ کی جگہ شریو شامل ہو گیا ہوں؟"

"آپ کیا چاہتے ہیں؟" وہ بڑی ہنسنے لگی۔

"آپ سے دوستی۔" وہ ایک دم سے بولا تو جھلکا تا بندہ کے چہرے پر بھینکتی ہانکوں نے مقابل کو سنبھل کر اپنے الفاظ پر نظر ثانی کرنے پر مجبور کر دیا۔

"ذاتی اہم سواری۔ میرا وہ مطلب نہیں تھا۔ میں جانتا ہوں کہ آپ نے میرے الفاظ کو مانگا کیا ہے۔" وہ اسل میں آپ سے کہہ کر بچہ جھٹک کر ہانپا تا ہوں۔" وہ بے حد عجیب رہا تھا۔

"نہیں مجھے ایسی کوئی خواہش نہیں۔" سر جھری سے کہتے ہوئے تا بندہ نے کتابیں پھینتے ہوئے اپنے کا قصد کیا تھا مگر اس کا مضبوط و پور پھر پھر اسانہ انداز اسے ساکت کر گیا۔

"تمہارے پیر کی خواہش بھی ہیں، چاہے وہ بھی اور میری منزل کا راستہ بھی۔"



خمس و یک ایڈ سے ایک روز پہلے ہی مگر پہلی تھی۔ سو ابھی چارے اکیلے ہوئے آنا پڑا تھا۔ پھر راستے میں حموزی کی شاہجگ کرنے کا خیال آیا تو وہ وہاں پہلے ہی مارکیٹ میں آگئی۔ حالانکہ اس کی اس لیے صرف جیب، بقی بھینکی تھیں باقی ضرورت کی تمام اشیاء، کادہ خودی و سیاں، کھجور تھیں۔ مگر وہ کوئی جیب بقی اڑانے کی کبھی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی تھی۔ سو سب سے پہلے اس کے پاس کافی رقم ہو جاتی تھی۔ جس میں سے اس کے لیے کچھ بڑے تھے جو اسے ایک سلفی میز فوٹی محسوس ہوتی تھی۔ اب بھی اس نے اس کے لیے کانچ چکن کا ایک خوبصورت سامت میں اور پھر حمان کے لیے بیڑی سے پلنے والا سلیڈ ٹی بی جڑ پڑا۔ جو نہ صرف گانا بھی گانا تھا بلکہ اس کی آنکھوں میں اٹھائیں بھی جاتی تھیں۔

بہت جلدی کرتے ہوئے بھی پانچ بج گئے۔ ایک تو شاید گرمی اور سے پکاکت کا انتظار۔ وہ پوٹلی سے بڑی تک پہنچنے میں مشغول رہ گئی۔

"سچ کبھی تھی نہیں۔ اس جہد سے تو کھنکھارنا صرف مشکل ہے۔"

اس نے کوفت سے جھل اڑائی سرنگوں کو، کیسا تھا جہاں اکڑ کا گازیوں کے علاوہ کوئی وی روح نہ دکھائی گئی۔ وہ ہاتھوں دو دو چور مالاکا۔ درخت کی چھانوں تلے کھڑی تھی۔
مرد کو قوت پانے والی گرم ہوا تو جیسے جہنم کے راستے سے گزرتی تھی۔

دوبارہ اس کے رشتہ کی کوئی آئی گھر اس قدر بھری ہوئی کہ مسافر یا نیند تک نہ ہوئے تھے۔ اسی شہرے گرمی میں اس کو ہوا خیز میں گھسے کا سوچ کر ہی اس کا دم کھٹنے لگا
اور وہ بڑے استغداد سے مرادوں کے کچھ کھڑے ہو کر سڑک گزرنے کا خیال ہی اسے نرخت اور نگرنگ تھا۔

وہ بے چینی سے کھڑی پر بکھری ہوا تھا۔ جی اے احساس ہو کہ چند لمحے پہلے سڑک پر سے گزرنے والی سوز سارنگی اور بارشوں سے گزرتی تھی اور اس کے
بعد اپنی روپ رہ جانے کی بجائے جی اور بھر اس تک آئی تھی۔ اس کی بھنبھائی ہوئی کوفت تروہی نظر سوار پر لٹک رہی تھی۔

"ہیباں کیوں کھڑی ہو؟" تو اس کا سڑا ہواں پر اٹکتا ہوئے رہب سے احتضار کر رہا تھا۔
"تم نے؟" طلب۔ "اس کا خلق تک نہ ہو گیا تھا۔"

"انہی گرمی میں انسان راستہ پر کھڑا۔ ہونے کا مطلب سمجھتی ہو یا؟ اور وہ جین اور زردا کہاں ہیں؟"
اس کی بات نظر نہ آ سکتی۔ وہ بے چینی سے پوچھ رہا تھا۔ میرا کوٹھڑا آئے گا۔

"بھری مرضی۔ میں جہاں جی چاہے کھڑی ہوں۔ تمہیں میرے معاملے میں دل دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"
"وہ کیا، یہاں سے نکلیں لانا بہت مشکل ہے۔ تمام پائنتل بھرے ہوئے آتے ہیں۔ آکا میں نہیں ڈراپ کر دیتا ہوں۔" وہ جی سے بولا تو اس کی آنکھوں میں پاپیلے
وہ جہاں ہوئی بھر جیسے شہاں میں گھر گئی۔

"ٹٹ پ۔ تم نے؟" وہ جی کیسے کیسے لیا کہ میں تمہاری آفر قبول کر لوں گی؟ مایہ زور سڑائی میں تم جیسوں کو نہ بھی لگا پائے نہیں کرتی۔ لاؤندی اسی کو زور ہوں کہ مجھے تم
جیسے مرد کے سہارے کی ضرورت محسوس ہونے لگے۔ بہتر یہی ہوگا کہ تم اپنے راستہ پر جاؤ۔"

اس کے اسی قدر رخت اٹھا کر بھی وہاں غصہ اٹھ رہا تھا جسے وہ کسی اور سے خطاب ہو اور ہی بات تو یہ تھی کہ اس کا یہی اندر میرا ہو اپنی تھیک کرتا محسوس ہوتا تھا۔
"میں بہت اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم کتنی بے گھر ہو۔ میراں سے گزرنے والے فنیسل لوگ نہیں جانتے ہوں گے۔ دل تو میرا بھی میں جانتا تھا کہ تمہیں بھی کھڑا چھوڑ
جاؤں مگر کیا کروں، واقعات میں بھی تم سے بڑھ کر ہی ہوں، اور وہاں پھٹ گیا۔ کیونکہ میرا غصہ بہت قہقہہ دینے لگا ہے۔ اس لیے وہی کے پوتہ خانہ فیملی پر میں تو
نہیں رہتا۔" وہ اطمینان سے کہتا تھا۔

ایک تو غصہ کی گرمی وہ پے سے وہاں جانے والے تو موجود ہوتا تھا۔ اس کی سرنگ رگت حرج تھا اسی تھی۔ پسینہ پانچو پانچو کروڑ بھی گیا اور ہاتھ بھینکی بھینکیوں میں سے
شاہک ایک پسلا ہوا رہا تھا۔

"تم یہاں سے ہاؤ کے کہیں جلی جاؤں؟" میرا دے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بھنی سے کہا تو کھنکھراہٹ اس کی سرخی آنکھوں میں مڑتی ناگوار کی کھینے کے بعد وہ
تاسف سے سہلائے ہوئے سن گلاہڑا آنکھوں پر لگا کر ایک اشارہ کرنے لگا۔

"تم جیسے لوگ اپنی مرضی سے نقصان دے رہے ہیں میرا دل، انجام کچھ ہوگا۔" اسے اور کچھ نہیں ہوتا۔ "اپنے مخصوص ریسکوں سے انداز میں کہو وہ پانچو ہاؤ جا۔"
"بندہ اپنی فوج نہ۔" وہ نے سر سے سلگ اٹھی تھی۔ اس قدر رخت اٹھا کر کھنکھراہٹ۔

وہ بھنی اٹھی اس کے خلاف سو قدر تھی کہ جب سڑک پر جاتی تھیں ماسارنگ کے راستے پر اڑ کر میں اس کے سامنے؟ کھڑی ہوئی تھی۔ وہ پتہ تک کر رہا تھا۔ ہونی تو وہ لٹکے
بانپ کے لڑکوں کو پوری طرح اپنی طرف متوجہ پا کر اس کا دم طلق میں اٹک گیا تھا۔



وہ بے چینی کے عالم میں سامنے بیٹھے شخص کو دیکھ رہی تھی۔ کتنے آرام ور سکون سے اس نے وہ چند الفاظ کہہ دیے تھے جس سے اس کے ہاں چند لٹکوں نے تانہ کی پوری بستی ہی
کو بلا ڈھاتا۔

مرد چند کہو بہت زور اور بولار تھی جس کی کارطی نام کے اس شخص نے تو اسے گزرا کر کھنکھراہٹ۔
اسے بھیننے میں بہت تاہم لگا تھا۔

"وہ کیسے؟" وہ صاحب! آپ میری نالی کا باہر فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ میں کوئی ایسی گرمی پڑی ہوئی نہیں ہوں کہ جس کا یہی چاہے اپنی فنیسل اٹھو سٹا شروع کرو۔
عد ہوگی۔ آپ تو بیک ٹیکس کا بھی وہاں نہیں کر رہے۔" اس نے اپنے دھمکے میں کچھ سے قہقہہ دینے کی سوچی تھی مگر معاملہ بھنی بہت اتھا سے جینا تھا۔

"میں آپ سے بہت لمبا چڑا رہا ہوں شپ نہیں چاہتا۔ مگر حقیقت تو یہ ہے کہ یوں شرم، بھجک میں پڑ کر آپ کو کٹوالے کی صحت بھی نہیں رکھتا۔ اسی لیے اس طرح کے
مسائل کو تانہ پند کرنے کے اور جو آپ کو کھٹک رہا ہے۔ میں چند لمحوں کے لیے نہیں پوری زندگی کے لیے آپ کا ساتھ چاہتا ہوں تانہ دھمکے تاہم بیک ٹیکس۔"

"خانہ! کیسا بیک بندہ ہے۔" وہ اپنی نشست پر پہلو بدل کر رہ گئی تھی۔
"میں جانتا ہوں کہ آپ کو میری بھارت بہت ناگوار رہی ہے۔ نہیں میرے لیے تو زندگی بھر کا معاملہ ہے۔ میں آپ کو کھنکھناتے جانتا۔" وہ بہت جذب بھر۔ بھجک
میں کہہ رہا تھا۔ اس کے ہاتھوں جیروں میں شہنشاہت ہی دوزخ تھی۔ اس سے زیادہ وہنا اس کے کس کی بات نہیں تھی۔ سو اپنی کتابیں اٹھا کر بیک ٹیکس کے پڑاؤ کی دینے لی
سے جیروں دوزخ کی طرف بڑھ گئی۔ وہ دلی وہیں جینا بے بسی سے اسے جانتا دیکھ رہا تھا۔



"حیث بہت گرمی میں کھڑی ہے۔" وہ اٹھ گیا خیال سے لٹکتا نہ رہا جانے؟"
وہ دونوں آہل میں غمور کر رہے تھے۔ میرا ہو اپنی ہاں بھنی محسوس ہوئی تھی۔

وہ بے کھنکھراہٹ سے بھنی میں رہے وہ خود کو بھنار تھی کی لٹکوں سے لاپرواہ ناہر کھڑی تھی غمور کی دھمکے اس قدر بے ترتیب ہو رہی تھیں کہ حد نہیں۔
"تمہارا کیا خیال ہے بھر۔" آتی گرمی میں کہاں سڑا رہی ہو؟ "کوئی ہوش میں چلتے ہیں۔" اس کی کریم کما تے ہیں۔"

"سو بھنی! ہمیں بھجک تیز دانی کا سوچنا ہو۔"
وہ بھنی ہی سڑک بہت لمبے کر کوئی پانچو آئے تھے۔

"کیا تمہیں اس کر رہے ہو؟" اس کا زانی غصہ ہو کر اٹھا۔ "سبک ہونے میں حق کی پروا کتنے بغیر وہ ایک کر کوئی تو وہ دونوں دشمنی سے بھلتے گئے۔
"وہ بھجک نہ کر رہا تھا۔" وہ بھجک نہ کر رہا تھا۔ "وہ بھجک نہ کر رہا تھا۔"

وہ کرکٹ کھانا کر چھپے تھی جی۔ چلتے سے وہ اچھے خاصے کما تے پینے مگر انوں کے کڑے کھد رہے تھے مگر جی۔ سے بھنی خفا تھا وہ لٹکوں کے کردار کا اتنے دار تھا۔
"خفا میں تم نے؟" آپ کی بارو بھنیلا انداز میں کہتا ہوں اس کی طرف بڑھتا وہ خوف وراس کیسے کے عالم میں چھپے تھی۔ جی کی بھر پور ہے پانچو رہا تھا تو وہ زمین
پر گر گئی۔ اس کا بیک دفعتی طور پر ٹپک ٹپک ٹپک گئے تھے۔ اپنی بے بسی پر اسے رونا آئے لگا تو وہ جی اٹھی تھی۔

"چند لمحے۔" بے جا رہی گرمی نے کھنکھراہٹ ہوئی ہے۔ آواہی جھدی خاطر شل کر تے ہیں۔"
وہ دونوں اس کی فزول کو بیکت کا سزا دے رہے تھے۔ ایک نے بھجک اس کا زانیہ بھنی سے تمام کر کے اٹھانے کی کوشش کی تو وہ بے اختیار چلانے لگی۔ بھجک دوسرے
لڑکے نے جھدی سے آگے بڑھ کر اس کے منہ پر ہاتھ رکھنے کی کوشش کی تھی۔

وہ ہی بے آپ کی طرح تڑپ اٹھی۔
"جہاں تھا اگر گازی لے کر آتے۔ یہاں تک پکھاں بیٹھنے ہی ہے۔ میں جاؤں بھر۔" وہ سن گئیں گے۔ یہاں کون سا کوئی آ رہا ہے۔"

وہ دونوں بڑے اطمینان سے پوچھ رہا رہے تھے۔ میرا کوٹھا جیسے اس کی ہاں لٹک جانے والی ہو۔
اس وقت ایک اور موٹر بائیک میں ان کے سر پر آ کر گئی تھی۔ وہ لوگ اپنی بھت میں کسی کو طرف کا دھیان ہی نہیں رکھ پائے تھے۔

بائیک کو اسینڈر پر کھڑا کرنے میں وقت ضائع کرنے کی بجائے آنے والے نے زمین پر لٹا دیا اور آتے ہی ان دونوں لڑکوں پر چل پڑا۔ وہ دونوں اس کا بیک اٹھا کر ہٹکھا
کر دیا تھا۔ ان میں بیٹھنے چلا گئے تھے۔

وہ بھنی بھنی بھنیوں میں سرو بے خواس ہی بھنی تھی۔ ان دونوں لٹکوں کی تھنی بھنی اٹھانے کے بعد انہیں رخصت کر کے وہ بھنی سانس لینے لگا۔ محسوس کو معتدل پر
لائے ہوئے اس کی طرف چلتا چلا گیا۔

"یہ ہوتا ہے جی بھنی لڑکوں کی بے جا کڑوہا پند کی کا اہتمام۔" بھجک رہی صراحت میں ہی حال ہو جاتا ہے۔ اس وقت بھنی بات مان لی ہوئی تو
وہ کچھ کچھ کچھ کچھ کیا تھا۔ اس کے بھتے ہوئے جو نے اسے احساس دلایا کہ وہ وہی ہے۔

"تم ان میرا اٹھو۔" آپ کی ہوا نہیں ہے۔ بھنکارا۔" بہت مشکل ہے وہ اپنے لڑکھنڈی سوچا تھا۔ کوئی لڑکھنڈی ہونا تو وہ ایک آدھ چھپ بھر دلی کو
بھی لگانے سے نہ چوکتا۔

کس کلام کی وہ ناگوار کر جو آپ کو زندگی بھر کا نقصان دے گا۔ جائے۔
"میرا۔"

اسے بھنی جھنکوں میں سرو بے بیٹھ کر وہ چھپ اٹھا تھا۔ ایک تو بھنی بھی اس کی اپنی تھی وہ سے واز بے بھنی کھاری تھی۔

”کیا تم جانتی ہو کہ وہ دونوں ابھی آکر چڑھ چکے ہیں غلے کر میں تو مجھے تاؤ۔ میں تو کھو کھواتی مری میں غور ہو رہا ہوں۔“
اس نے آگے بڑھ کر اسے چہرہ دکھایا تھا۔

گرمی کی شدت سے سرخ پڑا چہرہ آنسوؤں سے ٹپک رہا تھا۔ وہ بے اثر منہ کی دیکھت ہوئی اس کے سامنے مزید اہمیت کا ہکا کر رہی تھی۔ ایک نظر اسے دیکھنے کے بعد وہ لب بچھے اس کی چیزیں اکٹھی کرنے لگا۔ اس نے کھڑی ہونے کی کوشش کی جب پاؤں سے اٹھتی دردی شدہ ہلنے والی کھینچ کر اسے پاؤں پہننے کی وجہ سے شاید سوئی آئی تھی۔ وہ بے ساختہ سکی گھر گھر ہوئی۔

اس کی چیزیں اس کی طرف بڑھائے ہوئے تو کچھ ہاتھ ملی سے اٹا ہاں۔ خوف سے آڑی رکھتے۔

پہلے والا اکڑا اور پیلا اکڑا دیکھ کر دل چکا تھا۔

کا پتے ہاتھوں سے وہ کپڑوں کی گڑبڑا رہی تھی۔

ایک شائے پر ڈالی کر اس کے ہاتھ سے ٹاکل اور شاہک ایک تمام لیا۔

ایک ہی اپنی بائیک سوار بھی کر رہا تھا۔

میرہ کی آنکھیں ابھری تھیں۔

اس شخص سے کسی بھی قسم کی دہلیزا اس کے لئے باعث حقیر تھی۔ اسے میرہ کے لئے نیکی کا فرشتہ بنانے پر قائل ہوئی تھی۔

”مختصر یہ کہ آپ کام ہوٹل یا کسے بھی کر سکتی ہیں۔ فی الوقت مجھے یہ پوری ہے۔“ اسے اپنی جگہ بڑا کھڑا کچھ کر رہا کھوت سے بولا تو وہ اس سے ٹھکرائے بغیر بڑھتی ہوئی کے صدارت میں گھری بائیک کی طرف بڑھتی تھی۔

پاؤں سے اٹھتی دردی میرہ نے اسے اٹھایا تو وہ بے وقت بنانے پر مجبور کر دیا۔ میں اسے اپنے پاس ڈال کر ایک اور اتار دیا وہ اسے ہٹا کر ایک لگا لگا تھا۔ میرہ کو لگا جیسے اس کی جان کسی شے سے آڑ ہو گئی ہو۔

”تو کوئی تیسری طرف مروتوں کی آزادی کا جانتی نہیں ہے میرہ! اس سائبر میں ایک آزاد اور تباہی عورت کی جیسی قسمت ہے مروتوں کی جگہ میں کوئی بھی گھر اہل کا مظاہرہ کرنے سے باز نہیں رہتا۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ ہر چیز اپنے مقام پر عزت سے رہنے والی جائے تو اپنی عزت بھی قائم رہتی ہے۔ میں سرور کو خود کو اور دوسروں کو احسان میں ڈالنے سے کیا حاصل؟“ وہ اپنے مخصوص استہوا انیہہ اڑ میں کہتا چلا گیا تھا۔

میرہ کی ہلکی میرہ وضہ کے ہاتھ پر کھڑی کچھ آڑی وصول دیکھتی رہ گئی۔



”میں قدر ہے خوف، بے رحمی، آہستہ آرام سے اس شخص کی عشقہ نگاہوں کے آگے۔“ اس کے منہ سے تمام کھالی بننے کے بعد میرہ ”آپے ایک سالہ بچے کو کھانا بھول گئی تھی“ میرہ سے بولی تو وہ جینے کی سچا اس کا ہاتھ کی لڑنے والے تھ اڑ میں پوچھنے لگی۔

”تو تیار نہ کیا میں مجھے کیا کرنا چاہئے تھا؟“

”جس میں چاہئے تھا کسی وقت اپنی پینڈل اتار کر اس کی وہ بڑھتی کر تھیں کہ اس کے سر سے عشق و عاشقی کا بھوت اتر جاتا۔“

”تم کہہ سکتی ہو۔“ کیونکہ تم نے ابھی اسے دیکھا نہیں ہے۔“ وہ چہرہ سے ہونے لگے میں بولی تو میرہ اسے بطور دیکھنے پر مجبور ہو گئی۔ ہونٹوں پر نہ سمجھے میں آنے والی دیکھی میرہ کر رہا تھا۔ میرہ سکون کی بات دیتے۔

”کیا مطلب ہے چہرہ؟“ اس نے اپنے شک کو دور کرنا چاہا تھا۔

”وہ وقت تو ہے اور عشق انگارے جگہ ایک خاصا سبب اور پڑا حاکم شخص لگتا ہے۔“

تائید دینے اہمیتان سے کہا تو وہ اس کے ہاتھ پر مل کر بولی۔ ”اب گئے کو تو میری شکل بھی چاہو کہ مارن مروتوں کی ہے میرہ میں وہ نہیں بن سکتی نا۔“ لگنے اور ہونے میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے تائید دینے اہمیتان۔

اس کے چلنے کے انداز پر وہ بے اختیار راضی ہو گئی تھی۔ اس کے عشق و رغبت اور گھروں کی پینڈ سے میرہ کو نہ شاک میں جتا کر دیا۔

ان دونوں کی چند باتوں کی نہیں بلکہ سالوں پرانی دوستی تھی۔ پہلی جماعت سے لے کر بی ایس تک وہ اکٹھی پڑھتی تھیں۔ اس کے بعد میرہ کی شادی ہو گئی جبکہ تائید دینے ابھی ایم ایس کے فائنل کے انتظار میں تھیں۔

اس کے بعد لے کر وہ وہاں شہر لگائی۔ وہ تو اس کی برادر اسے واقف تھی۔

”چاہتے ہو تو وہاں کوئی تھانہ ہی کیوں نہ ہو اس سے تمہیں کیا مطلب؟“ میرہ اس فضول شخص کی لچر انگیز شے کا مطلب ہی کیا تھا تیار رہا۔ اس نے سختی سے کہا تو وہ شرمندہ سے بولی۔

”میرہ کی وہ بات؟“

”جو اس سے کہو۔“ وہ چاہتے ہوئے اپنے مخصوص انداز میں بولی۔

”تم کہو بھی کیونکہ میرہ وہ شخص مجھے فراموش لگتا۔ اس کے لفظوں سے انتہائی کسی خوشبو آتی ہے چنانچہ چھٹکتی ہے۔“

”تو؟“

”تو یہ کہہ جاؤ گی کہ میرہ سے ملنے کے میں ملتا ہے۔“ وہ تائید دینے اہمیتان سے بولی تو میرہ اپنے لفظوں تک خاموشی سے اسے دیکھنے لگی۔

”اور احسن۔“ اس کا کیا؟“ اس نے میرہ سے ہونے انداز میں پوچھا تھا۔

تائید دینے کے ہونٹوں کی مسکراہٹ سکھائی۔ ”آج کل کی چٹک چٹک میرہ کی ہر ماہی ہونے لگی۔“

”تم ابھی طرح جانتی ہو کہ وہ میرہ سے مزاج سے میل نہیں کھاتا۔“ تائید دینے اہمیتان کی ذہنی مطابقت میں ہے۔ مجھے زندگی میں قہرل پند ہے۔ بولتا نہیں ابھی لگتی ہے۔ غور چکا۔ پند ہے۔ اور احسن۔“ اس نے رک کر گہری سانس لے کر سمجھتی تھی۔ میرہ ذہنی لڑنے والے انداز میں بولی۔ ”اس کا انداز میرہ۔“ لگے بیٹھ بھائی ہاں ہیما نہ دتا ہے۔ لگتی ہے لے کر اب تک وہ مجھے کسی بھی رشتے سے گھیر نہیں لگا تو میں کیا کر سکتی ہوں؟“ ویسے بھی اس قدر سوچ اور چپ چاپ میرہ آہستہ آہستہ میں ہے۔

میرہ کو اس قدر کوئی فائدہ اور بولتا ہونا چاہئے کہ اس کے سامنے عزت کی قربانی دے دے۔

”تو یہ تائید دینے اہمیتان کی تھانہ کی تھانہ کر دیتی ہوگی۔“ میرہ اپنے استہوا اپنے دل میں کہا تو اس کے ذہن پر وہ میرہ سے مل گئی۔

”آپ میرہ اہم سوچ نہیں سکتی کہ اس وقت میرہ کی کیفیت کیا تھی۔ سبھی گھر ہاتھ میں بھی بے ہوش ہو جاؤ گی۔“ اس نے جوش سے مٹھیاں پیچتی تھیں۔

”تو یہ کہہ کر دیکھتیں۔“ وہ صوف کو کھینچتے ہوئے بولتا تھا۔ یقیناً جسیں اچھی طرح سے سنبھال بھی لیجئے۔ تو وہ پند لڑا میں بولی۔

”سنو پ۔“ وہ جھپٹتی تھی۔

میرہ نے اسے کھانے والے انداز میں کہا۔

”تائید دینے اہمیتان میں ہر چیز انسان کو ان مرضی سے نہیں ملتی۔ بہت سے ایسے معاملات زندگی ہوتے ہیں جن میں حالات اور وقت کی نزاکت دیکھ کر وہ فیصلہ کیا جاتا ہے جس میں صرف اپنی نہیں بلکہ کسی کی خوشی اور بھری ہو۔ روشنی کی حقیقت صرف یہی نہیں کہ سبھی میں میرہ نے ہر طرف چھوٹی حاصل ہوں۔ چلنے کو لگے بھی اچھا لگتے ہیں۔ میں تمہاری اس تمام گفتگو کو اتفاقاً یاد رکھ رہی ہوں۔“ میرہ نے اس شخص سے اسٹن بھائی بڑا درجہ بڑھ رہی ہیں۔ نہ صرف ان سے بلکہ ان کی پوری فیملی سے تم ابھی طرح واقف ہو۔ وہ لوگ بھی جنہیں سرانگھوں پر بٹھاتے ہیں۔ سبھی نالہ کے گھر گیارہ کے ہاؤسنگ ڈیولپمنٹ میں کوئی پراہم نہیں ہوگی۔ اس طرح کے چکر میں صرف وقت ہی نہیں بھی کھار پوری زندگی ضائع ہو جاتی ہے۔ اور میں جسیں ایسا کوئی فنون قدم اٹھانے کا مشورہ نہیں دوں گی جس سے وہ گھر انوں کے دلوں میں ایک اور۔ کے لئے دھن پید ہو جائے۔“

تائید دینے اس کے تمام گھر گھر سے سنا تھا۔ اس کے چہرے سے اب بھی سکون دہے تھا۔

”تائی ایڈیٹا لیا دینا کیونکہ میں نے وہاں ہے۔ جو کہ تھانہ میں۔“ نے جسیں صاف صاف تائید دینے اہمیتان۔

میرہ اپنی غوروں سے اسے دیکھ کر رہ گئی۔

بھابھہ تائید دینے میں شہر تھانہ تم کوئی مگر حقیقت تو یہ تھی کہ وہ اپنی شخصیت نے اسے ہر طرح سے غریب کر دیا تھا۔

جذباتوں کی کوئی وجہ تھی انہیں اسے بے غریب رکھنے لگیں۔ وہ خود کو کھانے کی کوشش میں مصروف ہونے لگی تھی۔

احسن اس کا لگا تار اٹھا اور اسی باتے اپنی گھڑی بھی بہت تھا۔ ماں باپ کے بعد دونوں بیٹوں کو ایک دوسرے کی کا سبارا تھا سو وہ ایک دوسرے کو بہت چاہتی تھیں۔ اسی چاہت کو سمجھ کر گھر کے لئے بیٹوں نے اپنے بچوں کے مرنے تو اس میں طے کر دے تھے۔

مگر احسن اپنے مزاج کی فطری طور پر تھانہ کی وجہ سے تائید دینے کے ایک غریب کی حیثیت سے طے کر دے تھانہ تھانے میں فٹ نہیں آتا تھا۔ ہونٹوں نے بھی احسن کے متعلق ایک مختصر کی حیثیت سے نہیں سوا تھا مگر وہ اپنی کے ہوں کیا تک زندگی میں نہیں چاہتے کے بعد وہ عجیب مشکل میں پڑ گئی تھی۔

اسے ابھی طرح سے تھا کہ میرہ کی باتیں سوچنے پر درست ہیں اگر وہ تائید دینے کے حق میں فیصلہ کر بھی لیتی تو گھر میں ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوتا تو اس گھر کو گھر کے کھنوں سے وہ شہر بہت کرتی تھی وہاں سے دور پڑنی اسے چھوڑنے تھی۔

باتھ روم میں موجود گاؤں اس کی شخصی آزادی کی وراثت بنائے گا۔

"کچھ نہیں ہوگا۔ میں نے شفق سے کھیلنا نہیں دوسرے دیکھ لے گی۔ اور وہ اپنی حالت بھی دیکھو۔ جس دن کی باری میں باقی مرچھا کر رہی ہو۔ اب بھلائی شدہ گری میں بازوؤں کی خاک چھانے کی کیا ضرورت تھی؟ مکتی مرچ کہا ہے کہ کبھی کبھی مت چلا کرو۔ کبھی کبھی دوپٹا پھر کر؟"

بھری دنیا میں ایک دوسرے کے لیے صرف وہی تھیں۔ پیلا سا نیلے میں رکھتے ہوئے آگے کھٹک کر وہ ان کے گلے میں بازوؤں کاٹ کر کے پسٹ گئی تو انہوں نے اسے بائیں سینے پہنچایا۔ اس کی آنکھوں میں نمی چھلنے لگی۔

بیشکی طرح اس نے اپنا ہنر دیکھ کر ہلکے ہلکے بولا تھا جو وہ زخف آکر بولا کرتی تھی۔

"کچھ بھی نہیں ہوتا گی امرا دگر ہر گنا۔ کیلے جا سکتا ہے عورت پر پابندی کیوں؟"

اس کا ذہن اب تک اس کا عمل یقین دہانے میں لگا ہوا تھا۔

وہ اب بھی سوچتی تو اس کے پورے دماغ میں خود وہی منہ بہ من دورا لگتی تھی۔

اگر اس وقت ایسی ہی باتیں نہ آتا تو؟

اسی طرف دورہ بہشت ہو رہا تھا۔ کچھ پاؤں میں اتنی سوچ نے اسے شدید بخاری کیفیت میں مبتلا کر دیا تھا۔

وہ اس واقعے کو جتنا بھولنے کی کوشش کرتی تھی تب تب سے وہ تمام سین پر وہ جن پر بھلا لے سکتے تھے۔ تمام حالات اور پابندی اپنی پائی تھی۔ مگر وہ ایسی کی حضور تھی جو اس ناگم موقع پر اپنی تمام نہاد کا کولے کر نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ ایسی کی طرح وہیں نے میرے کھڑکوں میں کم از کم شناخت کے شے میں غور و تھوڑی جا۔ پانی تھی مگر ساتھ ہی ساتھ ہر شے کو خیال آتا تو وہ یہ سوچ کر کڑم پشان ہوئے تھے کہ کبھی ایسی نے وہ تمام قدر تک صرف ایک کمرے میں نہ پھیل دیا ہو۔

ایک اب وہاں جا کر ہی پتہ چلا کہ کیا صورت حال ہے۔

وہ خود کو حوصلہ کر رہا تھی۔

"اب کبھی طبیعت ہے جسے؟" شاید بھائی اپنے دایاں سالہ شیب کو اٹھائے چلی آتی تھیں جو میرے کو دیکھتے ہی اس کی طرف دھنکے لگاتے۔

"ایک دم فٹ ہوں۔" اس نے شیب کو لپیٹے ہوئے کہا تھا۔

"سب وہاں کی کہہ رہے ہیں۔ پورے کھڑکیں۔" اسی نے اصل صورت حال واضح کی تھی۔

"پتہ لگائی نہیں کہ آپ ایک اپنی استیضہ رو کی اسکول کی پرنسپل ہیں۔ اپنے استاذوں کو تو وہ سے تین دن غیر حاضر نہیں ہونے دیتی اور مجھے جیسے چلے جانے کے لیے بھاڑ رکھا ہے۔" وہ ٹھکانا ہوتی تھی۔ شاید بھائی کو اس کے انداز پر ہنسی آگئی۔

"یہ اچھی رہی۔ لوگ تو ترستے ہیں ہڈیاں کر کے کو۔"

"وہ بالکل لوگ ہوتے ہوں گے۔ سادہ دلت جیسے ذہین و فطین نہیں۔" شیب کو باتیں اچھالتے ہوئے وہ شرارت سے کہہ رہی تھی۔

"آف بیلہ فیمیاں۔" انہوں نے گہری سانس بھری تھی۔

"میں تو کہہ رہی ہوں کہ وہ دن مزید میرے کلو۔ بخاری کڑوری تو اچھی طرح سے وہ ہو لینے وہ زندگی چاہئے۔ انسان کا مٹو ساری بھری کر رہا رہا ہے۔" اس کا ایک چار کرتے ہوئے ہی کہہ رہی تھی۔

"اب اس کو بد دہانے دیں؟" اسی کی اتنی کڑی کریمیں اس کی بخاری میں بہت بھار ہے۔ اٹھا سا بخار بھلا اس کا کیا پتہ لگتا ہے؟" شاید بھائی انہیں بڑھا رہی تھیں۔

"کچھ بھی کوٹھانہ میرے دل کفر نہیں آتا۔ چروقت میں ہی وہاں میں انکار رہا ہے۔" وہ بے چینی سے کہہ رہی تھیں۔ میرے دھڑکنے لگا۔

"اسی نے تو چروقت آپ کا بی بی گڑبڑ رہتا ہے۔ اس طرح کر رہی تھی تو سب کچھ چھوڑ چھاؤں کر گھر بیٹھ جائوں گی۔ ایک تو اسی اور وہ دل میں سمجھ رہا ہے وہ سے یہ چھوڑ دینی رکاوٹ۔"

"خاطر آئے بند یہاں کس کو سمجھائے؟" شاید بھائی ہاتھ پر ہاتھ مار کر رہ گئیں۔

اس کی اگلی دن وہاں کی بخاری کی تھی۔ رات وہ سونے کی بخاری کر رہی تھی جب شبنم کا خون آگیا۔

"اس قدر بھی ہوا تم میں اچھا ہے جو اصل صورت حال کی خبر نہیں دی ہو۔" اس کا مال دھول پوچھنے کے بعد شبنم اپنے مخصوص منہ بہت انداز میں ٹھہر کر نے گی تو وہ استیضہ انداز میں پوچھنے لگی۔

"کیا مطلب۔ کبھی صورت حال؟"

"میں کی اس روز بیک کی تھیں غصوں سے پھلا تھا۔"

میرے کو ایک جھٹکا مارا تھا۔

"وہ جیسے کمال ہو گیا باقی اہل ایک دم سے زیر و بی گیا۔ کیا اسٹریٹ ٹریفک کی ہوئی اس نے۔ وہ یہ بھی بیک جلت ہو رہا ہے۔"

"تھیں یہ سب کس نے تالا ہے؟" اس نے دھم سے لہجے میں پوچھا۔

"مجھے کیا ساری پوچھ رہی کوئی ایسی نے تالا ہے۔ اس کے کان سے کی دھم پگی ہوئی ہے ہمارے۔" فضا گھٹت میں۔

"وہ اس قدر گھٹتی تھیں جو سکتا ہے، میں نے بھی سوچا بھی نہیں تھا۔ ایک ٹوکی کی مشعل وقت میں مدد کر دیا تو انسانیت بھلا ہے مگر اسے ہاں پھر ہمارے شرف کرنا زری ڈالت ہے۔" وہ چست پڑی تھی۔ دوسری جانب ناگنا شبنم بھی گڑبڑ لگتی تھی۔

"آئی ایم سوری میں اچھے تو صرف وہی کچھ معصوم ہے جو بڑی کی نے سب کو تالا ہے۔ میں نے تو بڑی ختم سے ذکر کر دیا۔"

"اس کے۔" وہ بڑی کو کھٹکا مارا رکھ پانی تھی۔ "میں میں تمہارا کیا قصور ہے لیکن لڑکی کی اس حرکت کو میں کبھی معاف نہیں کروں گی۔"

"اچھا تو پھر مل تری ہونا؟" شبنم نے پوچھا تو وہ جلدی سے اٹھاتے میں جواب دے کر چند ایک باتوں کے بعد ریسیور کو کڑوہیں صوفے میں چھٹ گئی۔

"کس قدر گھٹیا حرکت کی ہے لڑکی نے۔ اور میں۔ میں اس کا شکر ہے اگر نے کا سوچ رہی تھی۔" وہ بتائے گی کی اس حرکت کے متعلق ساری تھی اسی ہی اس کے اندر کی جھل باری تھی۔

اس نے اسے سیکڑا دیا۔ وہ شبنم کے سر اوپریں بھیجا تھا۔

بوسل میں شبنم سے ملا تے ہوئی تھیں اس نے دوبارہ اس موضوع پر کوئی بات نہیں کی تھی لیکن پوچھ رہی تھی جس کسی نے بھی اس کا حال پوچھا ساتھ میں اس واقعے کی تفصیل بھی ضرور چاہی۔

وہ ذات اہانت کا انکار نہ کر رہی تھی۔ اپنی اور وہ دونوں ہی اپنے لپٹا رشتہ میں بہت پائل تھے۔ میرے آجی اہانت اور لے دینے۔ پھر وہ لے ضرور انداز کی وہ بہت اور اپنی نہ صرف اپنی اہانت بلکہ اپنی خوش مزاجی، خوش لباسی اور پرستائی کے لحاظ سے۔

اور اس صورت حال میں ان دونوں کا سیکڑا انداز ہونا کوئی چھٹی سوئی بات نہیں تھی۔

اور سائیکالوجی کی سادہ طرز کا وہ وہل۔

"میں ان کے جیسے میرے جی اگلا بیڈل تو کیا تم پورے کا پورا کھلم بھلا لے رہی تھیں۔"

اس کی پوری ہستی جیسے منہ کے بل میں پڑی تھی۔ اور وہ جو شخص میں متعلق کی نوعیت صاف کر دینے میں مشغول تھی، ٹھٹھک لڑی رہی۔

شفق اور کراہے کھینچ کر لاہوری کی غصی قدرے تاریک بڑھیں پڑے تھے۔

"کیا ہو رہا ہے؟" اسے دوبارہ ایک لڑکے پر دم بھڑا دیکھ کر شفق کا دل ہو گئے لگا تھا۔

"مجھ میں نہیں ترابا کر لڑی ہے یہ سب کھاس کی نہیں؟" کراہی سب یہ تھی۔

"مگر وہ تو پھر مل تری آئی نہیں رہا۔ کھڑکیاں ہی روز کے بعد سے جب میرے دل پر تھی۔" شفق نے اسے دلا دیا۔

"جس روز وہ پھر مل تری آئی تو اسی روز سے یہ عجیب طرح کہانی پر۔" شفا رشتہ میں پھیل گئی ہے۔" کراہے لگا تھا۔

"اس نے میری مدد نہ کر لی تھی مگر اس کا مطلب یہ تو نہیں تھا کہ وہ اس مارے۔" شفق کو اس فنون اور گھٹیا طرز سے بیان کرتا۔ "میرے دن دیکھی آگ میں بیٹے گی تھی۔ اس نے پورا ہاتھ غلا دیا۔

"وہ کی دیکھی اتنی باتوں کا خبر نہ کر دیتے کہ وہ اسی نہیں۔" کھنے والوں کے منہ اپنے آپ ہی بند ہو جائیں گے۔" شفق نے پوری بات سننے کے بعد اسے سمجھایا تو اس کی آنکھیں پلٹ گئیں۔

"آج تک میری طرف کسی کو نہ کھٹکا نے کی نہ کھٹکے ہوئی شفق اور اس اہل شخص کی وجہ سے سب کچھ پھیل گیا تھا۔

"تو کون کون ہوئی موقع چاہتے ہوتا ہے بات بدھانے کا۔ اور پھر میں لڑکی کو اچھی طرح سے جانتی ہوں۔ وہ ایسی فنون حرکت نہیں کر سکتا۔" کراہے لگا ہوا تھی سے بولی۔

"اس کے علاوہ تو میں ہی کہہ ہوں اس مارے۔" شفق نے۔ مگر اس نے نہیں تو میں نے یہ سب پھیل دیا۔"

"میرے یہ مطلب نہیں تھا میرے "کراہے لڑی تھی۔" لیکن جس حد تک میں اس کی فطرت کو جانتی ہوں اس کے سبب میں کہہ رہی ہوں۔ اب آگے بڑھتا ہوتا ہے۔" "مگر میں اسے ہی آگاہی سے نہیں سنوں گی۔ اس نے میری ماہر میری عزت پر اور اکیا ہے جس کی میں کبھی اسے اجازت نہیں دے سکتی۔" وہ پھٹکادی تھی شفق

اس کا ہاتھ چھیننے لگی۔

”میرا ہاتھ نہ کرو، جتنا اس بات کو برا حادگی اتنا ہی تمہارا نقصان ہوگا تم بھڑوٹی تو لوگوں کو بھڑانے میں درپیش لگے گی۔“

”تمہارا مطلب ہے کہ میں اسے پوشی ہو سکتا ہوں؟ وہ میرے حقیقی جوتی میں آئے گا پھر؟“ اس کی سرخی آنکھوں میں سرخی اتر آتی تھی۔ شفیق نے ایک مرتبہ پھر حق کے ساتھ اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

”اسے جو کچھ تمہارا کر دیا۔ اب اگر تمہیں کوئی تو نہیں دہی تو باقی سب کے لئے بھی اس سارے کھیل میں کوئی لطف نہیں رہ جائے گا۔ بھول جاؤ اور اپنی پڑھائی پڑھو۔“

ایک روز سر پر چن لوڑ نہیں اس بار وہ میڈل لگا رہا ہے۔

اس کے ذہن میں سباحت ملی کا استہزائیہ جملہ گونجتا رہا۔ ”سے سے ایک آگ میں جلنے لگی۔“

”میں اتنی آسانی سے ہار ماننے والوں میں سے نہیں ہوں۔ ایلیٹی نے جو کیا ہے اس کا ممکن بھی اسی کو کرنا ہوگا۔“ وہ مشتعل سی دیر بھٹتی جلی گئی تھی۔ وہ دونوں بے بسی سے ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے۔

جب تک ایلیٹی سے اس کا سامنا نہیں ہوا تھا وہ جانے کس خیال میں سروری تھی۔ جسر کر امت کی کا اس سے لگنے کی کوئی دیر کے پہلی سر۔ پھر کوئی کے کریم میں بیٹھنے پہ دوستوں کے ساتھ بے غری سے نہیں لڑتے ایلیٹی کو کچھ کس کا طون کول اٹھاتا۔

اسے تیزی سے ان لوگوں کی طرف بڑھتے دیکھ کر شین، زار اور شفیق پشیمان اس کے پیچھے لگی تھیں۔

اسے اپنی طرف آتے دیکھ کر وہ سب ایک دم ہی چپ ہو گئے تھے ٹھکان کی دہی دہی سکر اہستہ اور معنی خیز سے مٹا رہا۔ ”میرا ہاتھ نہیں رہ سکے تھے۔ اس کے چپ سے شعلوں کی لہریں نکلنے لگی تھیں۔“

”تم ایک نہایت ہی گھٹیا انسان ہو۔“ اس نے کھڑکی میں رہا انسان نے کی کی طرف اٹھتے ہوئے شفیق لہجہ میں کہا تھا۔ ”جیسے اس بات کی بھی تیر نہیں ہے کہ کسی لڑکی کی مدد بھی ڈھنگ سے کر سکتے۔“ جسر کا زور کھو، میں ان سے ہوا لڑکیوں میں سے نہیں ہوں تم جن سے ایتر زچا تے ہو اور جن کو سیکھنا لاز کرتے ہو۔ میرے متعلق یہ کیا کچھ سوچ سکتی ہو؟ کھا گئے۔ اور اس روز جوتی نے انسانیت کے نام پر پھر یہ دہی تھی، اس کا کرنا نہ تو تم اچھا سا لے ہی چکے ہو۔ اس لے اب مجھے اپنی احسان مند مت سمجھنا سزا پائی گی۔“

وہ عظیم دہی لہجہ میں کہتی رور رور جو اس کے دوستوں اور دوسرے اسٹوڈنٹس کی بھی پر دہی نہیں کر رہی تھی ان کے ذہن پہ نہیں کیا سوچنے لگے تھے۔ مجرور ہونو دینے پر بازو لیٹنے خاموش بیٹھا اسے دیکھ رہا تھا۔ شفیق نے مشکل اسے وہاں سے کھینچا تھا۔

”یہ کیا ہے تو؟ فائنل کت ہے میرا کیوں؟“ وہ زور کھاتا تھا۔ ”وہاں سے کھینچو تو کتا شوری ہو سب کے سامنے؟“

”کوہو وہ اس نے جو کرنا کیا ہے وہاں شین ہے کیا؟“ وہ پچھا اٹھی تھی۔

”پہلوان لیا کہ اس نے اس روز وہاں اٹھ سب کو ہار دیا تو اس میں جرنی ہی کیا ہے؟ تم کیا دنیا کی وادہ لڑکی ہو جسے کسی نے شک کرتا چاہا؟ بھر ایلیٹی دنیا کا واحد لڑکا ہے جس نے تمہاری مدد کی؟ اس کی تہ کوئی بھی انسانیت کا ادائی ہوتا ہے تمہاری مدد ضرور کرتا۔“ شفیق نے دہانیت سے کہا تھا۔

”جسر اس نے یہ چھپا کر حرکت کر کے ٹو کو نہ مانوں کی کھڑکی سے نکال دیا ہے۔“ اس کے کانوں کی لوہیں تنک چپ رہی تھیں۔

”تم جیتے رہ سب اچھا نہیں کیا۔ اتنے سارے لوگوں میں اس کی سہلست کر دی۔ سوچو اگر وہ سنا بیٹے پر اثر تو کیا ہوتا؟“ زار نے اسے سانس سے کہا تھا۔

”بند ہو لے کھاتی کیا اس کے پاس؟“ وہ تھی سے بولی تھی۔

”یہ بات یوں چلتے پھرتے نہیں بلکہ آہستہ سے جڑ کر گہرائی جانے والی تھی۔ جسے تم اپنی بے ہوشی کی وہ سب سے ایک بنارکھ دے۔“ مٹی ہو۔ پھیلتا سب کچھ لگی نہیں کہہ رہے تھے مگر اب ضرور ذہن دہرا لے نکلیں گے۔ ”زار نے مل کر کہا تو وہ بخشتی ہو گئی۔

ہند ہانیت کا بھوت اتر تو اسے اپنی حرکت کی گھنٹی کا احساس ہونے لگا تھا۔

”یہ کیا دھوم مچا دی ہے تم نے اور ایلیٹی نے یونہی ہی میں۔“ زار بات کو پہلے اس نے اٹھا پھینکا اور اب تم اسے لے کر اس قدر لڑتی ہو رہی ہو۔ ”شین نا کواری سے کہہ رہی تھی۔ بھر بولی۔“ اس اب اس سارے قصے کو بھول ہاؤ۔ ایلیٹی سے کون سی ہمار۔ گروپ کی بہت اگلی فریڈ شپ تھی۔“

”تم تو یہ مت کہو۔ تمہاری تو اس سے بچپن کی دوستی ہے۔“ مٹی مین اسکول سے لے کر اب یونہی ہی تک تم ٹوٹا اور ایلیٹی کی لڑی رہی ہو۔ ”میرا رانے بلکے پھٹکے انداز میں کہا تو وہ سنا دے بولی۔

”میں اپنی انہیں بلکہ پورے گروپ کی بات کر رہی ہوں۔“

”اچھا اب بس کرو اور کچھ اسٹوڈنٹ کی طرف بھی تو چہ۔“ فائل ایڈیٹر مڑ رہی ہیں۔ زار مٹی صحت کو ہر ماں کے ٹولس دے۔ وہ۔ ”شفیق اپنی فائل نکال کر پھیلے تمام پتھر کے ٹوٹے ہوئے اہم پوائنٹس والے پیپر ڈالنے لگی۔ میرا ہاتھ لٹکا کر کچھ پڑھنے پڑھنے پر آمادہ کیا تھا۔



”وہاں اب لڑکی جاؤ۔ کتنی بڑا سو گئے؟ سارا صبح ہوا دھج رہے ہیں نا۔“

بے بسی تقریباً چھٹی مرتبہ اسے جگانے لگی تھیں۔ ہالوں میں اس کی نرم انگلیوں کے لمس کو محسوس کر کے اس نے آنکھیں کول کر ایک نظر انہیں دیکھا پھر قہور اکھک کر تڑپا ہوتے اس کی کود میں سر رکھ لیا۔

”کیا ہے بے بسی اتنے دنوں کے بعد جو ملی آیا ہوں۔“ نیند تو پھر ہی گر لینے دی۔“

بے بسی نے جھٹک کر جیت سے اس کی کشادہ بھٹائی چھل لی۔

”میں صدمہ سے میری جان اچھا ہمار بھی تو جی جا رہا ہے جھ سے جاس کر کے کو۔ سب ہمارا دکھار میں بیٹھے ہیں کہہ ب و تار ہا گے گا۔“

”تو سب کو میری آمد کی خبر ہو گئی ہے؟“

”تو آگیا۔ بس اب تم جلدی سے اٹھ جاؤ۔ صدمہ تمہارا۔“ لے ہاتھ دھانے لگی تھی۔ میں نے ہی روک دیا کہنا زار دہی پر اٹھے کا لطف ہی کچھ اور ہوتا ہے۔“

بے بسی کے منہ کھلتے ہوئی پراہوں کا نام نہ کر اس کی بھوک نہ بھوک ہی ہانگ اٹھی تھی۔ ”میرا صدمہ کاشیر میں ہو ملک کرتے ہوئے زبان کا اٹھتی ہوں چکا تھا جرنی کے ہر لطف کسانوں کی تو نمایاں بات تھی۔“

”آپ جا کر بڑی بھائی سے ڈھونڈو لیں، میں جس منٹ میں فریش ہو کر آتا ہوں۔“

وہ چھانک لگا کر پچنگ پر سے اتر اٹھا۔ بے بسی چنے لگیں۔

”صدمہ بھی کہہ رہی تھی کہ اس کے سامنے نا زور ہوئی پراہوں کا نام تو بھلی کی طرح اٹھا گئے۔“

”میری پیاری بھائی میری پسند ہا پسند بہت اچھی طرح جانتی ہے۔“ وہ قہار سے کہتا لڑائی میں سے اپنے کپڑے نکال رہا تھا۔

”اچھا اب جلدی سے آ جانا۔ یہ نہ کہنا شین خط ہونا رہے۔“ بے بسی جاتے جاتے ایک دوا بھر تکیں کرتی گئی تھیں۔ وہ ان کی کھینچوں پر مسکراتا کپڑے لے لے ہاتھ روم میں گھس گیا۔

وہ تیار ہو کر ڈانٹک روم میں پہنچا تو اس کے تمام کپڑوں میں موجود تھے۔

سب سے پہلے وہ لڑائی کی کھلی ہاتھوں میں ملا تھا جو کہ اس کا بھائی ہی نہیں بلکہ ایک بھائی دوست بھی تھا۔

”مجھے تو یہ دونوں بھائی کم و ایک دوسرے کے محبوب زیادہ دیکھتے ہیں۔“ لوشاب نے بیوش کی طرف ناک چڑھا کر ہلکے پھلکے کہا۔

”بے خوف لڑائی اور دوست کرنے والے ٹیکہ دوسرے کے محبوب ہی ہوا کرتے ہیں۔“ وہ لڑائی کی بات کا جواب دیتے ہوئے باقی کزنز سے ملنے لگا۔

رات کے جب وہ سوچتی پہنچا تو سب خواب نرگوش کے مڑے سوٹ رہے تھے۔ اس نے وہ کسی کوئی ڈسٹرب کے بغیر صرف بے بسی سے لی کر سیدھا اپنے کمرے میں چلا گیا تھا۔

”اور کتنی تم لوگ کیسی ہو؟“ وہ سب سے ملی کر لڑکیوں کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

”ہم تو تو ڈاکٹر ٹھیک ہیں تم تاؤ کن پتہ میں سوچتی کا پھر لگا ہوا لے ہوئے ہو؟“ فوڑ نے اپنے جیسے لب و لہجہ میں پوچھا تو بے اختیار نا مسکراہٹنے وہ لڑائی کے لڑکوں کی تڑائی میں پھوٹ کر رہی۔

”آج کش دلو تو سارا پاؤں کی اسکرین پر جھلکا اٹھا تھا۔ ہندو دنیا۔“

اپنے نام کی طرح کش پھرے زور۔

جڑوں میں اسے جوں پھیر کر گئی کہ جو ملی تو کیا لپٹا آپ بھی ہو لے رہا تھا۔

”یہ تو پھر سے وہ چھٹا لپٹا ہے۔“ طالب نے اس کے ہاتھ لے کر ہاتھ دے کر کہا تو وہ چھپ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

”میں ڈرا بھائی سے ملی آؤں۔“

وہ بچپن کی طرف آگیا تھا۔ جہاں وہ کام و لپٹوں کی موجودگی کے ہوا جو صدمہ بھائی اس کے لئے اپنے ہاتھوں سے سنا شین تیار کر رہی تھیں۔ اس کے زور و زور اسلام گہنے پڑوہ نہیں ہوئی تھیں اور اس کے گھٹے ہالوں میں آئے وہاں باجھری پھیر دیا۔

"اے بھائی! ساری سچائی ڈالیں گروٹی آپ نے۔" وہ تڑپ اٹھا۔

"اتنی ذرا سی بات پر مردوں کی پرانی ڈالیں نہیں ہو کرتی۔" وہ جس گرجہ رہی تھیں۔

"بہت اہم بات ہے۔ رکھی ہے بھائی آپ کو۔" وہ ہاتھوں سے ایل تھما کرتے ہوئے تاح سے کہہ رہا تھا۔

"اقتل تو میں نے دے رکھی ہے تھمارے بھائی کو۔" وہ نہ ابھی تھیں وہ ابھی مکئی میں دکھائی دیتے کام کرتے ہوئے۔

ان کی بات پر وہ جس دیا تھا۔

"اس بار بہت دیر لگا دی شہر میں۔" خیریت تو تھی نا؟ فون پر بھی بات نہیں ہو پائی۔

"بس جو نئی نئی بات ہے۔" کام کا لڑکا کافی تھا۔ وہ پھر دو تین مرتبہ بھائی سے بات ہوئی تھی میری۔ "وہ عزت تو تقریباً ہر دوسرے روز فون کرتا ہے۔"

"کوئی نہیں تھمارے بھائی کی کہہ رہے تھے کہ بس جو نئی پلٹے پلٹے تھے ہی تم سے بات ہوئی ہے۔"

"تو وہ پلٹ پلٹ کر رہے ہوں گے۔" شہر کی کسی چیز آرام سے بات چیت کر رہا تھا۔ "وہ کچھ سے بھلا ہوا قریب کرتے ہوئے شہر سے بولا تھا۔"

"بات کرتی ہوں میں اس بار بے قی سے۔" بہت تازہ اور لمبے تم۔ اب تو سرسئی کی جاب بھی مل گئی ہے۔ زمیندار ہی تو تم ٹھیک ہی چلے ہو۔ اب کی بار تو تھمارے شادی کی

بات لے کر وہ کسی نہ ہوں گی۔ "وہ پوچھنے کو کھلی آئی پھر گرتے ہوئے اپنا منسوبہ بتا رہی تھیں۔

"میں بھی اس بار میں راہ لے کر آتا ہوں۔" اس کی آنکھوں میں جھجکات سی مڑا آتی تھی۔

"کی؟" وہ بے چینی سے اسے دیکھنے لگیں۔

"کیوں، مجھے کیا پادری جانا ہے؟"

"تو تم پر تھمارے وہ بے عزت ابھی یہ ہو رہا ہے۔" اب تم مان گئے ہو شادی کو تو وہ بھی مان جائے گا۔"

"اچھا اب دوسری باتوں کی طرف جاتا ہوں تو دوسروں کے کانوں میں مت پہنچاؤ مجھے گا۔" میں خوش ہو کر دیکھ کر بے بی سے بات کروں گا۔"

"تم کیوں، میں تو حیات کروں گی۔" انہوں نے کہا تھا۔ ان کے پیروں پر استحباب دیکھ کر وہ جلدی سے بولا۔

"اچھا بہت دیر دست بھجوا کر لگی ہے۔ جلدی سے سامنے لے کر نہیں۔"

وہ اننگس دم میں واپس چلا آیا تھا۔

کمرات کے فوٹو ملاتے کڑوا فوٹو میں موجود یہ قدیم و جدید قریب کا مزاج لے کر رکھو جو ان کے تازہ اہدائی لگتی تھی جو کہ والدین کی وفات کے بعد وہ انوں

بھائیوں قدر اہل کو رہ رہا تھے کے جسے میں اتنی تھی۔ قسمت کی بات ہے تھی کہ انوں بھائیوں کی شادی بھی ایک ہی گھر میں ہو گئی جنوں سے ہوئی تو محبتوں کے یہ بدقسم

ہو رہی منسوبہ ہوتے چلے گئے تھے۔

"اب بھی، اب تاؤ کیا بات ہوئی ہے؟" رات کے کھانے کے بعد حسب مادت وہ انوں سب کی نظر پھا کر چل قدمی کے لئے باہر نکلے عزت کو صوفی لگاتا تھا۔

"کیا؟" کچھ بھی تو نہیں۔" وہ کہہ گیا تھا۔

"نکومت۔" وہ کھینچنے سے شہر۔ بولے ہوئے انداز دیکھ رہا ہوں۔ اتنا بے وقوف نہیں ہوں کہ سمجھ نہ سکوں۔"

عزت نے اسے گھور کر دیکھا تو وہ پلٹ مار کر کھانے لگا۔

"تو میں ملو تو اتنے عرصے سے نہیں اتنا ہی بے وقوف سمجھتا رہا۔" جہاں عزت نے اپنے ہونے اس کے شانے پر ننگا رسید کیا تھا۔ "اب سیدھی طرف جاتا ہوں کہ کس پھر

میں ہو؟"

وہ اس کے اندر تک پہنچا تھا۔ اب بھی اس کی آنکھوں کی چمک اور بے ساختہ کمر ایسے اسے ٹھک گئی تھی۔

"یہ اترم تو جان ہی کو گئے ہو۔" اسی کا کچھ پر عمل بھی ہوتا ہے۔ "وہ پہلے نے سہم سے ہلاتے ہوئے کہا تو عزت نے اسے آنکھیں دکھائی تھیں۔

"سہم وہ ان میں کچھ بھی پر عمل نہیں، مجھے ۱۰ سال پہلے میں تم سے پورے پورے ۲۰ سال پہلے میں تھا۔" تھمارا فرض تھا کہ کبیر۔ ہر سوال کا ٹھیک سے جواب ہو۔"

"ابھی دیر وقت ہے۔" اسے ہنسی لگتی۔

"اب تار ہے ہو یا پھر میں اپنی سی ڈی کو ترک کر کے چھ لگو لوں؟" اس کو کہتا ہے کہ اگلی بار تھمارے پاس بڑا بڑا جان کھولیں۔" عزت نے بڑے بارعب انداز میں اسے

دھمکا دیا تھا۔

"ختم کرو۔" وہ بھائی ہو کر چھوٹے بھائی کو ہلکے سے مل کر رہے ہو۔ "لاڈلی لے اسے تار سے دیکھا تو وہ آرام سے بولا۔"

"کبھی کبھار کھلی کھلے کے لئے اتنی ہی نہیں کر کے میں مضائقہ بھی کیا ہے۔"

"اس بار میں بے جی سے تھمارے شادی کی بات کرنے والا ہوں۔" تھمارا مان بڑا کڑوا دوسری پلٹے لگا ہے۔ "وہ پہلے نے اس کی بات کو مذاق میں اٹھانا پڑا تو وہ پلٹے پلٹے

اس کے سامنے آکر کھڑا ہوا۔

"تو تم تھمارا اپنا حلق کیا راہ ہے؟"

اس کا سوالیہ جھجکا لگا تھا۔ وہ گڑبڑا گیا۔

"میرا کیا۔"

عزت نے انہوں کی طرف دیکھا تھا۔ اس کے سر پر وہ پیدہ چہ۔ اس کی تھما بہت کچھ ہو رہا تھی تھی۔ ہونٹوں کی تڑپ میں ابھی یہی سہم ایسے اندر کے راز بھلا کر رہی تھی۔

"تم کسی کو چاہئے گئے ہو؟"

وہ بے حد بے ساختگی سے بھارتیہ انداز میں نہیں بلکہ چینی تھا۔ ہوا ہوا کو کھینچنے کا موقع بھی نہیں ملا تھا۔ سنجیدہ رہنے کی کوشش کرتے ہوئے بھی اس کی کھلی ہوئی مسکراہٹ

نے سارا پہل کھل دیا تھا۔

"کیوں ہے؟"

"نا بدھنیا۔" اس کے لب و لہجے میں شیرینی سی مل گئی تھی۔ سیاہ آنکھوں میں اتنا شہ عزت نے بہت شدت سے محسوس کیا تھا۔

"تھمارے ساتھ جاب گرتی ہے؟"

"نہیں۔" اس نے ٹٹلی میں سر ہلا دیا تھا۔ پھر بولا۔ "آج کے لئے اس اتنا ہی کافی ہے۔ باقی سب بے جی کے سامنے تھاکاں گا۔"

"پھر بھی کیا رہا ہے کسی وہ؟" عزت نے پوچھا تھا۔

"تھمارا کیا خیال ہے۔" جسے وہ پہلے نے پابا لگا دیکھی ہو گی؟"

اس نے بے حد احتیاط سے پوچھا تو کھلم کھلا اسے دیکھتے رہنے کے بعد عزت نے گہری سانس کے ساتھ شانے سے ہٹکے تھے۔ پھر قدرے تشریف لے کر ان میں پوچھنے لگا۔

"تھمارا کیا کام ہے؟"

"اس کا سوچنا اس کے والدین کا کام ہے میرا نہیں۔" پھر بڑا بڑا اس وقت یہ ذکر کر کے میرے ہونٹا بہت کرنا۔"

"تم بھی اپنی فرسٹ لائیو کی بات کرو گے تو یہ کا ذکر نہ کرو گا۔" اس نے پہلے ہی سے وہ کھلا ہوا تھا۔"

عزت اس کی نسبت کافی قہر میں تھا۔ اگر اس کے مزاج میں ذرا ہی بھی جذباتیت تھی تو صرف وہ صرف وہ کی محبت کے معاملے میں۔ لیکن اسے لے کر اب تک

ان دونوں کے درمیان بھائیوں کے رشتے سے بڑھ کر وہ جتنی کا کاٹھ بندھن رہا تھا۔

"تو تم کس لئے ہو اب بھی کوئی پر اہم ہوئی میں تھمارے سامنے کروں گا۔" وہ جھڑپ سے بولا۔ پھر شرارت سے اضافہ کیا۔ "وہ ایسے بھی شادی کی بار ہی تھمارے

ہے۔ پھر چھٹی میں جان کا دل بھڑپا کیے آگیا جو توڑنے کے لئے خوش ہو رہا تھا۔ میں بات کروں گا بے جی نے۔"

"ٹھیک ہے۔" وہ بڑا ہنسی سے منس دیا تھا۔

"ابھی کسی سے کچھ مت کہنا۔" پہلے میں بھائی سے بات کروں گا۔"

وہ ابھی اس نے عزت کو تکیہ کیا تو اس نے سمجھ داری سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"وہ وہ پہلے بھلا کوئی نہیں، تب بھلا تھمارے کھال اتاریں گے۔"

جہاں وہ اسے گھور کر دیکھا تھا۔

پھر اس نے یہی کیا تھا۔

صدیقہ بے چاری خود ہی تھیں۔ پھر وہ پہلے کی جذباتیت انہیں مجبور کرنے لگی۔

"بھائی آپ مجھے اچھی طرح جانتی ہیں۔ اگر کسی نے میری مرضی کے خلاف کوئی فیصلہ کرنے کی کوشش کی تو میں ابھی اسی قدم بھی اٹھا سکتا ہوں۔"

اپنے جتن نہیں تھے رات سب سمجھو جانے کے بعد بے جی کا بہت اچھا وہاں کچھ کرنا تھا۔ تھمارا بندہ دنیا بھر کا نام ان کے کہوں سے کھتے ہی سدا کی طبع

بے جی ایسے ۱۰ سال میں نہیں کہ بھائی کا خون خشک ہونے لگا۔

"کہاں ہے جڑی، وہاں اسے۔" منسے سے بے چارہ ہو کر انہوں نے چوٹی کو زبردستی کی پکا صرف وہ پہلے ہی کھینچ بلکہ حوصلے کے دھڑکنے کو بھی چوٹی کی تھی۔



وہ بچنے آوے کھلے سے ان کی ڈانٹ پھونکاری ڈو میں تھا۔ ان کے سامنے سوڑے پر سر جھکا گئے بیٹا وہ جواب میں ایک کھو بھی نہیں بولا تھا مگر چہرہ۔ یہ پھانی تہذیب کی سرنی اس کی قوت برداشت کی کوہی و۔۔۔ دی تھی۔

”تمہاری بہت کیسے ہوئی کسی دوسری لڑکی کا نام لینے کی۔ غضب مند کا۔ نہ صرف فلاں بلکہ تمہارا۔ بچہ کی بھی بیٹی ہے۔ دو دور مٹے مور تیرا کھیلے دوسالوں سے بات چیت میں ہے۔ برادر کا چاہے تو تم اس گھر لائے کو۔ چہ بچی بے لکھی باتوں سے دلوں میں کتنی بھڑواں جاتی ہیں۔ میرا اکاٹھرا ماجرا دیکھا۔ میں تو پہلے ہی تمہاری شہری نوکری کے حق میں نہیں تھی۔ چانس نہایا کسی پھنسل نے تمہیں اپنے ہال میں۔“

بورڈ رولی کی برداشت کی شاہی یہی تھی مدھی۔

”بلیا ہے ہی آپ؟ بندہ کے خلاف ایک کھو بھی نہیں کہیں گی۔“

مسلحہ بولی اپنا غصہ نکالتی ہے ہی اس کا سر نہ چہرہ وہ کچھ بکا ہوا لگیں۔

”بہیمان آپ سو رہی ہیں ویسا کچھ بھی نہیں۔ میں اسے پسند کرتا ہوں اور میں نے ہی اس سے بات کی تھی۔ اس کی طرف سے میا کچھ بھی نہیں تھا۔“ وہ بے حد سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔

”تمہاری بہت کیسے ہوئی ایسا سوچنے کی بھی۔ یہ بھی نہیں خیال کیا کہ میں تمہاری خالو کا کیا جواب دوں گی۔“ بے جی کوخت غصہ رہا تھا۔

”یہاں کون سا رشتہ ملے ہو چکا ہے۔ صرف بات ہی تو بل رہی تھی۔ سو یہ بے جی میں آپ سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ شادی میں اپنی مرضی سے کروں گا۔ اب آپ نے میری بات کو کچھ بھی نہیں لیا تو اس میں میرا کیا قصور؟“

اس کے اطمینان پر بے جی کو دل میں آگیا تھا۔

”ہاں سارا قصور میرا ہی ہے۔ جس انا بیچارہ میں اتنی دن دیکھنے کو مل رہی ہیں۔ اسی وقت وہ چھپڑا گئے ہوتے تو آج تم باقی نہ ہوتے۔“

”بے جی بلینا؟“ وہ ذوق آگیا تھا۔ ”آپ کو خود اہمیت کا جھگڑا رہی ہیں۔ اب آؤ زبیر مجھے اپنی بیوی کے لحاظ سے پسند نہیں جتنے کیا میں ذرا دتی اس سے شادی کر لوں؟ شادی زبردستی کا سودا نہیں ہوتی ہے جی؟“

”تم مجھ مرضی چاہے کہو۔ تمہاری شادی ہوگی تو زبیر کے ساتھ۔ اس گھر میں باہر سے کوئی لڑکی نہیں آئے گی۔“ بے جی کا انداز اہل و رشتہ سے بھرپور عقیدہ

”کیوں؟ کیا مجھے اپنی زندگی اپنی مرضی سے گزارنے کا کوئی حق نہیں ہے؟ میں اپنی پسند کا فیصلہ کیوں نہیں کر سکتا؟“ بے جی غصہ کیا تھا۔

”مگر جسے ہو مگر میری زندگی میں نہیں۔“ اب کی بار وہ چہرہ۔ ہوئے لہجے میں بولیں تو ان کا مطلب سمجھتے ہوئے وہ پہلے تو بے جی سے انھیں دیکھتا رہا مگر ایک جھکے سے اٹھ کر چلا ہوا۔

”تو پھر آپ بھی اپنی مرضی پوری کرنے کے لیے میرے سر پر کھڑا کر لیں۔“

بے حد درشت لہجے میں کہتا وہ چہرہ اٹھ کر باہر نکل گیا تھا۔ بے جی دہلی کے دل پر باوجود کہہ کر رہ گئیں۔



”کسی لڑکی کو سیکھنا لازماً کرنے کا اس سے تمہیں طریقہ ہو رہی ہو ہی نہیں سکتا۔ اور لایا کی نے یہ کام بہت بہترین طریقے سے کیا ہے۔ پہلے زبیر وہیں کر سیر وہی مدد کی اور اگلے ہی روز چوری ہوئے روتی میں یہ فیئر چھوڑ کر طرح پھیل دی۔“

زار کا چہرہ جوش سے سرخ ہو رہا تھا۔ وہ بان کو بھی غصہ آئے گا۔

”زار کا وہ نام چاہیے تو اس معاملے میں تحقیق رہی ہو۔ وہ بھلا ایسی گھنیا حرکت کیوں کرنے لگا؟“

”یہ تو ویسا جانتا ہے۔“ اس نے طنز سے ہونٹ نکلیے۔ ”جے۔“

”تمہارا چہرہ اگر میرے بے وقوف سے ٹکرا ہوا ہے۔“ وہ چہرہ کیا تھا۔ ”اس روز مجھے ابھی لابی میں سب کے سامنے لایا ہی کوئی نہ لگیں اور سب تم اہم تر ایشیاں کر رہی ہو۔“

”جنا جگا کو کبھی جگا جا کر کہتے ہیں۔“ وہ مطمئن تھی۔

”فمنسل مت ہولو۔“ وہ اسی چہرہ۔ ”وہ لہجے میں بولا تھا۔ پھر اسے سمجھانے والے لہجے میں کہنے لگا۔ ”بھلا لایا کی کو اس خبر کے پھیلنے کا کیا فائدہ ہو سکتا ہے؟ اس نے تو کبھی دوسری نظر تمہاری اس میں پسینہ دس کو دیکھا بھی نہیں ہو گا۔“

”اگر وہ بے قصور ہوتا تو اس روز بھی کے اہمیت کرنے پر مجبور نہ ہوتا۔ وہ تو وہیں دوسروں کی طرح بیٹھا سنا رہا جیسے اسے بہت اہم اہم خطابات سے فخر تھا۔ ہاں۔“

”یہ اس کی شرارت ہے۔“ وہ بہت جلد سے بولا تو زرارے نے فی الفور کڑوا کر بے جی سے کہہ دیا۔

”ڈھمکانی اسے عرف نام میں ڈھمکانی کہتے ہیں۔“

”وہ کھوڑا زرارہ اراکھندی سے سوچ کے دیکھو۔ اگر اس روز میری فمنسل اہم تر تھی کے جواب میں لابی سٹاپے میں خزاں تو کیا ہوتا؟ کیا کوئی لڑکی کسی لڑکے کے بغیر مہذب رہے گا؟ کیا سامنا کر سکتی ہے لابی نے صرف اس کی خزاں کا خیال کیا ہے۔ اس کے احترام میں سب کڑوا لگی تھی ہیں۔ اور نہ تم جانتی ہو اسے۔ لہذا بے کرنے والوں کے سامنے اس کی زبان بعد میں اور ہاتھ پہلے چلا ہے۔ میرے کو کھرا دیکھنا چاہئے کہ اس کے سامنے لابی تھا۔ اگر کوئی اور لڑکا ہوتا تو بے جی چوری ہوئے روتی میں میری دہلی کو شہد کر چکا ہوتا کبھی اور لہجے میں۔“ وہ بان صاف کوئی سے کہہ رہا تھا۔

”تم تو تمہارا۔“ دست سب ایک ہی تھالی کے چنے بنے ہو۔ اور تم۔“ تم تو کبھی لابی کی غلطی مانو گے ہی نہیں۔“ زرارے نے دانت پیچتے ہوئے کہا۔

”کیونکہ وہ فملا انسان نہیں ہے۔“ وہ اطمینان سے بولا۔ زرارہ اپنا ایک ٹانے پر ڈال کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

”اب تو مجھے گھر رہا ہے کہ صرف حق ملتا ہو۔“

”مگر تم میرے لیے بہت کچھ ہو۔“ وہ شرارت سے مسکرایا تھا۔

”اسی لیے مجھ دوسری لڑکی کو کچھ کر غصہ ہی آجیں مگر رہے ہو جے۔“ اس کے دل کی پہلے دونوں ہی تھی تھی۔

”تمہارا یہ دل صرف میری صحت کے لیے ہے۔“

”مگر یہ دیکھش صحت کے لیے ہے۔“

دوسرا سر۔ خصوصی طور پر اس سے گزارتی لڑکیوں کے گروپ کی طرف دیکھتے ہوئے کہتا زرارے کا ہلکا ہلکا اس کے ٹانے پر۔ اری مگر وہاں کو ڈھمکانی سے چپنے دیکھ کر اسے بھی ہنسی آگئی تھی۔

”نہیں۔“ میں یہ سب پا کر آغا بہانہ کرتا ہوں گی۔“

بیش کی طرح زرارے اسے دیکھا تو وہ اسے چاہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

”چھاپا ہے۔ اتار دینا۔ وہ تمہارا۔“ لے کر کوئی فوراً ماجرا دیا سا بندہ وہ غصہ لیں گے اور میرے۔ دل کا کمرہ بھر سے کرائے دار کی آواز میں۔ ”وہ نہ مگر اہمیت دیتے ہوئے ابھی پورا جملہ بھی نہیں پورا کیا تھا کہ زرارے کے خونخوار اثرات نے اسے ہمارے پر مجبور کر دیا۔“

آخری لڑکی جی نے میں وہ چاروں اکٹھی ہوئی تھیں۔

”میں نے پوچھا ہے وہاں سے۔ مجھ کو دماغ کو تیار نہیں ہے کہ یہ سب باتیں لابی کی نے پھیلانی ہیں۔“ زرارے نے ایک ہی سانس میں کہہ دیا تو شفقت اسے ملاحظی نظروں سے دیکھ کر گرہ گئی۔

”بچیلے ایک دفعے سے وہ ادھر ادھر کی باتوں میں بھڑکا کر میرے کو پھانسیا۔ بھلانے کی کوشش میں تھی اور زرارہ لابی کی آغا کیا کہتے مگر جی نہیں۔“

”زبان بھی تو اسی کا دوست ہے۔ اس کی حمایت نہیں کرے گا تو کس کی کرے گا؟“ میرے دے جی سے کہا تھا۔

”اب چھوڑو جی۔ سارا تمہارا مقام ہو چکا۔ پھر سے وہ سب فضولیات دہرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں صرف اپنی اسٹڈی پر دھیان دیتا جا چکا ہوں۔ بولنے والے خود ہی ٹھک کر چپ ہو جائیں گے۔“

”شفقت نے رسالے سے بات سمجھی تھی تمہیں نے بغیر لہجے میں کہا۔“

”نہیں لابی نے بھی کوئی ایسی حرکت تو نہیں کی۔ سب لوگ پتہ نہیں کہیں ہاتھ کھڑے ہوں گے۔ پہلے بھی کوئی کہہ رہا ہے کہ نہ وہ اس روز میری بیٹی لابی کو ہلے والی تھیں مگر لابی نے اسے انوکھا کوئی بہادری سے کام نہایا ہے۔ لابی کہ چھوٹی ہی بات کہاں سے کہاں جا پہنچی ہے۔“

”خدا کے لئے شفقت! میں۔“ شفقت ایک کچھ دی ہے۔ جتنا نام اس بات کو کہتے ہیں گے اتنی ہی لطف اندوز ہوں گے۔ نظر لہذا اگر سب سے بہترین طریقہ ہے کسی بات کو ختم کرنے کا۔“ زرارے اس کی بات پر صبر کے چہرے پر چھائی سرنی بھانپ کر جلدی سے کہا تھا۔

”مغربت ہو گئی ہے مجھے اس شخص سے۔“ آج تک کبھی کسی نے میری طرف آگے بڑھا کر دیکھنے کی آگ نہیں کی۔ اور اس کی وجہ سے میں یوں مومنوع انگشتی ہوئی ہوں۔ جی چاہتا ہے اسے ٹوٹ کر ہوں۔“ میرے ذہن خرد لہجے میں کہتا شفقت نے سرباطوں میں تمام لایا۔

”پاؤنڈ ایک لڑکی میری بات کو نہیں سمجھتی۔“ وہ کراہی تھی۔

”چھاپا چھوڑو اس فمنسل ہانک کو۔ میرا ذہن کسرت میں کون کون ہل رہا ہے۔“ زرارے نے اہانک پر چھوڑ دینا کا کمرہ سب سے بڑھ گیا۔ جبکہ شفقت اور میرے دے کوئی

خاص جڑ نہیں دکھائی گئی۔

”پہنچیں نہیں پر اس حال کے دور ان ایسی فضولیات کیسے سہجہ جاتی ہیں۔“ شفق سدا کی کتابی کیز جاتی۔ ”نکارا کے ایسے پر جو اس میں وہ بچی نہیں نکال کر تھی۔“

”اگر میں ایسی فضولیات میں نہ پڑوں تو قسمت جلد ایک جنگ مزاحیہ پور فیسر کھیلے گی۔“ جوندہ پر ذرا سی روشنی ہے، یہ میری سی ہائے سوئے تھوڑی سی پروگرام کی دولت ہے۔ ”اگر مارنے چٹا لیا تھا۔“

”میں تو نہیں جلدی۔“ مسرہ جہ توں بھی ان دونوں سخت چڑا رہی تھی۔

”تہوار تو اچھے ہی جائیں گے۔ تمام پاؤں پر گنگوڑا ہے جس وہاں۔“ کسی صورت میں کرنے والا کسرت نہیں ہے۔ ”نکارا نے اٹل لہجے میں کہا تو اپنے پسندیدہ چپاٹ ٹکڑے سے معلق بن کر شین کے دل کو چھپے گئے۔“

”بہن! کچھ بھی ہو جائے، ہم نہ رو جائیں گے۔“

”اُس بچے کے بعد ہوش میں داخل ہوا شخص ہے۔“ واراں کے غصے سے تم اچھی طرح واقف ہو۔ ”وہ کسی طور اجازت نہیں دیں گی۔“ مسرہ نے نزدیک ہی سے بات ختم کرنا چاہی تھی۔

”اُس بچے کے بعد کسرت ختم بھی ہو جائے گا۔“ چوبے پروگرام اسرار ہو جائے گا۔ ”نکارا نے جلدی سے بتا دیا۔“

”بھری بھی کیا ضرورت ہے یوں مارا۔“ بھرنے کی۔ ”بھری بھی نہیں تھی۔“

”بہن! آپ کوئی چیز عرض نہیں کر سکا۔ ہم آج شام کو پروگرام دیکھنے جاری ہیں۔“ انڈویش پل۔ ”شین نے دونوں ہاتھ ایسے اٹھائے کہ کیا فیصلے پر غور جھٹ کر دی ہو۔“

”تھیں پتہ بھی ہے کبھی چاکل بھی دسٹ نہیں میزک میں۔“ شفق بے پارگی سے بولی تھی۔

”تم اپنے نوٹس ساتھ لے جانا اور انہیں پڑھ کر لطف اٹھاتی رہنا۔“ ”دارا کو قصہ تو لگتا۔“ یعنی کدہ ہو گئی۔ ”اچھی مشکل ہے یہ پارکلس ٹی ہیں اور تم مشغول بک بک کر کے موڈ خراب کر رہی ہو۔“

”کوئی تم سے کون بحث کر سکا۔“ شفق نے ہلکا کر بارہاں لی تھی۔

”یہ بولی بات تو پھر میں ٹھیک مارا صبا چپے تم کو کون کو بک کر لوں گی۔“ ”نکارا نے پروگرام بیٹ کیا تھا۔“

”دارا پر کوئی دوسرا ساتھ لیا۔“ کبھی اٹل بھی پڑو۔ ”شفق نے اس کی لاپرواہی سے واقفیت بنا کر تبصرہ کی تو اس نے فراہم داری سے سر جھکا دیا۔“

”کری بہت دور ہی ہے۔“ کیا خیال ہے اگر کس کریم نہ ہو جائے؟ ”شین کو اپنا کوا پر کرنے کا خیال آئی گیا تھا۔ سارا موسم گراؤ، جس کریم کا کھاری گزرتی تھی۔“

”شکر ہے تم نے اس کریم کا کام لیا۔ ورنہ میں تو سمجھ رہی تھی کہ تہااری، وفا کی کیفیت گزرتا ہو گی ہے، خدا خواستہ یہ سچ ہے تو پھر اس کریم کے ہی گزر جاتا۔“ ”مسرہ نے شرارت سے کہا تو وہ خوش دلی سے ہنس دی۔“

”اور پھر وہ دن سے اجازت کا مسئلہ بھی شین نے منوں میں مل گیا تھا بلکہ نام کا دور ہی بھی گیا وہ بیکے تک کروا لیا جو ک نام حالات میں تو کبھی بھی نہیں ہوتا تھا۔“ ”شین نے لے جانے کے رشتے دار کو چار کر کے اپنا کام اٹھالیا تھا۔“

”اگر واراں کو پتہ چل گیا کہ تم کسی کی عبادت کی بجائے میوزیکل خود دیکھنے جاری ہیں تو ہمارا سامان اپر پڑ ہو گا۔“ ”مسرہ کو اس کا بھوت گراں گزرا تھا۔“

”ایسے ہی پتہ چل جائے گا؟“ ”وہ تم پر خوشی کے خیالات اپنے دماغ کی جھڑی میں بندھ رہے ہوتے تھے۔“ ”چپ چاپ جاری پڑو۔“ چارنگا بچے کے لیے اجازت لینے کے پھر میں نے ”شین نے لاپرواہی سے اسے ٹھک دیا تھا وہ ناموشی سے اپنے لیے کپڑے کاٹنے لگی۔“

”دارا نے شفق کو بک کرنے کے بعد ٹھیک ساڑھے چار بجے نہیں ہوش سے لیا تھا۔“

”بک کر تو فیس واراں نے؟“ ”نکارا نے دارا کو کچھ ہدایات دینے کے بعد اپر چھوڑا مسرہ نے اسے نکالنے کے لئے اٹھ اٹھا۔“

”میں تو کہہ رہی تھی کہ اگر کسرت سے متعلق نہیں بتا تو پارٹی ہی کا ہانا نہ کرو۔“ ”مگر پشین کی پٹی نے تو آج رات ساڑھے چار بجے تک اپنی دادی جان کے کدائی پر شین کا قائم رکھ لیا ہے۔“ ”کتنی غلط بات ہے۔“

”تو اس سے دلی کو کیا فرق پڑے گا؟“ ”وہ تو دس سال پہلے ہی اللہ تعالیٰ کے پاس جا چکی ہیں۔“ ”میں کون سا بچہ ان کا آپریشن کرنے والی ہوں۔“ ”شین نے ڈھٹائی سے کہا تھا وہ ان کے اسے داوی۔“

”بہت دماغ چٹا ہے تہاارا۔“

”مصرف اٹلے کاموں میں۔“ ”شفق نے سنجیدگی سے تشریح دیا تھا۔ ”مگر بعض اوقات ایسے پہلوئے سونے بھوت بہت بڑے نقصان کا باعث بھی بن جاتے ہیں۔“

”کبھی کبھار اپنے مفاد کے لئے اسے ایسے مقصود سے بھوت بولے جاتے ہیں۔“ ”وہ آسمان اللہ اڑا رہی ہو گی۔“ ”مسرہ نے متاثرانہ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔“

”بھئی داوی جان کبیر بن کبیر کا آپریشن معصومانہ جوت ہے؟“

”وہ گا۔“ ”تم لوگ تو اس بات کے بچھے ہی رہتی ہو۔“ ”وہ واراں کو کون سی گنگا لہانی ہوئی ہے۔“ اپنی چٹائی سلوڈش کو آدھی آدھی رات تک اپر رہنے کی پرمیشن دے دیتا ہے۔ ”بہن! تہااری دفعہ اس کے دل کو کچھ ہوتا ہے۔“ ”ہوش کے بھڑکاؤ جاتے ہیں۔“ ”آپ کی بارشیں پڑا رہی تھیں۔“

”خیر آپ خود کو ان لڑکیوں سے تو مماثل مت نہ۔“ ”ان کی رہنمائی کی خبر میرے کانوں میں بھی آئے آؤتے پڑی ہیں۔“ ”مسرہ نے سنجیدگی سے اسے ٹھک دیا تھا۔“ ”آپ بھی کبھی کروا لیں گے راجہ راجہ جسے ہم میوزیکل کسرت میں نہیں کیجے گے میں شرکت کے لئے جاری ہیں۔“ ”آپ یہ بحث وہاں پھوڑو اور اس چٹک کو کھانے کرو۔“ ”نکارا نے انہیں ٹھک دیا تو اچھی تھوڑی دیر کے بعد وہ چاروں بہت خوشگوار موسم میں تھیں کسرت اس کسرت سے لطف اٹھانے کو جاتے تھیں۔“



”سچ و حریف ہال میں شائقین کے لیے کرسیوں کا انتظام تھا۔“ ”چرا بال رنگ رنگی لاش سے بچتا رہا تھا۔“ ”ساتھ اٹلے میوزیکل انکرومنش تو موجود تھے مگر میرا ہاں نہ تھا۔“

”بھٹک وہ چاروں اپنی نشستوں پر پہنچی تھیں۔“

”اس سے آگے کا کچھ غصہ نہیں نے نہیں، کوئی ہوا تو ان کے سہارے لڑا لڑا کچھ لیک کھینچے۔“ ”بھٹک انکرومنشوں کے علاوہ ہر ہال کچھ بچا تھا۔“

”کیا وہ میت ہے یا۔“ ”نکارا نے تم کو غمی گزرا دیا۔“ ”شفق نے نہیں کہا تہااری بیکہ کری کے لیے کھانے کے لیے بے زاری سے کہا تھا۔“

”نی دلی لوگوں کو کچھ کرنا چاہئے۔“ ”شین جس بھی بچے کے لیے شوقین تھی۔“ ”جوش سے بولی۔“

”بچھلے وہ غصوں سے ہی کام کر رہی ہوں۔“ ”وہ بچے زاد تھی۔“

”تو بس پھر اچھے دیکھنے بھی ہی کرو۔“ ”تم گزرتے کا پتہ بھی نہیں چلے گا۔“ ”نکارا نے اسے بچکا کر دیا تو وہ اسے گھور کر ہو گئی۔“

”اچھا! کتنی ان کے سر پر کھڑے ہو اتا۔“

”بھٹک دلی سس آپ شاہی علاقہ بیٹ پر قبضہ کیا۔“

”مسرہ نے حیرت سے سامنے کھڑے نہیں کو دیکھا تھا۔“

”آپ مجھے کہہ رہے ہیں؟“

”ہی! اچھے دیکھئے۔“ ”شین سس بیٹ پر بھی کھڑا ہے۔“ ”اس لحاظ سے میری سسز کی بیٹ بنتی ہے۔“

”وہ شین شانی سے کہہ رہا تھا۔“ ”میرہ نے ایک نظر اس کے ہاتھ میں موجود کٹ کے ایک حصے پر ڈالی اور پھر گھور کر دارا کو دیکھا جو وہی اس صورت حال پر گزرتا رہی تھی۔“ ”دیکھیں یہ کوئی بڑی جہاز کی بیٹ تو ہے نہیں کہ جس کی بی بی شینے گا۔“ ”ہم چاروں اکٹھے ہیں۔“ ”آپ یہ بت آپ کو۔“ ”نکارا کی سچی کہاں بیٹھی؟“ ”شین نے مجھے لب و لہجہ کا سہارا لے کر کھانے کے لیے کی کوشش کی تو جواہر وہی شانی بھول کر اکر کھڑا اڑا رہا۔“

”تو پھر۔“ ”اس میں تار تو کوئی قصہ نہیں ہے۔“ ”میری سسز میرے ساتھ ہیں۔“ ”آپ میں اس کو تو اکیلے کیس ہو نہیں سکتا۔“

”تو میرا۔“ ”؟“ ”نکارا پریشان ہوئے تھے۔“

”تو میرے آپ کا پتہ کیا ہے؟“ ”شین نے نہیں پوچھا تھا۔“ ”تو بھائیاناں سے بولا تھا۔“

”تم نے ایک ہی میل کی گشت نہیں لی جس کا؟“ ”شین کو قصہ نہ لگا۔“ ”ایک تو ہر گز بھی شروع نہ لگا تھا تو اسے وہ شخص حکم کرنے آگیا تھا۔“

”اچھا! آسانی سے گزری لی جاتی ہیں گشت۔“ ”شین گشت میل بھائی نے لاکر دی تھیں اور ایک میں نے خود۔“ ”وہ میرا نہ لاکر دیں بولی۔“

”دیکھیں آپ لوگ غلط اوقات خالی کر رہی ہیں۔“ ”جلدی سے میل خالی کریں۔“ ”لوگ بھی دُشرب ہو رہے ہیں۔“

”بھٹی خستہ والوں کے ستر جانے پر اس شخص نے تیز لہجے میں کہا تو مسرہ و ناگھ کی اپنی تھی۔“

”تم شین ہو۔“ ”شین اپنے خوفناک موسم میں آگے تھی تو مسرہ نے معاملہ ہی سمیٹ دیا۔“

”اٹل لوگ جو دلی دیر کی قوت ہے۔“ ”میں اپنی بیٹ پر چلی جاتی ہوں۔“ ”اس نے کٹ پر موجود بیٹ پر دیکھتے ہوئے غصے آمیز انداز میں کہا۔“ ”اس کی بیٹ اٹل سے وہ رو پیچھے تھی۔“

”ہم کر کے وہاں شخص ہر اس کی طرح دار دوی اپنی شین سنبال چکے تھے۔“

"پتو کوئی بات نہ ہوئی۔" شفق پریشان ہوئے لگی تھی۔

”تم یہاں بیٹھ جاؤ۔ میں پیچھے چلی جاتی ہوں۔“ نذر نے مل پیش کیا جسے صبر نے مستحکم کر دیا۔

”بھارت تو ایک سی ہے، تم وہاں جاؤ یا میں۔ ڈونٹ وری۔ میں ہنگی تو نہیں ہوں جو اس کیلے میں ڈر جاؤں۔“

وہ سناؤ ہے ہو کر میز حیاں طے کرتی ہو پرتھر درویش چلی گئی جہاں اس کے آس پاس تین چار نشستیں ابھی خالی تھیں۔

اشکر ہے ساتھ کوئی جھنجھٹ نہیں۔ صبر دے اس پاس کی خالی نشستیں دیکھ کر سوچا تھا۔

چو گر ہم شروء سے پہنچا تھا۔ ازار کا کہنا، افسانے کا کہنا کہ یہ اچھے نگار ہوں، کاسٹنگ تھا۔ جن کے گلے میں نہ بھی تھا اور گلوں میں نہ تھی اچھی اچھی تھی۔ تھوڑی دیر میں اس کی دلچسپی پروگرام میں نہ رہی تو اسے تھپا بیٹھنے کا احساس بھی نہیں رہا تھا اور کچھ دینوں بھی تھوڑی تھی تھوڑی دیر کے بعد گرو میں سوز کر اس کی پروہ نفاقت پر ملت کر رہی تھی۔

بال میں جلیقی جھپتی لاش نے اندھیرے کو کبھی پند ہونے دیا نہ کیا۔ یہاں پر شاید زندگی میں پہلی مرتبہ اس طرح کا ایسا ایسا بھلے کھنڈر کا نظریہ اٹھانے لگا کہ کتنے بھلے ہو چکا ہے۔ اس کے ارد گرد وہ جو ڈسٹیں جھگی ہو رہی ہیں، جانتے اندھیرے میں اس نے ساتھ بیٹھنے والوں پر کوئی توجہ نہیں دی تھی مگر ٹھوڑی دیر کے بعد ہی اسے احساس ہو گیا کہ

اس کی دانی سنا یا نہ پٹھے، انوں کو کے بہت نے ہوئی کا مظهر و کر ب تھے۔ سٹیج پر موجود گلوکار ہر فنکار کی کس پاس کرتے وہ تجربہ کار کا مظهر و کر ب تھے۔ پٹٹیک

رہے تھے۔ اسی اثنا میں اچھل کر کوئٹہ کے غروں کے ساتھ ہلکا کالوٹا ہوئے وہ لوگ اپنی نشست پر۔ بے ڈھنگے انداز میں مینا تو اس کا شانہ صبر و کوشش سے نگرا

”یہ کیا پتھری ہے؟ تم کو کون کوٹاٹاؤں میں چٹنے کی قیڑ نہیں ہے کیا؟“ اس کے ہاتھ اکڑا کر ہاتھوں کو کون کے شور بھنگا دے اور تیرہ سو روپے کی توار ب کر دینی۔ نہیں وہ

”میں نے کیا کیا ہے؟“ وہ کوڑاچی سرخ لڑائی جھڑی آنکھوں سے اس کا جائزہ لیتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ مسرور کا جی چاہتا تھا کہ وہ اس کا منہ لال کر دے۔

مگر یہ وہ گرام نہ تھا جہاں فیروز سے بھڑک کر دیکھو اور دوسروں کو بھی دیکھو وہ مٹا۔
 طے میں وہ ہر اہم سے ہماری وہ جاتی تھی۔ اب بھی آگے بڑھو، دیکھو بغیر ہرک جی تھی۔ مروجہ فیروز سے بڑا لاکھ

”کہا میں نے تم آپ کو جو عبادت جاری ہیں ایسے فکشنز میں یہ سب چٹائی رہتا ہے۔ اگر انہی اعتراضات پر بات نہ کرتے تو ہمیں کیا کرنا؟“

^{۱۹} فیصلہ کن کاروباری استعارہ

اس کی رائے ہو گی کہ صبر و کمال کو مل لیا۔ اس کا ہاتھ ہے اختیار اور مل گیا۔ مگر مقابل بھی ہے فخر نہیں کھڑا تھا۔ اس نے بڑی جھرتی سے اس کا اٹنا ہوا ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ میں پکڑ لیا اور کہا کہ: "اب اس کا ہاتھ ہے کمال۔"

یہاں سے لے کر ان کے گھر تک، وہ دیکھ رہی تھیں کہ کیا وہاں سے کوئی نکلے گا۔

”کیا اراکہا تھارہا کچھ میں نہیں آتا؟ اسی امیری طرف سے سانس نکال رہے۔ ہر چھٹی دیر کا پچھلی میرا سبکی جواب ہو گا۔“ مابندہ نے بہت لمبے بن کا مطالعہ کرتے ہوئے حقیقت سے کہا تو خوشی کو بھی قصہ نہ لگا۔

”آج سے پہلے تو تمہیں کبھی بھی اس رہنے پر کسی قسم کا کوئی ہتھ امتحان نہیں ہوا تھا، پھر یہ اپنا ایک تمہیں اسٹن بوائے میں خامیاں کیسے دکھائی دینے لگیں؟“

”مجھے آج سے نہیں بلکہ شروعاتی سے اس رہنے پر ہتھ امتحان ہے۔ یہ ایک بات ہے کہ میں نے کبھی کہا نہیں۔“ کاہنہ نے اطمینان سے جواب دیا۔

”تو بھرتے ہی کیا ہے ہو گئی۔ جب کہ خلد جان مگنی کی تاریخ مقرر کرنا چاہو رہی ہیں؟“

”نہوں نے کوئی دیکھا کہ جرات طے ہو جائے اور مریض مقررہ روئے کے مطابق ہوتی ہے۔ باقی سب سے مشابہت کی کارروائی ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ نہیں۔“

اس نے صاف لکھوں میں انکار کر دیا تھا۔

”نمبر۔ پاس مشہور صاحب موجود ہے۔“

١١٠

اس نے دھماکا ہی تو کر دیا تھا۔ دھشتی چمکی چمکی آکھوں میں ہے یعنی کاٹھا نہیں مانتا سمندر لے اسے دھشتی روٹی۔
 ۴ ہند نے خندق لشکروں میں اپنے اوروں کا علی کے ہاتھوں قتل کی وضاحت کی تو وہ پتہ پڑی۔

”شرح کردانی! میں بھی نہیں سمجھتی کہ تم ایسا ٹری ہوئی حرکت بھی کر سکتے ہو۔“

”مذہب کی جڑمتا ہے۔ نہ ہب یہ نہیں کہتا کہ وہ چلتے چلتے غصے کے لئے اپنے والدین کے فیصلوں کی دھجیاں اڑاتا شروع کر دو۔ کیا ختم اپنے لئے ان سے بھروسہ ہی نہ کرتی ہو؟“

”مگر کوئی اپنی زندگی کا فیصلہ بہتر طور پر خود ہی کر سکتا ہے۔“ جو لادو اترم سے بولی تھی۔

رشی باسک لاد کچھ کے مارے کہو کہی میں پانی تھی۔

دل پہنے اپنی زندگی سنوارنے کا تو میں کیوں نہ غلامہ اٹھاؤں؟“

”میرے نزدیک تو نہیں تھا۔ کیونکہ، یوگسلاویہ کی سرحدیں بنی معیار پر نہیں بننا۔“

”ہندو قبیلہ کا اپنی معیار ”رضعی“ نے استہزاء کیا اور اس میں سر جھکا کر کہہ دیا۔ ”لہجے میں بولی۔“ قبیلہ کا اپنی معیار اب سامنے آئی گیا ہے۔ ایک ایسا شخص جسے تم پہچان سے آپ تک ایک شخص نے اور ایک ایسے دوست کا مقام دینا ہی ہو۔“ وہ قبیلہ کا اپنی معیار سے کہنے سے ہور کر کویت میں ملے اور لاگوئی اور وہ پکا قبیلہ کا اپنی

معیار پر پورا اترتا ہے۔ دو لگی چاندروں میں ”
 چاندو نے اس کے دل کو تڑپت کو بہت جلد سے برداشت کر لیا۔

”وگوئی وہ اپنا نہیں ہے۔ میں نے پہلے ایک ماہ سے ہفتی ہوں دو بہت اس شخص ہے۔ وہ میرا ہے۔ وہ اس شخص کے ہے۔“

رشی احسن سے بہت سچا رشتہ بھی شرمشاہی سے اس گھر میں احسن کو ایک لڑکیاں حیثیت دی جاتی رہی تھی۔ تاہم وہ کے کوائے سے اس کا حاتم بہت خاص تھا۔

ابھی وہاں پہنچے تھے کہ ایک شخص نے کہا: "وہاں تو کچھ نہیں ہے۔" وہ شخص نے کہا: "وہاں تو کچھ نہیں ہے۔"

انہوں کو کچھ نہیں ان کی شرافت سے لڑا وہ کارطی کا سر راوتہ باری راہروک کر بے رکاوٹ انکسار محبت کرتا اچھا لگا ہے۔ جب کچھ بڑا ایک اس سے فریاد دہری ہوئی حرکت ہو کوئی نہیں کچھ کچھ کل کو اسے کوئی راہروک پسند آجاء نے تو کیا وہو فیما راہرو پلٹے اسے اپنی حقیقت اسکاں سنا شروع کر دے گا۔^{۳۴}

”اس میں گروہ و ملی گونہی بات ہے؟“ کاوند جوڑشی کی بات سخت ناگوار گزری تھی۔ اس نے ماتھے پر ہاتھ ڈالنے سے کہا: ”جو بہت صاف گوہر اچھا و گھٹا ہے۔“

انہیں انہی طرح چہ بے تابانی اس بھائی نہیں بہت چاہتے ہیں۔ نہ سے نہیں کہتے تو کیا ہو مگر ہم سب ہاتھ تو ہیں، وجہ بھاری تھی مزاح کرتے ہیں، زلمی نے شو کو لے کر غصہ کر گئے تھے لیکر مڑتے پھر سے اسے کھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ استہزاء کے انداز میں نہیں دی۔

"میں وہاں ہی تو تھے نہیں عاصم! دل سے چاہتا ہے کہ انہوں سے کہنے کی ہمت نہیں رکھتا۔ بزدل۔"

وہ کہتا تھا کہ میں نے اس کو پہچان لیا ہے۔ اس نے کہا کہ اس نے اس کو پہچان لیا ہے۔ اس نے کہا کہ اس نے اس کو پہچان لیا ہے۔

”بات کو کھلا آئیں، کسی اور روئے میں اب فیصلہ وار کے حق میں۔۔۔ چلی جوں۔۔۔ تجھے الحسن کی طرح ہی قبول نہیں ہے۔ مگر اگر تم یہ بات الٹی تک نہیں پہنچا سکتیں تو نا۔“

دو میں خدو ان سے بات کرلوں گی۔" کامندہ نے کئی لمبی رگے بغیر کہا تو ریشی کو رونا آئے گا۔

"میں قدر احسان فرماؤں، بہت تازہ پلاسٹک۔" یہی وہ قسم ایسی کہ جس کا آج تک تہااری زبان سے نکلی ہر فرما نکل شام کا آٹے سے پہلے چاری کی ہے نہیں لے۔ اور اب جبکہ تہااری فرما تہااری کا وقت آیا ہے تو تم اپنے راستے ہی الگ کر رہی ہو۔"

اس کی آنکھوں سے پھٹکتی نمی سے تازہ وادول بھی نکلا گیا۔

مجھوں کے معاملے میں تو وہ واقعی بہت صبر رہی تھی۔ اسی سے زیادہ وہ اس کے گناہ نظر۔ بروا شت کرتے تھے۔ شادی کے پانچ طویل سالوں کے بعد جس نے ان کے آگن میں آگ کو کوئی کر انہیں متبر کر دیا تھا۔ حالانکہ اس کے بعد رشتہ کی تھی مگر جولا دنیا تازہ کے حصے میں آواہی ٹاٹا۔ سن اس کے سر چڑھ کر بول رہا تھا۔

"میں بہت ہے، پس بول ریشی! میں کیا کروں۔" کیسے اپنے دل کو اردوں؟" وہ بھی رو باہمی ہوئے تھی تھی۔

"خدا کے لئے جانی از دہائی میں اپنے بہت سے مقامات آتے ہیں جہاں دل کو مارنے ہی میں ٹھنڈی ہوتی ہے۔ ہر بڑبول کی ماننے والے اکثر نقصان اٹھاتے ہیں۔ کیونکہ دل کے فیصلے جذباتیت کے مو اوپر کچھ بھی نہیں ہوتے۔" ریشی زق آتی تھی۔

"مگر میں اپنے دل کو مارا نہیں جانتی۔ کیونکہ مجھے اسی ہونے بھی اس کی مارت ڈال ہی نہیں ہے۔ وہ بیٹھ سے میری ہر خواہش پر تکی کہتے آتے ہیں۔ میری زندگی کا فیصلہ میری خواہش سے بہت کر کے کر سکتے ہیں؟" اس کے لبہ ہلکے میں مجھوں کا تقاضا بول رہا تھا۔

"میرا۔" تم کیا سلسلہ۔" یہی بول کی صحت کا تھی خود سے بہت کچھ بھی سوچ لیا کرتا بندہ لیا، اتہار۔ اس فیصلے سے خاندان میں میری کیا عزت رہ جائے گی تہااری فحش کی؟" اسی جانتے ہیں کہ جس کو امی ہونے ہمارا۔ لے پند کہا ہے۔ اب کیا وادول کا رشتہ کوئی کرنے سے بات تم نہیں آئے گی کہ لڑکی کی پسند سے ٹکوی ہو رہی ہے۔"

"تو اس میں شرم کی کیا بات ہے؟ شریعت اجازت دیتی ہے اس بات کی۔"

وہ کہنے لگی تھی کہ ریشی بہت تھی سے اس کی بات کاٹ گئی۔

"شریعت والدہ کی کے بہتر میں فیصلہ کو کر کے اپنی راجدانی پسند کرنے کی اجازت کسی طور نہیں دیتی۔ خدائے کریم! اپنے اس فیصلے کو شرعی طور پر درست ثابت نہی کر دے بہتر ہوگا۔ ہم سب سے اس بھائی کی شرافت، ان کے اتفاق و کردار کی عنایت دے سکتے ہیں۔ تم وادول کے گناہ کہاں سے لادو گی؟"

"وہ اپنے والدین کو انے گا۔ سب کا تہہ ور سٹو لائیں گے وہ لوگ۔" اس نے جس سے کہا تو وہ متحضرانہ انداز میں بولی۔

"تو پھر بہتر یہی ہوگا کہ اس کے والدین کو اپنے لئے وہ۔ یہ نہ ہو کہ دوسرے بھی جاؤ اور دوسری بھی کوئی شہر نہ ملے۔"

"بائت اپ ریشی؟" وہ بھڑک اٹھی تھی۔

"تو پھر اگر تم میں اتنی صبر ہے تو جا کر امی او کو اس رشتے سے انکار کر دو۔" کیونکہ منجھنی کے ساتھ ہی شادی کی تاریخ بھی مقرر ہو جائے گی۔"

ریشی رکھائی سے کہتی ہوئی آنکھ کھڑی ہوئی تھی۔ تازہ وادول ارادوں کر سنہلا۔

"لوگ۔" میں خود ان سے بات کرلوں گی۔

اس نے بہت احتیاط کا مظاہرہ کیا تو ریشی مزے کچھ کچھ بغیر اس کے کر۔ سے نکل گئی۔

تازہ نے اسی او کو کال کرنے کے لئے فون میں کال لے جا کر اس شروں کر دیے۔



وہ بے بسی جی کھڑی ہے وہ ہونے کو تھی۔ "میں پاس کے لوگوں میں سے کوئی بھی نہیں ہوا تھا۔ سب لوگ تازہ کو وہ ضرور مل میں گئے تھے۔ اس کا چہرہ ابھی تک اس لڑکے کی جا رہا تھا۔ رشتہ میں تھا۔ اس نے صبر کے ساتھ کنبائت سے بیٹھے ہوئے کچھ سا بھلا لیا تو وہ اکی کر سوں پر اٹھنے سے ہشکار ہو گئی۔

"تو بے غیرت۔ بے حیا۔" ایک جی کوئی آکر اس لڑکے پر مل پڑا تھا۔

وہ لڑکی کھپکھپاتی اپنی کرسی میں جھنک گئی۔ اسے خود بخود اس کی آنکھوں سے ابل پڑے تھے۔

اسے اندازہ ہو کر آنے والے کے صبر اس کے کہیں پار ساجی بھی تھے جو کہیں دونوں لڑکوں کو مارتے ہوئے اب سیکوری کے ڈہی کے ساتھ بال سے باہر لے جا رہے تھے۔ اسے شور پٹکا سے میں چند ایک ی کو اس بات کا پتہ چل پڑا تھا۔ مگر کسی نے بھی کوئی رد عمل ظاہر نہیں کیا تھا۔ شاید ایسے کسی میوہ تک شکستہ آئینہ کرنے والوں کے لئے یہ ایک عام ہی بات ہو چکی تھی۔

اس کے وجود میں جیسے اس کی ہلک جھکی تھی۔ اس نے جب کہ صبر کی کائی قاضی ہوئے اسے اٹھایا تھا۔

"چلو یہاں سے۔"

وہ ذات کے احساس سے چند فوٹر سوئی کے عالم میں اس کے ساتھ کھینچتی چلی گئی۔

اس نے کچی سوچا بھی نہیں تھا کہ اتنے سارے لوگوں کی موجودگی میں وہ لڑکے جی بہ قیور پر چڑاؤ نہیں گے اور لوگوں میں بھی تو جیسے غیرت و حیت کا ہنڈ پھٹکا ہو چکا تھا۔ کسی نے بھی آگے بڑھ کر مداخلت نہ کی تھی۔ اس کی مدد کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

پوری شخص۔

ایک نظر اس کے منہ پر تھا جو میں اپنی اپنی کائی پر ڈالنے کے بعد اس نے چند لڑکی لڑکھو سے دو قدم آگے چلنے لگی یہی پر ڈالی تو اسے اپنا آپ ذات واپائت کے حقوق گڑھے میں اچھٹا محسوس ہونے لگا۔

"کیا یہ ضرور ہی ہے کہ میں ہر بار اس شخص کے ہاتھوں ذات کا سامنا کرؤں؟"

وہ ریشی تیز قدموں سے چھتا اسے بال سے اہر لے لیا تھا۔

انہیں دیکھتے ہی ٹھان اپنے ساتھیوں کو پھوڑ کر ان کی طرف آگیا۔

"اکیلی آئی ہو؟" ٹھان کے لب و لہجہ کی سرچرہ میری اور تازہ کے بہت زیادہ محسوس ہوا تھا۔ اس کا حلق انہوں کی کھینچنے سے بھر نے لگا۔ لڑکی اس کا ہنڈ پھوڑ کر ایک طرف کھڑ ہو گیا تھا۔

"وہ تیرے ہی ہیں۔" اس کی عزت نفس بے حال ہو رہی تھی۔

"وو۔" تو بے فوٹوں کا پور اگر وہ یہاں موجود ہے۔ میں بھی کہوں اپنی بہادری تم اکیلی تو نہیں دکھائیں۔"

ٹھان کے نظر باز میں فورا محسوس کن تہی ملی آتی تھی۔ اب کی بار اس کے لب و لہجے میں اطمینان کی جھلک تھی۔

"میں اسے ڈراپ کر کے تانہوں میں تم ان میں گولے آؤ فوراً!" اتنی دیر میں وہ کھلی بار بے ہنڈ سے نیچے میں بولا تو ٹھان مر جانا کا داخلی دروازے کی طرف ہنڈ لیا۔

"کیا ضرورت تھی کہ میں ہی انہوں کو لوگوں سے الگ کی۔ بہت شوق ہے کہ میں اپنی بہادری دکھانے اور زمانے پر اپنی دھاک بٹھانے کا۔" وہ ریشی سے بولا تو صبر کے اسباب کو بے لگنی کا شہدے بھٹکا گا۔ وہ ریشی کی کھینچنے سے تھی کہ وہ اس کو اس رخ پر لے جانے لگا۔

"کیا اتہار مطلب ہے کہ میں شوقیہ طرز پر ان سے بگڑ رہی تھی؟" اس پر صبر کے کی کینت جاری تھی اور ہر رات رات اس کو نصیحت دے لگا۔

"میرا تم جو ہے کون ہو مجھ پر یہ فیشنل کمپس پاس کرنے والے؟"

"نہیں اتہار! باقی انداز میں ہر وقت پر طو میں گھر۔ رکتا ہے۔"

اس کا نظریہ وہ بہت کاری تھا۔ صبر کی روح تک لہلا اٹھی۔

"کیونکہ سوسائٹی میں نے کہیں مدد کے لئے نہیں پکارا تھا۔ تم اپنی مرضی سے آگے بڑھو۔ تم بھی دوسرے لوگوں کی طرح بڑھ کر تازہ دیکھتے رہو۔ تو مجھے کوئی فرق نہ پڑتا۔"

بال گریں صبر تک کرحانی سے مزین فائل کے سوٹ میں لباس واپا پہننے سے ٹھانوں پر قبائے لٹنے کی تمنا بہت سے صبر پیر و لے وہ اپنی کو با فوٹوں کی لہڈر محسوس ہو رہی تھی۔

"بہت شوق ہے کہ میں تازہ بنے گا؟" وہ استیخا اپنے انداز میں بولا تھا۔

صبر کی بیٹانی جب اٹھی۔

"بائت اب؟"

"کان لایہہ۔" علی اکہ پیام نہاد تازہ کی صبر کو ذات کے سوا اور کچھ نہیں۔ جی۔ آج کے معاشرے میں صبر کے لئے صرف اپنی ماں، بہن، اور بیٹی قابل عزت ہیں۔ اکیلی اور مار پر تازہ صبر کی حیثیت اس کے لئے صرف ایک جھلکا ہی ہے ہر کچھ نہیں۔"

اس کے لب و لہجے میں بھی جیسے کیش تہی تھی مگر اس کے لہجہ صبر وہ کو اپنی روح پر گزروں کی طرح صبر ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔ وہ اسے کیسی لڑکی کچھ کرانی مگر بی باتیں بھجوا رہا تھا۔ اس کے کانوں کی ٹوئیں تک چپ اٹھیں۔

"بڑی اپنا لایہہ درست کرو۔ تم نے میری مدد کی ہے تو صرف مناسبت رکھو۔ اس کے علاوہ صبر اتہار! کیا کوئی رشتہ نہیں ہے کہ تم مجھ سے اتنی فضول گفتگو نہ کرو۔ اور جی میں میری نصیحت کرنے کا ہر مت حاصل ہے۔" وہ وادانت پیچھے ہوئے ہوئی تھی۔

• •

6. 1999

زندگی سے بھرپور سناؤ نہ دیا گلاب رنگین بھر رہے تھے۔ وہ بحرمان انداز میں بھر رہے تو کیا ہوئی۔

"نہیں اس میں انسان کا کوئی قصور نہیں ہوتا حسن ابوتا ہی ہے جو ان کو گھوڑا پر وہ قدرت لکھ چکا ہے۔ انسان اپنی لاکھ کوشش کر کے کچھ لے کر وہ صرف گھوڑے کا اندازہ سکا ہے۔ جتنی جی چاہے پائلس چل سکتا ہے کیونکہ قدرت نے اسے یہ اختیار دیا۔ رکھا ہے۔ مگر انجام ہمیشہ وہی ہوا ہے کہ ہاتھ میں ہوتا ہے اور ہم لوگ ہمارے سچے سمجھے اس سے شکوہ۔ شکایت کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ حالانکہ ملتا تو وہی ہے جو قسمت میں لکھا ہوا اور ضروری تو نہیں حسن کہ ہر پسندیدہ و بیچ انسان کو حاصل بھی ہو جائے۔" وہ اپنے غلبہ انداز میں اسے دیکھ رہی تھی۔

"کیوں۔" وہ ہم سے انداز میں بولا۔ ہر گزیری سالس بھر کے یونیورسٹیوں میں کواہو ڈالنے لگا۔ اس کی آنکھوں میں اتنی غصہ پانا کیفیت تائید کو بہت شدت سے محسوس ہوتی تھی۔

"میں کسی کو پالیا میرے نزدیک محبت نہیں ہوتی حسن اہمیت نہیں تو کسی کو دل و جان سے پانا پتا ہے۔ اور جہاں دل میں کسی اور کی تصویر ہو اور غصہ کسی اور سے جزو جائے تو وہاں صرف تعاون ہی ہوتا ہے محبت نہیں۔"

وہ ہنس رہا تھا۔ آپ بھگت کی طرف آ رہی تھی مگر وہ نہیں جانتی تھی کہ سامنے بیٹھا شخص سوچی کی کن گرائیوں سے ہو آیا تھا۔ اس کے رکھنے ہی حسن نے آنکھوں سے چہرہ گھما کر اسے دیکھا تو اس کی آنکھوں میں اتنی خلیفہ کی سرخی تائید سے آنکھیں رہ گئی تھی۔

"کیا کام ہے اس کا جس سے تم محبت کرتی ہو؟" اس کا سوال اس قدر دھماکہ مبر تھا کہ وہ گھبرا کر بھاگنے لگا۔ وہاں کتا بندہ جہاں کی تھاں نہیں رہتی۔



"ذرا ارکے تانہا جان کی طبیعت بہت سخت غراب ہے۔ ہارٹ ٹیک ہوا ہے نہیں۔ اس و ہرے دو تین دنوں سے یونیورسٹی میں تری۔" شہین نے چولی: دینی سالکوں کے ساتھ آکر بتایا تو وہ دونوں بھی غصہ پریشان ہو گئیں۔

"کوہ کا ز اور ہم لوگوں کو پتہ بھی نہیں۔" شفیق تاسف سے بولی۔

"میں نہیں کس نے بتایا؟" صبر و نے پوچھا۔

"میں اپنی سی سے پتہ چلا ہے۔ وہ وہیں قاتلانہی کے ساتھ۔" اس نے کہا تو وہ چپ ہو گئی۔

"میں بھی جانا چاہتا ہوں۔" یوں سے ہسپتال میں چلا۔

"میں لایہی اور فرماں ہمارے ہیں۔" وہ کہہ رہے تھے کہ اگر ہم لوگ ان کے ساتھ جانا چاہیں تو ہمیں۔ ان کے پاس گاڑی ہے۔"

"ہم لوگ خود سے چلے جائیں گے۔" صبر و نے سب سے پہلے انکار کیا تھا۔

"لایہی کو ہسپتال اور ہم آجروہوں کا پتہ ہے۔ اور پھر ان لوگوں کے ساتھ ہم آسائی سے واپس بھی آسکتی ہیں۔" شہین نے اس کا ہمزہ مبرا ذکر کیا تھا۔

"اس میں حرج بھی کیا ہے۔ یوں بھی گاڑی تھیں فرماں کی ہوگی۔" شفیق نے بھی شہین کی تائید کی تھی۔ مگر فراموش خیال آنے پر شہید کی سے بولی۔ "تم شاید لایہی کی وجہ سے انکار کر رہی ہو۔ مگر یہ بھول رہی ہو کہ ہم لوگ اس کے ساتھ کسی تفریق نہیں بلکہ ذرا کے تانہا جان کی عبادت کو جاری ہیں۔"

"جیلا بھڑی کرو۔" وہ لوگ اٹھنے والے ہیں۔" شہین نے بھگت کہا تو دل پر جگر کرتے ہوئے صبر و کو بھی ان کے ساتھ چنانچہ انٹر گیسٹ سے کچھ دوسری لایہی مل گیا۔ انہیں دیکھ کر وہ رک گیا تھا۔

"کدھر جا رہی ہو؟" وہ شہین سے پوچھنے لگا۔

"تم لوگ ہسپتال جا رہے ہو؟" میں بھی لے جاؤ۔" وہ بولی تو اس نے مہذرت خوبانہ انداز میں کہا۔

"آئی ایم سوری۔" مگر گاڑی میں چھ نہیں ہے۔"

"مگر ابھی تو تم کہہ رہے تھے کہ تم بھی آجھاؤ۔" شہین نے احتجاج کیا تھا۔

"وہ جب کی بات تھی۔ اب بھی میں ہی کہہ رہا ہوں کہ پتہ نہیں ہے۔ میں تم لوگوں کو مل لے چلوں گا۔" وہ لاکھ جید وقتا میرا ہنگامی۔ یقیناً اسے ان دونوں کے ساتھ دیکھ کر یہ پروگرام بولا گیا تھا۔ کسرت والی رات اس کے ساتھ جھٹکی گئی تھی۔

"ہم لوگ خود بھی تو جانچیں ہیں شہین!" وہ فریادیں لگاتی تھی۔ لایہی نے بھی ٹھکڑوں سے اسے اور کچھ اور قدرے شہر انداز میں بولا۔

"آپ کے لئے تو اسی کی پوری زمین پڑی ہے۔ وہاں جی چاہے جائیں کیونکہ روک سکتا ہے۔" اس کے انداز سے صبر و کو پتا چلا تھا۔

"ٹائٹ اپ ایشیئم سے بات نہیں کر رہی۔"

"میں بھی جزئی بات کر رہا ہوں۔" وہ اسے چٹانے والے انداز میں بولا پھر اس کے مزاج انہی سے پہلے شفیق اور شہین سے کہنے لگا۔ "میں واقعی چاہتا ہوں کہ تم لوگ کل ہی ہسپتال جاؤ۔ میں پہلے دیکھ دوں۔"

"لوگے۔" شفیق فوراً ان کی تھی۔

"بھرتو وہ بھڑائی آج نہ جانے کی۔" شہین نے بھگت سے دیکھا تو وہ رٹھکون لکے میں بولا۔

"میں کہہ رہا ہوں کیا یہ کافی نہیں ہے؟"

"نہیں۔" صبر و کے منہ میں کڑواہٹ تھی۔ وہ کھلتا ناگوری سے پاؤں بھتی واپس مڑ گئی۔ شفیق اسے پکارتے ہوئے اس کے پیچھے لگتی تھی۔

"ماغ غراب ہے اس لڑکی کا۔" لایہی ڈر بڑبڑا تو شہین نے بھی ٹھکڑوں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اب بتاؤ یہ پرتھوہام میں تہہ ملی کیسے آئی؟"

"کیسے تم تو کیاں لگتی؟" وہ قدرے جھجھکا تھا۔ پھر میرا لکے میں کہنے لگا۔ "میں شہید کا گروپ ہا رہا ہے۔ تم لوگوں کو کیسے لے جاؤں؟"

"تو ہم آگے سے بھی تو جانتی ہیں۔ اس پر پابندی کیوں؟" شہین نے روح کی توہنا۔ ف سے اسے دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔

"تم بھی عقل کی پوری ہو۔" تا تو رہا ہوں کہ وہاں صرف فرے ہی ہوں گے شہان نے ذرا اور اتنی کو بھی مگر وہاں کچھ دیا ہے۔ وہ صرف رات کو آتی ہیں۔ ایسے میں تم لوگوں کا وہاں کیا کام ہے؟" اسی لئے کہہ رہا تھا کہ کل پہلی جلا۔ آتی ہوڑا رہی موجود ہوں گی۔"

"تو یہ بات تم صبر و اور شفیق کے سامنے بھی بتا سکتے تھے۔"

شہین نے مطمئن ہوتے ہوئے اسے گھورا تو وہ کیری سانس کھینچنے ہوئے تاسف سے سر ہلانے لگا۔

"میں میں اس سب پر نی کے سامنے تانا تو وہ ذرا ہسپتال جانے کو چاہتا ہوں ہائی کہ اگر فرے ہا سکتے ہیں تو کیاں کیوں نہیں؟" اسے سمجھا بہت مشکل ہے۔"

"واقعی یہ بات ہے۔" اسے سمجھا بہت مشکل بلکہ ممکن ہے۔" شہین نے معنی فیزی سے کہا تو وہ لگتی ہی سمجھا بہت کے ساتھ بولا۔

"اس دنیا میں کدھر بھی ہمارے نہیں ہے۔" اس بد بھلاہی نے چاہے۔"

"لوگے میں ذرا ہمارے صبر و کا خطرہ خطرات کرتی ہوں۔" شہین ہاتھ بانی اندر کی طرف اشارہ کرتی تھی۔ لایہی نے اپنی گیت کی طرف پتہ کیا۔

صبر و کو دیکھنے ہی اسے اندازہ ہو گیا کہ اس کا سو دواقی غراب ہے۔ شفیق شاید اس پھر مزاج سے ملتا چھوڑنے کے بعد کام ہو کر اب کتاب کھولے بیٹھی تھی۔ شہین کو دیکھتے ہی اس نے ہلکا ہلکا کہا۔

"اس کو دیکھو، ابھر پھر غور رہی ہے کہ میں لایہی کی بات ماننے کی کیا ضرورت تھی۔"

"تھیک کہہ رہی ہوں میں۔ یوں اس کی ہاں میں ہاں ملنے کا کیا مطلب ہے۔" یوں کا مصدر ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ اب میں سانس لینے کے لئے بھی اس کی اجازت کی ضرورت محسوس ہونے لگے۔ اس کی تو مردانہ ناگوشتیں لگی ہوئی ہم پر ہم سوار کر کے۔" صبر و ہنس پڑی تھی۔

"دیکھا کس قدر خفیہ سوچتی ہے یہ لڑکی۔" شفیق کو اس کی شدت پندہ کی بیٹھ کی طرح ذہنی ٹھکان میں جلا کر رکھنے لگی تھی۔

"بات تو اس کی واقعی سچ ہے شفیق؟" شہین نے قدرے سوچ انداز میں کہا تو وہ تہرت سے اسے دیکھنے لگی۔

"اب سمجھا، ابھی وہ مجھے ساتھ ہسپتال چلنے کی فکر کر رہا تھا اور ابھی جب تم لوگ ساتھ حشرہ اس نے انکار کر دیا۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" شفیق نے سمجھنے والے انداز میں حیرانی سے پوچھنے لگی تو اس نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"صبر و خیال میں اس نے صبر و کی وہ ہے۔"

"مگر وہ کیا کیوں کرنے لگا؟" شفیق کو اس کی بات بہت نہیں ہوتی تھی۔

"میں جانتی ہوں کہ اس نے ایسا کیوں نہ کیا ہے۔" صبر و نے جتنی سے پھر پھر لکے میں کہا۔ "کسرت وہی رات میں نے اس کی ہوش ڈراپ کی آؤ کہ بھگت کے بیٹینا اس کی کا کدھر نہ چھوڑ چکا ہے۔" اسے کہاں مارتے ہوئی لوگوں سے انکار دینے کی۔ اسی لئے اس کو طریقہ ہے۔ مجھے جتانے کی کوشش کرنا ہے۔"

"ہاں، یہ بات ہوگی۔" شہین نے بے ساختہ کہا تو شفیق خاموشی سے اسے دیکھنے لگی۔ وہ گراؤ کر بولی۔ "صبر و مطلب ہے کہ اب بھرتو کوئی وہ نہیں ہو سکتی اس کے اس رویہ کی۔"

"نہیں وہ تو کدھر ہاتھ گاڑی نالی نہیں ہے۔" شفیق نے سوچ کر کہا تو وہ اسے یقین دلانے والے انداز میں بولی۔

"میں بھی دیکھ کر کتنی ہوں۔" گاڑی میں صرف لایہی اور فرماں تھے۔"

”یہ شخص میری سوت سے زیادہ گویا ہے۔“ مسمر نے غصہ سے کہنا شروع کیا۔ ”میرے لیے اچھا کھڑی ہوئی۔“

”کیاں باری ہو؟“

”میں ذرا تاخیر کی تک ہاں ہوں۔ ایک دو اہم کس انشور کوانی تھیں۔“

”جلدی آؤ۔“ پتہ ہے پھر چار بج گئے۔ مسمر نے کہا تو وہ سر ہلاتی چلی گئی۔

”تم نے کچھ کرب سی بات نوٹ نہیں کی تھی؟“ شفق نے سو سو انداز میں پوچھا تو وہ استہسا سے نظروں سے اڑے کیسے لگی۔

”آج پہلی مرتبہ شفق یوں لائی کے خلاف بولی رہی تھی۔“

”تو؟“ وہ بھی نہیں تھی۔

”پتہ نہیں۔ اس مجھے بہت عجیب سا لگا۔ اس کی تو بہت پرانی فریڈ شپ ہے لائی کے ساتھ جس سے پہلے وہ سب سے لڑا وہ لائی کی حمایت کرتی تھی۔“

شفق خود بھی اچھٹن میں تھی۔

”میں سب میں سے ٹھیک ہی لائی کو اچھی طرح جانتی ہے۔ ہم سے زیادہ لائی کی خاطر سے واقفیت ہی کو ہے۔ اب اگر وہ سوتی کے لحاظ میں کچھ نہ کہے، ایک بات

ہے۔ ورنہ خبر تو کسی سے بھی برداشت نہیں ہوتا۔“ مسمر نے اطمینان سے کہا۔

”موسم لگا ہے کہ اسے لائی کی بات پر لگی ہوئی آج تک اس نے کبھی کہا۔ سامنے لائی کی برائی نہیں کی تھی۔ کیونکہ وہ جانتی ہے کہ پہلے ہی اس سے بہت بھر ہو۔“

شفق اپنی سوت کو فیکس طرح سے اٹھاؤ کاغذ اچھٹن پر نہیں باری تھی۔

”مگر کوئی پر لگتا ہے شفق اور مجھے خوشی ہے کہ ٹھیک نے وہ سے ہی تیر لائی کی اصلیت جان تو لی۔“ مسمر نے اسی انداز میں کہا تو وہ کمری سانس لے کر بیک

بڑھ کر تے ہوئے ٹیک میں رکھنے لگی۔ مگر اس کی زبان میں مسلسل ایک کرب سی باری تھی۔ شفق کے اظہار پر۔۔۔ کے تاثرات میں اسے کوئی تال میل دکھائی نہیں دیا تھا

اور یہی بات اسے الجھا رہی تھی۔



”اے فیملی اندر آکر نہیں بیٹھ سکتے۔ اگر وہ بچکانہ ہیں دیکھا رہا ہے تو ہمیں بھی محل سے کام لینا پڑا ہے۔“

الچی نہیں سمجھا رہے تھے مگر جب سے وہ داخل نے تا بندہ کے معاملے میں بہت جلدی دکھائی تھی، بے جی کی ساری سوجھ بوجھ ان کے مزاج کی بڑی کے ساتھ کچھ دور رہا

سوتی تھی۔

”محل سے تو کام لے رہی ہوں۔ اب اتنا تو دماغ ڈراپ نہیں ہے میرا کہ اس کی مرضی پر بے لگام چھوڑ دوں۔ ہائے کس بھتیجی بھرتی کو اٹھا کر رہا۔۔۔ سوتوں پر

لا لگائے۔“ وہ جلسے سے بولیں تو بھلا نے ان دیر میں پہلی مرتبہ زبان کھول۔

”بھئی آپ دراز میں سے سوئیں گی تو اسے حق پر پائیں گی۔ یہ اس کی زندگی کا سب سے اہم فیصلہ ہے۔ اور اگر وہ جھکتا ہے کہ وہ لڑکی اس کے لیے بہتر شریک سطر

ثابت ہوئی تو پھر ہم سب کو کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔“

”تم لوگوں کو ہوا کیا اعتراض ہونا ہے۔ اعتراض تو مجھے ہے۔ شوق بیچنے ہی اپنی من مکن کو نہ دکھانے کے قابل نہیں رہی۔“ بے جی رونے لگی تھیں۔

ماحول کی کشیدگی بڑھنے لگی۔ صدمہ آگے بڑھ کر بے جی کو لگی دینے لگیں۔

”یہ صرف آپ کی سوت ہے بے جی اور نہ ہی جان تو اب بالکل مائل ہیں۔ غصہ انھیں بھی آیا تھا مگر وہ جانتی ہیں کہ زبردستی کے شے میں ان کی جی تکی زندگی پر ہوا تو کبھی

ہے۔“

”تمہاری بھائی ہے تو کیا میری بھتیجی نہیں ہے؟ مجھے بھی اتنی ہی دھم ہے اس رشتے کے ختم ہونے کا۔ لیکن اپنے بیٹے کی ضد کو کبھی تو جانتی ہو۔ وہ اپنے فیملی سے نہیں بچے

والا۔“ الچی اپنے اڑے لے سہا کے جذباتی طبع سے بہت اچھی طرح واقف تھے۔

”تو کیا گزند؟ اسے اہانت دے۔ وہ اپنی من مانی کرنے کی؟“ وہ پست پر ہی تھیں۔

”یہ بھی دیکھ لو۔ یہ تو پھر بھی اس میں غلط فہمی ہے جو وہ اہانت مانگ رہا ہے۔ اگر یہاں کرے لے تو تا تو ہم لوگ تب بھی کیا کر لیتے؟“ الچی نے اطمینان سے

کہتے ہوئے حقے کا مہال منہ سے اٹھایا تو وہ دل نہیں بھر سکے کر کہا۔

”خدا اب اتنا بھی نافرمان نہیں ہے میرا بیٹا۔“

”اسی حقے تو کہتا ہوں کہ اس کی ضد کے آگے اپنی زندگی کو بھروسہ نہ کرنا۔ اس کی ضد جان کوئی تو ہمیشہ کے لیے تمہارا پرانا بھروسہ بن جائے گا۔“ انہوں نے مسکراتے

ہوئے کہا تو ان کا دل بھر سے ٹھٹھا۔

”اتنی بڑی نافرمانی کے بدلے فرما میری دوسری کے کیا کمال دکھائے گا؟“

”بھئی بیٹا۔ آپ جانتی ہیں اچھی طرح تو کہ۔ وہ صرف زندگی پر مزید جاتی ہے۔ نافرمان تو نہیں۔“ بھالی نے فوراً اس پر پھر کی سائیڈ لی تھی۔

”میں نہیں تو لوگوں نے اسے سر پر چڑھا رکھا ہے۔ میری پہلی ہی اس کی شہری فوری کے خلاف تھی۔ اوپر سے یہ اتنا شرمناک توڑا اس نے۔“ بے جی چڑھ گئی تھیں۔

”بے جی اب آپ اس کی خوشی سے بہت کے فیصلہ تو نہیں کر سکتیں ناں۔ اس کا دل تو اپنے بچوں کی خوشی ہی میں خوش رہتا ہے۔“ مسمر جیت بھائی نے بے پنے کے انداز میں

اپنی رائے دی تو وہ سوت میں پڑ گئیں۔

یہ ٹھیک تھا کہ وہ کھڑے کھڑے سے شادی سے انکار کا انھیں شہید دیکھتا تھا جس نے اپنی ضد میں آکر لپٹا لڑنے کی بے ادبی کی اور نہ ہی انھیں معذور نہیں تھا۔ ہمارا اسے شاد

دیکھ کر ان کا دل شاد ہو سکتا تھا؟ کبھی نہیں۔

انہوں نے کمری کی سانس بھر تے ہوئے باری باری ان تینوں کے چہرے دیکھے تھے۔ پھر ٹھہرے۔ ہوئے لہجے میں بولیں۔

”اگر وہ بالکل کی خوشی کا فیصلہ ہو چو تو ساتھ ہی غور یہ کے دیکھنا کہ وہ بھی ہوگا۔“

”کیا مطلب؟“ وہ سب تیرا ہوئے تھے۔

”آپ بھی اگر غور تو فرمائی تو دیکھیں۔ میں غور یہ کے مسئلے میں اس کی رائے ماننا چاہتی ہوں۔ اگر وہ اس کے لیے راضی ہے تو مجھے بھی وہ بالکل کی شادی پر کوئی اعتراض نہیں۔

مگر جب تک غور یہ کا کوئی جواب نہیں سننا ہمارا۔“ مگر بھی کبھی نہیں آئے گی۔“

بے جی نے بہت سکون کے ساتھ فیصلہ نہایتا وہ سب بے پنے سے ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر رہ گئے۔



وہ بہت بولہ ورہا تھا تو کبھی اور اس جیسے خاموش طبع شخص پر تو ہمیشہ سے حاوی رہی تھی۔ مگر اس وقت اسن کے اس چہرے سے سوال کا جواب دینا تا بندہ گھولنا کا

مشکل ترین کام لگتا۔ اسے لگا جسم کا تمام خون صحت کچھ پر آ گیا ہو۔

”مجھے ٹھیک اسن کا وہ بہت تمام بول پاتی تھی۔“ اس کے ساتھ میری ذاتی ملاقات ہے۔ وہ میری لپٹ نہ پانچہ میری مادہات میری خاموشیوں غریباں سب جانتا ہے۔“

وہ کہتے کہتے تھی مگر اس سے بھگلائے پھر نہ سم لہجے میں بولی۔

”وہ زندگی گزارنے کے لیے یہ سب بہت اہمیت رکھتا ہے کہ کوئی آپ کو جانتا ہو۔ اتنی کھربانی سے سمجھتا ہو کہ آپ کی محض تو اڑا کا تا چڑھا لڑی اسے آپ کے اندر لگا پڑ

دہا ہے اور وہ وہی ہے۔“ وہ کہہ کر تھی تو دونوں کے درمیان خاموشی کی دیوار قائم ہو گئی۔

اسن کی بے یقینی اور حیرت اب ایک مسلسل غارت میں تبدیل ہو چکی تھی۔ سامنے قہمی یہ تا دک وہ بالکل کی فوری اس کی چاہوں کا مرکز اور اس کی بھجوں کی انھیں تھی۔ مگر

جانے یہ کبھی انکشافات کی کھدگی تھی کہہ کر اپنے ساتھ اڑا کر لگتی تھی۔ اس نے سب سے بڑے انداز میں اپنے دل کو اڑا تو وہاں صرف رودی رہتا تھا۔

آرزو۔ ارمان۔ چاہت۔۔۔ دہا کچھ بھی نہیں

تھا بہت کچھ پاس لیکن اب رہا کچھ بھی نہیں

کبھی کبھی حقیقی چیزوں سے الٹا ہے جواب

ووقت۔ دلجوئی۔ بہبودی۔ دغا کچھ بھی نہیں

اس نے جلتی جھپٹوں سے تا بندہ کی طرف دیکھا ہوا جانتا تھا مگر شرب اسے بھل کر کے خود آرام سے چلی تھی۔

”اب جب کہ تم اپنی زندگی کا لہجہ بہترین فیصلہ کر چکی ہو تو مجھے ہلے ہلے کا کیا قصہ ہے؟“ اس کے لہجے میں جتنی شہوری تھی لا شعوری طور پر ہی اتنی تھی۔ زندگی

کا حاصل ہاتھوں سے کھانا ہوا تو کوئی کب تک شہریں گفتار ہو سکتا ہے۔ وہ بھی کرب و غمت کے انتہائی مقام پر تھا۔

”مگر میں سب کچھ سے راضی ہیں۔ کوئی بھی یہ بات سمجھنے کو چاہیں کہ اپنی زندگی کے اس انتہائی فیصلے میں میری مرضی شامل ہونا اتنا اہم ہے۔ میں کوئی زمانہ جاہلیت

کی عورت نہیں ہوں اسن اک جیسے سید راضی ہونا چاہ کر یہتہ شدہ نہیں۔ میں انتہائی کا حق محفوظ رکھتی ہوں۔“ اس کا چہرہ جھٹھا تھا۔

اسن نے اپنے دل کی لاجت کو کچھ بھر دھتا محسوس کیا تھا۔ اس کے ساتھ اس کی مسخری کو وہ بھی کربید۔ وہ بالکل اندر سے غوری تھی تو کوئی اس کے ساتھ زندگی گزارنے

کے فیصلے کو وہ اس وجہ پر تردد کرتی تھی۔ اس کی خالی نظریں تا بندہ کے سرخ ہونٹوں پر تھیں۔ اسے یاد پڑنے لگا۔ ان ہونٹوں کا خم، اسے کس قدر پسند تھا۔ مگر ان سے مجھے

والے یہ اٹھاؤ کس قدر رنجام تھے۔ ہر جھوٹا قہر تیرا تیرا کی مانند دلہاں کو چاہتا تھا چاہا رہا تھا۔

"تو اس میں کیا ہوتی ہے شیں؟"

"میرا تو نہیں۔ اور مجھ کو یہ بھی پتا نہ تھا کہ یہ ہے۔ اب تو اس کے جواب میں تمہاری اہلی کا حوصلہ کٹاں کا ہے۔ نہ صرف تمہاری بہترین پرورش کی بلکہ معاشرے میں اپنا بھی ایک مقام ملتا ہے۔"

"نئی قومیں کتنی ہوں کہ مراد کوورت کی اچھی تصور نہ کیا جائے کہ اس کے بغیر وہ چلنے پھرنے سے بھی معذور ہو جائے۔ اس معاشرے میں عورت کا بھی ایک مقام ہے جو کہ اسے ملنا چاہئے۔ اور اگر نہ ملے تو خود کو اس کے حق کے لئے تڑپا دھانی چاہئے۔ مسیہر، دیکھو تو اتنا اٹھا تھا۔"

"نہر، یہاں کون کھتا ہے جسے اب چھوٹی سی مثال ایلی کی سی لے لو۔ ہر ٹیبلڈ میں اس سے دو لے کی وجہ سے برتری حاصل ہے، اچھی کامیاب ہو جاتا ہے۔ شیں نے اس کی تائید کی تھی۔"

"جیسے اس کے خیالات ہیں، اس کا جس چلتا عورت کے ہاتھ پاؤں پائوڈ کر مگر کے ایک کونے میں داخل رہے۔ اور خود پوری دنیا میں چٹائی کرتا پھر۔ مسیہر، وہ ایلی کی آج بھی وہی حالت یاد کر کے پھر سے غصہ آئے گا تھا۔ پھر بھی ہے بولی۔" "نہر۔ میں رکنا کوورتوں کو تمام آزادیوں دینے کی بات کرتا ہے۔ یہ شیں کہتا کہ پر وہ سی تو آزادی کی رو میں سب سے بڑی رکھتا ہے۔ اب کون قبول کرتا ہے کہ کوئی لڑکی پائلٹ، انجینئر یا ٹیکر ہو اور وہ پورے کھٹے چلے ہو۔"

"نہر، اس کے مگر کی عورتوں نے تو اسکول کی فصل بھی نہیں دیکھی۔ اس کی وہوں شیں حاملہ ہو رہی ہیں۔ شیں کے اعتراف پر وہ بے چینی سے اسے دیکھنے لگی۔"

"ہر چند کہ وہ ایلی سے متعلق ایسا ہی سوچتی تھی مگر جتنا ہر اس قدر اچھا دکھائی دینے والا شخص واقعی اپنے دکھانے والی بات کا اس قدر پکا ہو گا یہ کبھی اس ذہن میں نہیں آیا تھا۔"

"مگر اس سے قدم بڑھنا بھی نہیں ایسا۔ شیں نے نہیں دیکھا تھا۔ یہ تو اس کی ڈرامائی ہے اس بات پر مگر وہ چکا ہے۔ مگر ان لوگوں کو عورت کو بے زبان جانور سمجھنے کی بات پڑ چکی ہے۔ شیں نے اس سے کہا تو وہ جوش سے بولی۔"

"ان لوگوں کو اپنے حق کے لئے تڑپا دھانی چاہئے شیں ان کی کوئی حد ات نہیں ان کے بنیادی حقوق منسب کرنے کی اجازت نہیں دے سکتی۔"

"کیا نامہ وہ مسیہر وہ اپنے حق کے لئے تڑپا دھانی کر رہی تھی کی؟" "ان چند ہر حامل لڑکیاں نہ کتنی چاہ کر سکتی ہیں اور نہ ہی بھائیوں نے دولت مند ہوتے کے ذمے میں انہیں کوئی ہنر سکھایا ہے۔ شیں نے مگر ہی سانس بھری تھی۔"

"مائی گا، بھینڈ نہیں آتا کہ ایک شخص جو خود ایک مروجہ پائیلٹ سائنس میں ماسٹر ڈگری کے بعد اب انجینئر لڑچک میں ماسٹر ڈگری ڈگری حاصل کرنے والا ہے اس قدر ٹھک، ذہن دکھنا کام کیا ہو سکتا ہے۔ مسیہر، ہر مگر ہی سی لے کر رہ گئی۔"

"آج وہ مگر شیں نے ایلی کے متعلق اس قدر غصیل سے بات کیا وہ سب کس قدر ہمایا تھا۔"

"ایسے لوگوں کو کتنی دکھنا دکھائی دے گا کہ مائی ڈیٹر ایپ صرف عقلی آزادی کے حامل ہوتے ہیں۔ اب دیکھا نہیں تھا کہ کس قدر رفاقت ہے وہ۔ اگر تم ٹرسٹ والی رات اس کی آخر قبول کر لیتیں تو آج بھی خوشی میں ساتھ لے جاتا۔ شیں نے کہا تو وہ جعفر سے بڑے لہجے میں بولی۔"

"میں اس کی سنی گلیا ہنستے کے لوگوں سے بات ہی کرنا پسند نہیں کرتی۔ اس کی آخر قبول کرنا تو بہت دور کی بات ہے۔ اور اگر وہ میرے خلاف ہے تو میں بھی اس سے غصہ کرتی ہوں۔"

"جیلوڈ دیکھ کر وہ اس فنون مینوں کو۔" شیں نے اچانک ہی موضوع بدل دیا تھا۔ "میں نے ذرا کے مگر فون کیا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی کہ اب آنا چاہا بہت بہتر ہیں اور یہ بھی کچھ ہم ہسپتال جانے کی بجائے سپریمس اس کے مگر چلی جائیں۔ آخری اور وہ مگر ہی ہیں۔"

"یہ تو اچھا ہو گیا۔ مسیہر، دے اطمینان کی سانس لی تھی۔"

"وہ جھوڑی بیٹان بھی تھی۔ شیں نے کہا تو وہ متناہیا مگر اس سے اسے دیکھنے لگی۔ اس نے لاسٹی کے ہاتھ پر شانے پکڑے تھے۔"

"یہ تو اب جا کر ہی پتہ چلا کہ اس کی چاہنا تو اس پر اب کون سا رحم ہونے والا ہے۔ مسائل ٹولان کو کوس رہی تھی۔"

"کتنی ٹرسٹ والی بات ہے تو بھگت نہیں ہو گا؟ مسیہر، وہ کو خیال کر رہی تھی۔"

"پتہ نہیں۔ کتنی معلوم ہو جائے گا۔ اور اب جیلوڈ تم اپنی مری سونو اور لاسٹ آف کرو۔ سخت ڈیڈ تھی ہے۔" شیں نے دعائی پیتے ہوئے کہا تو وہ فون کی آواز مگر ہی بولی۔"

"یہ مگر ہی انگریز میں کھاتا ہے گی ڈیٹر!"

"تو شیں تمہاری مری سے کام چلاؤں گی۔" وہ آکھیں سونو۔ اطمینان سے بولی تو مسیہر دے اسے مگر رتے ہوئے لاسٹ آف کر دی۔



اچھے روز میں جی شیں کو اس کا بہرہ امانی لینے آگیا۔

"آف میں آتی کی بات ہے۔ میں بہت خوش ہوں۔ اس قدر اچھا رہتا تھا مگر اب جان میں مان رہے تھے کہ لڑکا آؤٹ آف جیلی ہی نہیں آؤٹ آف کاسٹ بھی ہے۔" وہ جلدی جلدی اپنی پتھری تھری تھری کرتے ہوئے بڑے جوش انداز میں بتا رہی تھی۔

"اچھا تم ذرا سے میری طرف سے معذرت کر لینا۔ بس وہی دن کی بات ہے۔ پچھلے سول وہاں آ جاؤں گی تو اس کے آنا جان کی عیادت کو ضرور جاؤں گی۔" اس نے جاتے جاتے کہا تھا۔ "نہر، وہ اکیلی تھی جو جلدی ہونے والی کے لئے نکل پڑی۔"

"شیں کو کھڑے؟" شیں نے اسے تھما دیکر پوچھا تو وہاں اس نے ساری تفصیل کہہ دی۔ "پروگرام تو یہی تھا کہ آنا جان کو دیکھنے چلیں گے۔ مگر یہ ہسپتال کا تو پوچھا ہی نہیں کہ وہ کون سے ہسپتال میں ایڈمٹ ہیں؟" شیں نے آخر میں پوچھا تو جوتے ہوئے کہا تو مسیہر دے اسے تھی بولی۔

"ذرا اور آتی گھر پہنچے ہوں گی۔ ہم سپریمس مگر جائیں گی شیں نے بتایا تھا کہ اس کی رات ذرا سے فون چاہت ہوئی تھی۔"

"یہ بھی اچھی بات ہے۔" شیں کو اس نے بولی تھی۔

"وہ وہوں پر بے زانیہ کرنے کے بعد شیں کی طرف چلی آئیں۔"

"میں نے جلدی میں شہنشاہ بھی نہیں کیا آج۔ مسیہر، وہ کہتا تھا۔ شیں کو بھی اس کی تھپک کر پڑی۔"

"یکسیکوی ڈی!"

"وہ دیکھتے ہوئے ٹھک کر آئے والے کو دیکھ لیں۔"

"وہر مان تھا۔"

"آپ لوگ کل آنا جان کی عیادت کو جانے والی تھیں مگر جانیں نہیں۔ مجھے ایلی نے کہا تھا کہ آپ لوگوں کو لے جاؤں۔" وہ بچہ شاٹھی سے کہہ رہا تھا۔

ایلی کا گروپ اپنی شاٹھی اور علاقائی کی وجہ سے پوری وجہ دہشت میں پھپھرتا تھا۔ یہ بھی شاید ان لوگوں کی شخصیت کا ایک رخ تھا۔ پچھروں کو سنا کر نے ٹھیکہ پر شیع سازی شہر کی تھی۔

"شیں جاننا ہے مگر آپ لوگوں کے ساتھ نہیں۔ مسیہر، اندر ہی اندر سگ اچھی تھی۔

کس قدر رہا ہو گا کہ ان رہا تھا یہ ایلی نے۔ شیں جب اپنی مرضی ہوئی بات مان لی اور پھر اپنی مرضی نہ ہوئی دوسرے کو ڈی گری کر دیا۔

"آپ شاہ کل والی بات سے ناراض ہیں۔" وہ مسکرا رہا تھا۔

مسیہر کی طبیعت سے ان کا پورا گروپ ہی واقف تھا۔ اچھا بڑا رنگ دکھائی دینے والی مگر وہاں تیرہ والی پر کی انکڑا اپنے ٹھکانے کی وہ سے ایلی سے ابھی رہتی تھی کی بنا۔ وہوں ہی انجینئر لڈا رست کے بہترین مقرر تھے۔ سوائف لٹ، راجا جیت کے پتھر میں انکڑا بات ٹکا کھائی تک بتائی جا کر تھی۔ اب یہ ایلی ہی کا حوصلہ تھا کہ وہ مسیہر کا سامنا کرے۔ اطمینان سے کر لیا کرتا تھا۔ وہ انکڑا کلائی گروپ آہن مانگا کا نامہ دیا اس سے چھٹا پھر جاتا تھا۔

"ایلی کوئی بات نہیں۔ شیں نے اپنی اپنی پہنچ کے بدولت بات سیکھنی چاہی مگر مسیہر دے اسے تیز لہجے میں کہا۔

"ایلی ہی بات ہے۔ کل جب ہم جانے کو ابھی تھیں تب اس نے بہت بد تمیزی کے ساتھ ہمیں ساتھ لے جانے سے انکار کر دیا تھا۔"

"آئی ایس ایس کی سبلی آپ کو کچھ لگائی ہو رہی ہے۔ کل واقعی ہمارے ساتھ شہرہ ہر اس کے گروپ کے وہ تھیں جو لگتی تھیں۔ وہ ان کی شرت سے تو آپ واقف ہی ہیں۔ ایلی نہیں چاہا وہاں کہ ہسپتال میں ان کی موجودگی میں آپ لوگ وہاں جائیں۔"

وہ بے حد تھکائی سے کہہ رہا تھا۔ شیں حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

"اور پھر کل ایلی نے ساری بات شیں سے کی تھی کہ آپ پھر بھی بات نہیں سمجھیں گی۔"

"میں کیسے مانوں کہ آپ کا کہہ رہے ہیں؟ مسیہر، دے نا کو رہی سے پوچھا تو وہ مضبوط لہجے میں بولا۔

"آپ کس ذرا سے کھڑم کر سکتی ہیں۔ کل یہاں سے ٹھکے سے پہلے ایلی نے ٹھکانہ کو باہر کال کی تھی اور اسے شہرہ ہر لوگوں کی آمد کا کتا کتا کر س ذرا اور آتی کو کھر بھجوا لے گا کہتا تھا۔"

مسیہر دے اسے اختیار شیں کی طرف دیکھا جو خود بے چینی کی کیفیت میں مگر ہی ہوئی تھی۔



بے چینی کے فیصلے کے سب سے بڑا ٹھکانہ وہاں کو پہنچا تھا۔

"میں قدرتی ہے۔ اندر سے خود پر مبارکبادی ہے، بس یونہی نہیں تانے کو کہ اس کا پہلا ڈھونڈ رہا ہے۔"

"قسم سے میں بہت پریشان تھی۔ مگلی اور بات ہے مگر وہاں کے ساتھ شادی کا خیال ہی میری جان نکال لیتا ہے۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا مطلب؟" شفیق نے دیکھ میں آئے والے انداز میں اس کی طرف دیکھا تھا۔

"شرور ہی سے اسے ایک بڑا، ایک فریڈ کی حیثیت سے دیکھتی تھی ہوں۔ اب ایک دم سے اتنا قریبی تعلق۔" وہ جھجک کر زک کی گئی تھی۔

"لوہو تم؟" میر نے اسے جھڑپا تھا۔ "دو سال ہو گئے ہیں مگلی کو اب تک تو تمہیں اپنا بندہ نہیک اپ کر لیا چاہتا تھا۔"

"اس سے اندازہ کرو کہ میری سوچ کی پاکیزگی کا۔" فوٹر آکر بولی تو ان دونوں کو بھی آگئی۔

"آج جان نے تو ان کو بھی اپنی منہ دے دیا ہے کہ بیڑے کو چھوڑ کر اب بڑس کی طرف توجہ دے۔" وہ جس لڑکی کے ساتھ داخل ایم اس کا شوق پورا کر رہا ہے وہ نہ اب

تک اپنا خاصا بڑس منجھال چکا تھا۔

وہ لڑکی تھی۔ شفیق کو بکھت پھر خیال گزرا۔

"میں اب تو کل باطل آئے والے تھے۔ مگر لڑکی نے جانے کیوں روک لیا۔"

"بھلا یہ راکل شو ان نے مجھے کوئی کوئی مگر مجھ کو دیا تھا۔ لڑکی وہ فرحان کے ساتھ شہباز روپ تھا۔ اور ان کی رہنے پر نہیں کا تو تمہیں پتہ ہی ہے۔"

میر نے گھر پر ہی نہیں زور دار دھا کا ہوا تھا۔

نور وہ ہے جو شین بتا رہی تھی؟

زارا کر۔۔۔ سے باہر لگی تو شفیق نے خاموش مگلی میر کی طرف دیکھا۔

"شین کو بھوت ہو چکی کیا ضرورت تھی میں؟"

"بھوت سکتا ہے لڑکی نے اسے یہ سب نہ بتایا ہو۔" میر نے دیکھا بھوت گاڑی میں کئی بھی نہ بیٹھا ہو۔

"فرحان بھی تو شہباز تھا کہ شین سب جانتی تھی کہ لڑکی کے ساتھ شہباز روپ بھی ہے۔" شفیق نے اس کی بات رد کر دی تھی۔

"یہ بھی لڑکی کی ایک چال ہوگی، ہم دونوں میں بھوت ڈالوانے کی۔ شہباز روپ یقیناً ان کے ساتھ ہوگا مگر شین کو ہم سے بھوت ہونے کی کیا ضرورت تھی؟" میر نے

قصی لہجے میں کہا تو شفیق غصہ ہی پڑ گئی۔

"واقعی یہ بات تو ہے۔ شین کو کیا بھوت ہونے کی کیا ضرورت تھی۔ لڑکی کے ساتھ تو پہلے ہی انداز ہی ایسی کوئی دہائی نہیں ہے کہ جسے ختم کرنے کے لیے وہ کیا کچھ

کرتی۔"

"اسی تم دیکھتی جاؤ کہ اس شخص کے چہرے پر کتنی پریشانی ہے۔" میر نے اطمینان سے کہا تھا۔

انکے زور دار بھی بوند رشتی آتی تھی جو شین بھی مثالی کے اچھے نصیحت موجد تھی۔

زارا کی شادی کی کچھ دن پہلے تو اس نے زہرا کی پشت پر دو دو صومو کے چڑے۔ ہر ایک ٹانہ اسی نہایت کا مطالعہ کر دیا۔

"ایسے ہی میری ایکلی کی شادی تھوڑی دوری ہے۔" وہ مگر گئی تھی۔

"تو پھر وہاں سے کہو۔ اب تو وہ یہی ہے جس کی حضور ہی اتر ہوگا۔ ایسے مانے کا شہباز۔" شین نے شرارت سے کہتے ہوئے ہنسی بھائی تھی۔

"کہاں کوئی؟" اس پر زک سر نہ ہلایا تو یہ صرف اس نے مجھے کسی میں ذات پر وہی تھی بلکہ خود بھی کچھ کم نہیں کیا۔ اس کا بیان لے کر باقی رہ گئی تھی۔ "زارا نے بہت

دکھ سے بتایا تو انہیں پتی آئے گی۔"

"بہت ظالم شخص ہے مگر تو۔" شفیق نے دماغ سے کہا تو وہ سادگی سے بولی۔

"خیر انکا بھی یہ نہیں۔" ان کا جان کی طبیعت بہت خراب تھی تو وہ باطل میں میر۔ رونے پر ان کا بیان ہو گیا تھا کہ سب کے سامنے ہی میر اسراپے ٹانے سے لگا کر

بڑے۔ بھائی کی طرح جھپٹتا رہا۔"

"گفت ہے زار الدی سوتلہ۔" لڑکی نے سنتے ہوئے شین بھڑک اٹھی تھی۔ فنی کے مارے شفیق اور میر وہ کار حاصل تھا۔ اوپر سے شین کی حملہ جہ۔

"رومیں میں بھی وہ انداز چند بات غولیں۔" میر نے اندازہ کر دیا اور اس کا تھوڑا سا کھوکھلا کر لیا۔ شین نے اسے یہ پتہ تھا کہ اسے بڑا بھائی داری ہیں۔"

"میں بھی تھوڑی دن رہی ہوں، ویسے ہی مجھے خیال آیا تھا۔" زہرا گرا کر بولی تو ان کی فنی میں مزید شدت آئے گی۔

ان کا وہ گروں کی سوچ کی پاکیزگی کا۔" شین نے سر دھجھکی تھی۔

شفیق نے شین سے گل و ملی بات کہنے کے کارواہ کیا تو میر نے اسے روک دیا۔

"میں بھی نہیں شفیق ایس سب میں پوچھنا چاہتا تھا۔" میر نے گھر سے بھینٹی بھج کر پوچھ کر کر دی ہیں۔ میں خود انہی پر اس سے بات کروں گی۔"

"بھئی تمہاری مرضی۔ تمہارا کچھ ضرور ہو کر لیتا۔" شفیق نے اٹھ کھینچ لی تھی۔ اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

وہ بڑا بڑا بڑا تھا کہ اس نے شین سے پوچھ ہی لیا تھا۔ جواب میں وہنا موشی سے اس کا چہرہ دیکھتی رہی تو میر نے جھل سی ہو گئی۔

"نہا شین میں نے سوچا تو کچھ کر لیتا مناسب ہے۔ فرحان جیسے مس کا بیڑے کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔"

"بھوت سکتا ہے کہ اس کے ساتھ شہباز روپ ہو۔" مگر شین نہیں جانتی تھی۔ مجھے لڑکی نے اس کے بارے میں ایک فلو بھی نہیں کہا تھا، ساری بات تم کو ان کے سامنے ہی تو

ہوئی تھی۔ اگر ایسا کچھ ہوتا تو وہم تو ان کو ان کے سامنے نہاتا۔ اس نے تو بس تمہیں ہمارے ساتھ آگیتے ہی انکار کر دیتا تھا۔" شین نے اطمینان کے ساتھ جواب لیا تھا۔

"میں تو پہلے ہی کہہ رہی تھی کہ یہ بھی لڑکی کی کوئی گھٹیا شرارت ہوگی نہیں ایک دوسرے سے بھڑک کرنے کی۔" میر نے دھت فیس سے جھٹھا اٹھی تھی۔

"مجھے تو خود بہت فیس ہوا ہے لڑکی کے روپ پر۔" میر نے تو کو بھی بھی نہیں تھا۔" شین نے بہت دھت کہا تھا۔

"وہ ہمیشہ ہی سے ایسا ہو گا مگر تم نے دوق میں کبھی غور نہیں کیا تھا۔" میر نے کہا تو اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"مگر اب میں اسے بہت اچھی طرح سمجھتی ہوں۔"

"اب ذرا اطمینان سے رہنا۔" میر نے اسے نصیحت کی تھی۔

خود لڑکی کی طرف سے اس کے دل میں ایک دور گر چکی تھی۔

اپنی دشمنی سے بہت کر اب وہ ان کے گروپ میں بھوت ڈالوانے کی کوشش کر رہا تھا۔

شین نے تو یہی طرح مزہ چکھنا ہی اس کا کیا حرکت کا لڑکی کو وہ انداز ہی اندر سگ اٹھی تھی۔



وہ بے حد بے یقینی سے اپنی بڑی بہن کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

"میں خود بہت حیران ہوں کہ اسن ایسا کیسے کر سکتا ہے۔" میں نے تو اس کے تھے گے ہاتھ تک چھوڑ ڈالے مگر وہ کسی طور شادی کے لیے تیار نہیں۔ پتہ نہیں انا چھوڑ دی کیسے ہو

گیا ہے۔" وہ زور دے رہی تھی۔

تاہم وہ کی اسی کے ذہن میں بھٹکا سا ہوا تھا۔

انہیں فرما چاہیے کہ سب کس کی کارستانی ہے۔ ان تین چار دنوں سے تاہم وہ اطمینان دے لیتی تھا۔ ظاہری بات تھی کہ وہ حسن کو ساری پتی چھوڑ چکی تھی۔ اپنا مسئلہ

اس کے سوا دل کر ہی سے آرام و سکون سے رو رہی تھی۔

"آپا آپ۔" وہ جیسے کہ اس بات کو اس نے "آپا آپ" کا اس بات کی چٹھیں تھی مگر وہ اچھی طرح واقف تھیں کہ اصلیت کیا ہے۔

"اس سے کیا بات کروئی نہیں؟" وہ انہیں ہوا تو رات ہی کر لیتی چلا گیا ہے۔"

وہ لڑ گئی ہے کہ شین ان کا آخری سہارا بھی جھین گئیں۔

تاہم وہ کی اسی ہی جتنی بھی جتنی چلا تھیں، وہ کہتا تھا۔ اگر رشتی درمیان میں نہ آجاتی تو وہ جتنا چہرہ ہاتھ لٹانے سے بھی گریز نہ کرتیں بلکہ ہونے بہت ظہیر۔ سو گئے تھے نہ تو

لہجے میں کہا۔

"اسے نکال کر کے اس شخص کے ساتھ خستہ کر دوسرے دن اجیتا رہے مگر کی چاہی کا باعث ہے۔"

تاہم وہ کچھ جیسے زمین کی بارشانی ہی تھی۔

اس نے فوراً ان کے لیے دھڑلے کو غیر دی تو اس نے خوشی کے مارے سید پرچم لیا۔

انکے ہی روز پہلی پرنی جھلکتے و مٹاتے کے ساتھ شادی کی تاریخ لینے کو سیدیت بھائی اور بی جان کے ساتھ ان کے خواہش رتی سے بڑا الگ دم میں موجود تھیں۔

خیر۔ انکے ہی خود دار الگ دم میں جانے کو چاہتیں تھے مگر سرین جگم کے منوں کا دل بچا گئے۔

اب ان کو ان کے کتنی بھی خوشی سونپی سے بہت چیت کیوں نہ کی ہو مگر کسی سے بھی ان کا وہی بن ورہ دل بھی نہیں رہی تھی۔ سالف ظاہر تھا کہ وہ ان کی طرح

تاہم وہ کیا بھی کسی کی خوشیوں کے سہیہ عمل پر اپنی جھٹوں کی کامرانی کا ناجائز عمل چاہنے کی کوشش میں تھی۔

"میں کوئی دھرم ہزار کاٹیں چاہتا۔ آپ سارے سے کٹ کر کے اپنی طاقت لے جاسکتے ہیں۔" کہو نے لگی پٹی رکھے بغیر کہا تو دروازے کے ساتھ کان لگائے کھڑی تابتہ کو روکا گیا۔

"یہ سب تو طے تھا نا، ابھی تو تمہیں نوکری بہت کچھ چاہیے نا۔" رشقی نے دنگ سے کہا تھا۔
"کیوں بنا رہا ہے نا؟ لاڈ لایا ہے۔ مگر وہ لطف ہو رہی ہے۔ لے لوگ ہیں ہم۔ بارگاہ تو دھرم دھامی سے لائیں گے۔"

بے بسی کو ان کی بات کا گوارا نہ دیا تھا۔ مگر وہ اپنی بات پر اصرار رہے۔
"نیکمیں آپ اپنے گھر میں جا کر رہنا ہی چاہے دھرم دھام کا کر لینے گا مگر یہاں سے صرف کٹاج اور رشتہ ہی کی تقریب ہوگی۔"

"جی ہاں میں تو فری سے غرض ہے۔ ویسے پر ساری کسر نکال میں گے۔ میں کی کوئی مجبوری ہوگی کبھی کہہ رہے ہوں گے۔" صدیقہ بھائی کے اپنے دھکے لہجے میں بات سنہائی تھی۔

"لو! اب خوشی میں ہی اپنی خوشی محسوس کرتی جا رہی ہے۔ اب اکیس میں بھی اس رشتے پر اعتراض تھا مگر پہنے بیٹے کی خاطر اس واپس آتا ہے۔ ایسے معاملوں میں ڈی کرنا اچھی بات نہیں ہوتی۔" بی بی جان نے غصے سے لہجہ میں کہا تھا۔

وہ وہ بی بی کے باپ تھے، بیٹے کے نہیں جو اسے آرام سے حق توڑشی وراثت کر جائے۔ سرخ چہرے و دلہ کھڑے ہوئے تھے۔
"آپ لوگ مناسب تاریخ طے کر لیں، دو روزہ روز نکاح کے لئے آج ہی آج ہے گا۔" وہ کہتے ہوئے کمرے سے نکلے تو ان کے کندھے سے دھکے ہوئے وردہ موم میں لرزش تھی۔

"اب اس لئے خوشی کو تابتہ کی طرف بھی تو نہیں رہی تھی جو وہیں آوازاں۔ کتہا یہ کھڑی صورت حال کا جائزہ لے رہی تھیں۔
"میں پہلے سے یہ کہتا ہوں کہ بات پہلے سے طے تھی مگر اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں۔ اب وہ قابل بھی تو میری بی بی سے منسوب تھا کیا میں نے آپ سے رشتہ زلیا ہے؟ آن کل زمانہ ہی ایسا جا رہا ہے کہ ان کے انوکھیں خودی سب کچھ لے لیتے ہیں۔ ماں باپ کی بددعا تو ہوتی ہے جو ان کے لئے برا صحت سے بھر تے ہیں۔ میری کتنی ہوں کہ شادی کی تاریخ ہی ہوگئی ہے۔ وہ بھی انہی سے پوچھ لیتے۔" بی بی جان کا کتنی تو غصہ سے بھر پور لہجہ نہیں سیکھ کر بیٹھائی تھا مگر دل پر ہتھ رکھ کر ناگھٹی کا تاثر دینے پر مجبور تھیں۔

شاہد بھی وہ دل زار ہے، والا وقت ہوتا ہے جس سے بچنے کے لئے ہر ماں باپ اپنی جان کو بے نیکی کی دعا کرتے ہیں۔ اتنی ساری محنتوں اور خاطر خواہوں کو روک کر آج تابتہ منجھ معنوں میں اس گھر کے لئے پرانی ہوگئی تھی۔

منجھ کرنے کے باوجود تاریکی کی بارگاہ منجھ لوگوں کے ساتھ مگر بہت دھرم دھام کے ساتھ آئی تھی۔ شاہد بری نے جہاں لوگوں کو رخصت میں جتا کر دیا وہیں بہت سے حاسد انداز سے بھی نکالی جا رہے۔

"اسی وجہ سے تو سالوں پرانی نسبت توڑی۔"
"بس کتنی۔" لارٹ، دیکھی ہی لوگوں نے۔ بارگاہ کی دھت ہی کہاں رہی ہے آج کل۔"

"نہیں تو ایک دوسرے پر پاں پڑا کتنی تھیں۔" تبتا تابتہ کا کوئی پتہ نہ ہوگا۔ دیکھا نہیں اب آپ نے کتنی آزادی۔" کتنی تھی۔
غرض جتنے منافی باتیں تھیں گھر والے چھپتے بھر رہے تھے۔

"آج کے بعد اس گھر سے یا اس کے کیمپوں سے تمہارا کوئی رشتہ نہیں۔ تم یہی سمجھنا کہ تمہارا ماں باپ ہیں ہی نہیں۔ ہم بھی بھول جائیں گے کہ ہماری کوئی مور موراد تھی۔" سب منجھ کا کیا نہ چمکا تب لیا احمد نے اس سے تمام رشتے توڑ دیے تھے۔

ڈانچن بی وولنگ بلک کر رہی تھی۔
"بھائی! یہی سب کچھ کتنی باپ نے اپنی بی بی کو رخصت کیا تو گاؤں کی لڑکیوں کو بیٹھ بیٹھ کے کامان کے دھواں کیا جاتا ہے۔"

موریشی لب بھگتی کر رہی تھی۔ دھول تو اس کا بھی بہت کچھ کچھ کچھ تھا۔
کوئی بی بی بھی تو یہی رخصت نہیں ہوتی تابتہ دھماکتے ہوئے ہو۔ والدین کی ترزوں، ان کی محنتوں کو روک کر تمام حوا و زمانہ تم نے اپنے ہاتھوں اپنی کتنی ہی سے تو گھولا ہے۔" موراب دیکھ کر نے اپنی صحت دلی تبتا تو یہ جھگڑا کیا؟

وہ سوچ کر گڑبگڑتی تھی۔
وہ دھول بڑی شان سے اسے لئے رخصت ہو گیا۔

میراٹوں کی رشتہ منجھ میں اتنی تو گھر منجان ہو گیا۔ اس گھر میں شادی والے گھر بھی کوئی روٹی سو جو نہیں تھی۔ یوں گھر بھٹا ابھی بھی یہاں سے کوئی میت بھی ہو کر نہیں نفوس اگلا اگلا کمر میں ماتم کر رہے تھے۔



"یہ ایک ہی اپنا انحصار۔"
شعین نے بھولی سانسوں سے کہتے ہوئے سپردِ دل بات ان کے سامنے رکھی جس میں تابتہ کا گلاب ہا میں سو جو تھیں، جن پر پہنے کی ہوائیاں بھی چڑی لگی تھیں۔

"واہ زبردست۔" منجھ اور خصوصاً گلاب جان کی خوشی زار نے سب سے پہلے ہاتھ بڑھایا تھا۔
"یہ تبرک کون دانت رہا ہے؟" سمیرہ کو بھی یہ کیا کہ دولت پسند آتی تھی۔

"ماں باپ دانت رہا ہے۔ پورا سا پلاسٹک میں اپنی شادی کی فلیٹ تھیں جو نے کی خوشی میں۔" شعین نے مزے سے تبتا گلاب جان کے اشارے کے منجھ میں اٹک گئی۔
"کیا؟"

"کوئی نہیں کیا۔" چوڑے کے ڈچے دانت رہا ہے اس کا گروپ۔" وہ بی بی تھی۔
"کیا؟" کاسین ہو گا۔" سمیرہ سوچ کر لطف اندوز ہوتے ہوئے ہوئی۔

"میں گھر نہ کرنا چاہتا ہے۔" بھائی بھائی میں دھرم دھام کی کیا ضرورت تھی۔ سب میرا کیا ڈانچن گئے۔" زار نے دانت لگایا تھے۔
"کیا پھر ڈانچن گئے؟" سمیرہ کو ہنسنے میں ہوا تھا۔

"میں کی کاس نے ایک گھر سے شادی کی ہائی کیوں نہ کر لی۔" شعین نے لطف دیا تو زار نے جینپ کر اس کے ٹالے پر اچھپ رہی تھی۔
"نیلو لیلہ جی!" اتنی وقت اٹھان چلا آیا تو زار کا پوکلا بے کے مارے برا حال ہوئے لگا۔ منجھ وہ منجھ کے بعد تو شادی ہونا تو قر رہا ہی تھی۔ مگر شادی تو پھر اس سے چودہ چل جاتا تھا مگر پندرہ رٹی میں اس کا سامنا ایک لازمی بات تھی۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟" کیوں تم ہماری لڑکی کو پندرہ رٹی میں منجھ کر رہا ہے؟" شعین نے شادی کی نکاح میں تھی۔
"یہ نام اگر ہوں منجھ کیا نام نہ ہوگا۔" وہ زار سے بولا تھا۔

"پھر بھی آپ کو شرم آتی جا رہے ہیں منجھ کیا نام نہ ہوئے۔" سمیرہ نے بھی زار کا ساتھ دیا تھا، وہ حیران ہو لہجہ طے کیا۔
"شرم کیسی؟" منجھ ہم تو صاف دل لوگ ہیں۔ غرض ہیں تو منجھ کیا نام نہ ہوئے۔" شعین نے لطف دیا تو زار نے جینپ کر اس کے ٹالے پر اچھپ رہی تھی۔

"منجھ تو جینپ مت کرو۔" زار بھائی تھی۔
"دیکھا۔" جس کے دل میں لطف نہ ہو رہے ہیں وہ خودی بولی انجی ورت میں نے اس کا نام نہ نہیں لیا تھا۔" نوٹی لطف دیا تو زار بھائی نے لگی۔

"اسی لئے میں تم سے شادی نہیں کرنا چاہتی تھی۔" سمیرہ کی خوشی میں جو کچھ نہیں گوارا رہی۔
"مگر تمہارے حالے میں، میں سو فیصد تنہا ہوں تنہا دیکھو۔" نوٹی لطف دیا تو زار نے جینپ کر اس کے ٹالے پر اچھپ رہی تھی۔

"اب تم لوگ انہی کو فری جگہ۔" شادی کے بعد کے لئے اٹھا رکھو اور جتے ٹکرو۔" شعین نے اصل نکتہ اٹھایا تھا۔
"نہیں، آف کوں۔" جب مور جہاں کو۔"

ٹھکان کو کچھ نہ دیا وہی خوشی تھی جیکہ اس کے دل پر زار کو شرم آ رہی تھی۔
شعین نے وقت اور تہہ طے کر کے پہلے ہی اپنی پسند کا منجھ کی سلیکٹ کر لیا تھا۔

"یہ کتنی تو جینپ دھت ویرہ کاسے جا رہی ہے۔" زار کی حالت دیکھ کر سمیرہ کو ہنسنے میں آ رہی تھی۔
"کیا ہم زار کو بھی لائیں گے؟" شعین نے جہد مصومیت سے پوچھا تو وشراتی انداز میں ڈانچن دیکھنا جو اس سے بہت کتنی بھلی تھی۔

"آف کوں۔" بس، بس، بچے منجھ کی جان ہیں۔" منجھ کے بغیر۔" وہ ان نظروں کے حصار میں لے کر بہت دبا کہنے لگا تھا کہ زار بھائی اس کی بات کاٹے لگی۔
"میرا شرم میں روٹا ہوا۔"

"مجھ گھبراہٹوں نا۔" منجھ نہیں آتی تو توں کون پے کر۔" وہ مصومیت سے لہجہ بھٹا۔
اس کی شرارت کچھ نہ ہو جس وہی تھیں تبتا تو نے اسے وہاں سے کھینٹ آؤت ہونے کا اشارہ دیا تھا۔

"بہت ہے۔" وہ ہو کر جہد۔" کوپے سے ہم نکلے۔"

گھر جس آگ میں فوڑی ہو رہی تھی اس کا دھواڑا وہی نہیں ترسکتا تھا۔ اسے لگا جیسے وہ کار سے ہمیک میں اعزاز ملی دینے کی بات کر رہا ہو اور واقعی یہ ہمیک ہی تو تھی۔
 محض اپنے منہ کی خاطر اعزاز اعلیٰ اس سے شادی کے لئے راضی ہوا تھا۔ اس سے زیادہ اذیت و اہانت کی اور کیا بات ہو سکتی ہے کسی لڑکی کے لئے۔
 "میرے پاس پہلے ہی بہت سے زور و زلف ہیں بے گناہ، دو چوڑے کمرے انداز میں بولی تو اب کی بار وہ رکھنا تھا۔
 فیروزی کام و دوست میں بلبس جڑا زور و زلف پہنچو وہ بے حد سردا شرافت لے کر لڑکی تھی۔ اس نے بے اختیار بھلیا کے ساتھ بھسراتوں میں مصروف اعزاز اعلیٰ کی طرف
 دیکھا تھا۔
 "تمہارے کرتے کو تو توڑی ہو سو سب زور و زلف تو تمہاری ہی کے ہیں۔ یہ تو ختم ہے اس کی بات ہی کچھ اور ہے۔ اور کون تو جس سے انکار نہیں کرتے۔"
 جی ہاں نے آگے بڑھ کر وہ اعلیٰ کے ہاتھ سے تھلیس نکس لے کر بند کرتے ہوئے زور و زلف فوڑیے کے ہاتھوں میں تھا یا اور ساتھ ہی آگے کا خلیفہ سا اشارہ بھی کر دیا۔ وہ اکٹا
 کر پھٹ گئی تھی۔
 صدیقہ بھائی نے منہ دکھائی میں اسے جلاؤ نکھن دینے سے روک رہی تھی۔ نازک سا سونے کا ٹواہر بہت میٹ فوڑیے کی طرح نہیں مانی تو اعزاز اعلیٰ کو خود سے آگے بڑھ کر
 سونے کا ٹواہر سارے تانہ بند کو دے دیا تھا۔
 "میرا ہوں نے اس کو سنبھالی تو ایکسز جوڑی محض ہم گئیں۔ وہ اعلیٰ کو اس کے پیلو میں بٹھالایا تو حیا کے مار۔ اس کا سر جھک گیا۔
 دل چاہیے دینے کی لو پر رکھنا تھوڑا کھل رہا تھا۔
 خود وہ اس سے ہائش افادات کے لئے کڑی رہا تھا۔ اس نے تھلیوں سے اپنی رست و اعتدال نظر ڈالی جس کی مویاں سو ووجہ جانے کا اعلان کر رہی تھیں۔
 وہاں سے سونے کے چھپے کھڑی خوش مجلس میں مصروف صدیقہ بھائی کو اشارہ کیا تو وہ دن روٹوں کے درمیان جھک گئیں۔
 "بھائی! کچھ خیال کریں، ادا جانی جا رہے ہیں۔"
 اس نے سسکین سی جھل ہا کر کہا تو ہا بندہ کو بھی فہمی آئے گی کہ ساتھ ہی ساتھ وہ جوڑی ایک ٹیپ سی سننا بہت بھی روز اچھی۔ اس قسم کے ملاحت کا وقت اب زیادہ
 چاہتا تھا جس کی خاطر اس نے ایک زمانے سے ٹھکری تھی۔
 "بیٹی! ابھی جا رہے تھے تو کھڑی کو کچھ لے لی راہو صدیقہ بھائی شرافت پر تیار ہو گئیں۔
 "بھائی! میں نے بھی تمہارے اس کی جھل میں ٹیک سے نہیں دیکھی۔" وہ بے تاب ہوا تھا۔ جو ہا بھائی ہنسی ہوئی پھٹ گئیں۔
 "وہ کچھ لوں گا سب کو۔"
 وہ چٹھارہ ہاتھ اور اس کے پہلو میں فہمی ہا بندہ نے اپنے دل میں فہمی سی کھکھک کر کرتے ہوئے شرافتیں مگر بہت کے ساتھ ہر بھائی تھا۔
 محبت اس کی صورت
 چاہی بھگڑی کے ہونٹ کو سیراب کرتی ہے
 نگاہوں کی آغوشوں میں انوکھے رنگ برتی ہے
 سحر کے چمپے میں چمکتی، مسکراتی ہے
 محبت کے لبوں میں ہشت بھی محسوس ہوتا ہے
 کسی آنکھوں کی صورت
 محبت اس کی صورت
 پورے جہنم کے بعد صدیقہ بھائی اور چند کزنز اسے وہ اعلیٰ کے کمرے میں بٹھائی تھیں جہاں ہر طرف سرخ کا پتھر چمک رہا ہے۔ گلاب کی پتیوں سے کارہنٹ ڈھک گیا
 تھا۔ خود اس کے سر کی بیڈیٹ دکھائی نہیں دے رہی تھی۔
 اور سچ میں دیکھتا ہوا سرخ کا پتھر۔
 ڈریسنگ ٹیبل کے پاس سے آگے میں خود کو دیکھ کر وہ خود ہی اس تھلی پر دبیر سے منہ دیتی تھی۔
 اور اب۔۔۔ گھڑی کی سائیاں دبیر۔۔۔ دبیر۔۔۔ کھکھک رہی تھیں اور وہ گھنٹوں پر سر جھکا کر نیند سے جھٹی آنکھوں میں وہ اعلیٰ کی شبیہ جاتے اس کے انتظار میں فہمی تھی۔
 چند کزنز کو کچھ دے لے کر وہ بٹھک جانا چھڑا تھوڑی سی سے پیر جھوں کی طرف بڑھ رہا تھا سب کی سی آواز پر اسے صدمہ ہانا پڑا۔ ایک بھر کو کھکھک کر سننے پر ہی اسے معلوم
 ہو گیا کہ صدیقہ بھائی اور اعزاز اعلیٰ کی آواز میں تھیں۔
 وہ جی ان سا ڈریسنگ ٹیبل کی طرف بڑھتا ہوا اس کے قدموں کو دھکیلی زمین نے بکھڑایا۔ پیروں کے پاؤں سے آئے والی آواز پھٹنے ہوئے جیسے کی طرح اس کے کانوں
 میں پڑی تھی۔
 "ہمہو کہیں صحت کبہری ہوں۔ اگر سب کچھ ٹھیک ہے تو کل رات کو جسے ہونے تک تم نہیں پر کیوں موجود تھے؟"
 "ہائے بھائی! ایک ہی وقت ہے کہ ہاتھوں میں؟" اعزاز کا جواب "تم کا گھر مقامی ماڈل کی طرح نہیں چاہئے والی بھائی جس پر مٹی کیسے جا کر ملیں ان سے سوا تھیں؟
 "میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا کہ فوڑیے اس رشتے کو کبھی بھی قبول نہیں کرے گی۔"
 "قول کرے گی بھائی! اسے خود اذیت چاہئے۔"
 "اور تو تھا؟" اسے ساری زندگی وہ خود بھولے گی اور نہ ہی جس میں بھولے گی۔ مٹی کی مٹی صحت کچھ وہ کبہری تھی، میں نے سب جانتے۔"
 بھائی نے میں تھیں جبکہ اعزاز کا لہجہ اتنا ہی دبا ہوا تھا۔
 "اس کے لئے اتنی جلدی یہ سب قابل قبول نہیں ہے بھائی! بہت غیر متوقع ہے۔"
 "وہ تم؟ کیا تیار۔۔۔ لے یہ سب غیر متوقع نہیں ہے؟ پارسالوں سے تم کو ناپ سے حد۔ کرتے چلے رہے ہو اور اب بھائی کی محبت میں جذباتی ہو کر زمین زلہ کیوں کو
 دھک دے لگا دیا ہے۔ اگر تو تباہ ہے نہ تباہی گئی ہو تو آج تم سب مطمئن ہوتے۔"
 بھائی مسلسل صد سے کی گرفت میں تھیں۔
 پورے کمرے کو اعلیٰ کیسے کہہ میں دھنسا دیا ہوا تھا۔
 "یہ کیا ہو گیا تھا؟"
 وہ پھر اساتھ گیا۔
 وہ اعزاز کو دھک دینے چاہئے کا دعویٰ کیا کرتا تھا۔ پھر کیسے اس کی نظر چمک گئی؟
 اس کی آنکھوں میں بے گناہی کا کرب کیوں نہیں دیکھ لے گا؟ اس کی فہمی میں چھپاؤ کون کیوں نہیں سن۔ ۴۵؟
 کیا میں اپنی خوشیوں کے حصول میں اس قدر کھو گیا تھا کہ اپنے جان سے غریب بھائی کی خوشیوں کا حساب نہیں رکھتا؟
 کہاں پہنچ گئی تھی؟
 وہ بے حد متصل قدموں سے اپنے کمرے کی طرف جانے والی پیر جھوں کی طرف بڑھتا تو اسے محسوس ہوا جیسے دل سے ہر اسٹک ہر ہڈی ہر ہڈی ہو گیا ہو۔
 اس میں کچھ باتا تو اعزاز اعلیٰ کا بچے ہو کر بھائی کی کھڑکی میں۔ "نہی کا دروہ ہوا بھی تو کس وقت جب وہ خود بچے ہی نہ چکا تھا۔
 "ایک مرتبہ تم نے مجھ سے کہا کہ اعزاز ایک بار کمرہ کو دیکھتے تھے کیا کہتے ہو کہ میں تمہاری خاطر قربانی دینے کا حوصلہ نہیں رکھتا؟ جی ہاں چپ چاپ اپنا حوصلہ جڑا
 ڈالا۔
 مجھے ہوئے قدموں کے ساتھ وہ اپنے پیروں کے دروازے کے سامنے کھڑا تھا۔
 اس دروازے کے پار اس کی عورت جاں موجود تھی۔ سر سے پاؤں تک جی سنواری خوشبو دہن میں بہا وجود لے وہ حق باسرا پا تھا تھی۔
 اور ابھی کچھ پہلے اس کے اپنے دل میں بھی تو بے تابی و بے قراری جڑا بار کو دینے کی تھی، اسے روز و رات دیکھنے کی۔ اس نے اپنا استحقاق دینے کے لئے بیکر اب
 دیکھا ایک منظر اب تھا۔
 اسے شہت سے یہ احساس تھا کہ وہ اعزاز اعلیٰ کی محبت کو روک کر اس پر اپنی خوشیوں کا ٹھکانہ کر کے مار رہا ہے۔
 گہری سانس لے کر اندر کی کائنات کمر کے نیچے کرتے ہوئے اس نے دروازے کی کاب کھرا کر دروازہ کھولا تو کچھ فرشتہ پر نور ہوا جھوں کی ہمیک نے لمحوں میں
 اسے اپنے حصار میں لے لیا۔
 وہاں بند کی طرف جانے کی بجائے سست رہی اسے کوٹ کے اوپر ہی جھٹک کھانا سامنے پڑا۔ صوفے میں مجلس کیا۔
 "جدا باتیں تو یوں بھی بیٹھیں اس کے سر چڑھ کر ہو گئی تھی۔ اب بھی جبکہ اس کی ذہنت کا سب سے اہم عمل تھا اس نے سامنے ہا بندہ کے روپ میں موجود تھا، اس کا دل اعزاز
 کی ہی نارمانی کے کھوکھے سے بھر رہا تھا۔
 وہ بہت زیادہ سے سر جھکا کر نیند سے جھٹی آنکھوں کو بٹھک کھ لے اس کی بھڑک تھی۔
 گروہ جاتے گئے کن سوچ میں ڈوبا، جیسو نے چڑھا بیٹھا تھا۔ بندہ کی کمر کچھ کو تھوڑی سی تھی، اگر دن میں ایک درہ کے مارے نہیں اتھ رہی تھیں اور وہ۔۔۔

ساتنے بیٹھا پڑھیں کاسو، باقاعہ بندہ کو خدمت کرنے لگا۔ سارا سہ قہقہے بکے ہوئے۔ میں تو تھا سو اب بھی اسے بندہ کی محنت کا احساس نہیں تھا۔ اس کے بے انتہائی سے طرح پر راند مارنے کا بندہ کو کھدے۔ کلمات کا احساس بھی دلا گیا تھا۔

وہ اس قدر جلدی سر ہوا، انگلیاں جھنجھکی اٹھیں، اس کی خاطر بے روپ سنوارا تھا، وہ ایک لچک چلا انداز اٹھانے کی بھی زحمت نہیں کر رہا تھا، جبکہ ایک دنیا اس کی قریب کر چکی تھی۔ اسے شرم ہو گیا کہ جذبات کو کس دو دلا دیا، اس نے چہرہ دھو لیا، اٹھ کر بے ایک نظر سامنے اٹھ بیٹھا، اس نے بائیں ہاتھ سے سر جھکا کرے بیٹھا، وہ بیٹھا دیکھا، اسے بے خبر گھبراہٹا تھا۔

وہ اپنے بیٹے کی پروا کے بغیر بھولوں بھرے سڑک سے نیچے اتری، اس کے سامنے جا کر۔

بھولوں کی ہتھیں میں دھنسنے لہندی سے بچے کھلی پاؤں۔ وہی طرح چھٹا تھا۔

نظر اٹھا کر اس بوٹر باکو کی گھسیٹنے لگا۔

پریوں سارو پے لے وہ بے حد غصا ہی گھر رہی تھی۔

"کیسی جلدی تھی تیرا بہت۔" پالیا تو سارا پارم شتم؟ "اس کے منہ کا وہ بہت کھری تھا۔

وہ بہت مضطرب نہ کیجیٹ میں گھبرا کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیا کچھ نہیں بتا لی؟"

"تو پھر کیلات ہے؟"

اس کا چہرہ یوں مار بندہ سے تیار نہ ہوا، ایک ہاتھ دھڑکی کے بازو پر چھڑا تھا۔

جن حالات میں ملائی ہوئی تھی اس کی تشویش، حاجی شرم کے نہ صرف اس نے وہاں کو کھنکھانے کی بجائے۔ اسے اساتر زباں کا دکھانا دیا۔

وہ اس کی وجہ سے کوئی عذر کر کے لے بے سکون ہو گیا تھا، وہ یہاں وہ بے زکاف کی خوشیاں منا رہا تھا۔

"تک ہے مجھ پر۔" محض بھری جہالت سے کہی، اسے اس کی زندگی پر بار ہو گئی۔

بے بسی اور جھجھکات کا احساس پوری قوت سے آتی، وہیں پر حملہ آور ہو تو اس کا دل گھبرانے لگا۔ بندہ کا ہاتھ اپنے بازو سے بٹا، وہ تین قدموں سے چٹا ہونے کا دروازہ کھول کر نکلی ہوا اس گیا۔

وہ بے حد بے چینی اور راپالت کے احساس میں گھری کھڑی اسے جھنجھکی رہی تھی۔ کس بے انتہائی سے وہ اسے جھک کر ہٹا رہا تھا۔

وہ اپنی کھنکھاتی تھی کہ وہ بھر سے جذباتیت کا تکرار کر ایک ڈاک سے دل کو کسری طرح سے نہیں پہنچا سکتا تھا۔

خود کو کافی جہ جہان کے بعد اسہٹانے کے بعد وہ انجلی کر۔ میں آیا تو وہ انجلی کر کے شایہ ہو گئی تھی۔ اسے اب ان کرتے ہوئے وہ سر کی طرف پلٹا تو وہ آنکھوں پر بازو کے اسی طے میں پھنسی ہوئی تھی۔

وہ اپنی جے جھک کر مڑی سے اس کی کانٹا ٹھانی تو اسے جیسے کھٹ سا لگا۔ ایک جھکے سے اس نے اپنی گھبراہٹ اس کی گرفت سے آزاد کر لی، وہ بے حد درست لہجے میں بولی۔

"مجھے چھوٹنے کی کوشش بھی مت کرنا، ہمارے۔"

اس قدر غیر متوقع صورت حال پر وہ گھٹک کھڑا رہ گیا تھا۔



اس کا ایک دم سے اپنی کو کیے کر تھک جانا، شوق بہت اچھی طرح محسوس ہو رہا تھا۔ اس نے منہ پر ہاتھ رکھا تھا۔ یہ کونسا پلٹے رہنے کا اشارہ تھا۔

ان دونوں نے کھڑے ہو کر لڑکیوں کا استقبال کیا تھا، اس موقع پر بھی ٹوٹان کی زبان پلٹے سے باز نہیں رہی تھی۔

"وہ آئے ہماری دعوت میں خدا کی قدرت

بھی ہم ان کو اور بھی پھر ان کو دیکھتے ہیں"

اپنی کے سامنے اس قدر فضول بکواس پر ڈانڈا کا مارے شرم کے برا حال تھا۔ وہ سے ان سب کی وہی دہائی مکر انجلی۔ مگر اس مددی کا تھنا بیٹھا کہ وہ کھنکھاتی کا ڈر کر پہلے بھاگ جاتی۔

"تو اپنی صاحب بھی اغوا بندہ ہیں۔" ٹھین نے پلٹتے ہوئے خوش دلی سے کہا تو وہ خلیفہ سا مسکرا دیا، جبکہ ٹوٹان نے فوراً جھنجھکی کر دی۔

"میں نہ مانی شہ بالا۔ پہلے صرف دوست تھا۔"

ڈانڈے ٹھٹک آ کر سر ہاتھوں میں تمام لیا تھا۔

"اسے کیا ہو گیا۔" وہ چہرہ پر ہاتھ، شرم و حیا کو ڈانڈے طاق رکھتے ہوئے اس کے اندر اپنی دلی زمرانیہ لڑو گئی۔

"اب اگر تم مزے کچھ بولے تو میں بھی چکھ دینا، اگر تیرا سر نہ چھو۔" ماروں گی۔"

ٹوٹان ڈھٹائی سے شرم پر ہاتھ، جیسے وہ ڈانڈا کا کھنکھاتی روپ دیکھنا چاہ رہا ہو۔

"مجھے بڑا ڈانڈا اس ٹھیل پر چڑھ کر اس قدر تجھ کا مارنا، شکوک کرنے کی قسمیں پالنے بھی مجاز نہیں ہے۔" پالیا نے فوراً اسے صحیح کی تھی۔ مگر پوٹنی مسکرا بیٹھا اسے بولے ہوا۔

"آپ سراسر ایک سر کے حقوق؟ ڈانڈی پال کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔"

اس کی شرارت سمجھتے ہوئے کھنکھاتا ہوا ہے، جسے خود سمجھ دیکھنا چاہی۔

"اسے کیا ہوا تو حق ساتھ لائی ہو؟" ٹوٹان نے خاموشی سے میر کی سارے نظر میں دے بیٹھی میر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا تو ٹھین نے اس کے بازو پر ہاتھ لگا کر اسے چڑھا لیا۔

"اس سے اندازہ کر لو کہ لڑکیاں خاموش بھی رہ سکتی ہیں۔" ٹھین نے فوراً کر بیٹھا تھا۔

"مگر میں اپنی دعوت کے دوران میر کی خاموشی کو بالکل بھی پسند نہیں کر سکتی، جسے ایک لاکھ مانی ملے سسر۔" وہ یہاں یوں کو نہیں چھوٹتی، اسے کرتی تھی، اچھی لگتی تھی۔"

یہ بیان کا ایک بہت اڑکھا روپ تھا۔ میر بے اختیار اسے دیکھنے لگی۔ وہ مسکرا رہا تھا، مگر انکھوں پر چہرے کے اشارات میں کہیں بھی شرارت کا کھس نہیں تھا۔

ڈانڈا میر پر چڑھ کر اٹھا تھا۔

سورما سل شتم کو کھنکھاتی رہی تھی۔"

"عاقل۔" جب یہ بول رہی ہوں تو گھٹا نہیں کہ نہیں نے کبھی کسی کو سنا ہو گا۔" اب پھنسی لڑکی کی زبان بے ساختہ پھنسی لڑکی کی زبان پر چڑھ کر اٹھی، جملہ کسا تھا، میر میر ہ کھنکھاتی ہو گیا۔

"ٹھٹ پ۔"

"نہاں بھی پھنکھا گیا تھا۔"

"تم کہ ان میں ایسا کیا لپٹا ہے۔" ٹھین نے اسے دھکی آواز میں گھر کا تھا۔

"نیکو پلیر ایکس تم دونوں ہر وقت کہیں کی طرح کرتے رہتے ہو۔" ڈانڈا کہ تم دونوں کے نظریات میں اختلاف ہے، مگر وہ صرف روزمرہ تک ہے۔ اس کے بعد تو کم از کم تم دونوں کو دونوں کی طرح رہنا چاہئے۔" ڈانڈا نے بیٹھ گئی سے کہا۔ میر ہٹا گویا سے سر جھک کر رہ گئی۔

"میں تو ہر وقت مصالحت کے لیے تیار ہوں۔ مجھ میں تو کسی قسم کا غرور ہے نہ کچھ وہ نہ لڑی میں،" ٹھین "لوگوں کی طرح اپنی ان کے جھنڈے کو قاتلے سب سے گنا پھر تیار ہوں۔" وہ بے حد سکون سے کہہ رہا تھا۔

وہ میر بہت اچھی طرح جانتی تھی کہ "بعض لوگوں کی اس سب سے پہلا نام بقیہ میر جلی کا ہی ہو گا، وہ جلدی بھی۔"

"میر مال کچھ بھی ہو، مگر اس پارٹی کا سو ڈھم و ڈھول کی وجہ سے اب تو میں واقعی ناراض ہو جاؤں گا۔" ٹوٹان نے اپنی تلم و لہجہ، ڈانڈا چار میر کو ہٹا ہوا، ٹھین کرنا پڑا تھا۔ کچھ شوق کی گھورتی نظروں کا بھی خیال تھا، وہ ندلی لڑی دلی میں وہ یہاں آنے پر چکھتا رہی تھی۔

اس کے بعد تمام صدمہ جیت ہی رہی تھی۔ ٹوٹان کی شیریں موریل کی کہ نہ جیت جملوں کے جواب میں ڈانڈا کی تلامیٹ اور شرم و حیا کے احراج نے ٹھین خاموش لپٹا تھا۔



"بندہ کا" وہ پھر سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"کچھ نہیں ہوں میں تیرا۔"

اس کی آواز میں اب بریچا میں اترے لگا تھا، سانپ لپٹ کر تارہ اس کے پاس بیٹھ گیا تھا۔

"میں کچھ پریشان تھا، اپنی انیم جری سو رہی۔" وہ تارہ سانپ نہ از میں معذرت کر رہا تھا، مگر معذرت سمجھے یہ چھ لہجہ ڈانڈا بندہ کے ڈر ہو گئی، کچھ کو خنک نہیں کر پانچ

تھے۔

”موریہ نہایت تہادری ایک پریشانی سے بھی لگی تھی۔ بے تحاشہ تم اس قدر دھڑکتے ہو کہ کچل گئے۔“

رفعتہ وہ جلی کو اپنی تھیلی کا شدت سے احساس ہو رہا تھا۔ اس کی کانوں نے ایک آنکھ انداز سے سامنے چھٹی، باندھ کا بازو دایا تھا۔

نہیں کے انداز سے پوچھ لگائی آگئیں

کانوں کو تھیرا کرتا روپ

وہ اپنی تمام تر تہادری اور کوتاہی کے ساتھ اس کے سامنے جھکی مگر وہ کیسے اسے نظر انداز کر گیا؟

واقعی محسوس کو نظر انداز کرنا مطلق کے لئے قابل معافی جرم تو تھا۔

”اٹنی دیر نہیں ہوئی، موریہ باندھ وہ جلی ان کو اپنی ہاتھوں کے لئے تو ایک عرصہ ہی ہے۔ مگر آج کی رات اتنے خصوصیت روپ میں مجھ سے کھانا نہ لے کر نہ لے گا۔“

اس کی ماتحت میں بچہ نازک سے نیکو چوٹائی کی وسعت میں کرتے ہوئے وہ دم گھڑا ہونے سے نہ لچکے میں کہتا تا باندھ کو ہر بات بولا لے گا۔

”تا باندھ وہ جلی۔“

اسے لگا اس کی مہانتوں کا پھل مل گیا ہو۔ اس کی آواز پانی رانگیاں جانے سے نکلی ہو۔

جبکہ چند لمحوں پہلے ہوا تھا، اس سے متعلق استغناء وہ بعد میں بھی کر سکتی تھی مگر ابھی جس انداز میں محسوس ہوا تھا وہ اس پر پوری کا نکلتا دینے کے درپے تھا، اس نے تا باندھ کو بھی اس میں سانسوں کے گھسوں کا تھیرا بنا دیا تھا۔

بالوں میں نہ دینے والی سرسراہٹ اور اس کے ساتھ ہی چہرے پر محسوس ہونے والی گرم سانسوں کی تھپن نے اسے کسمسا کر فینڈے سے بوجھل نکھیں نکھو لئے پر مجبور کر دیا تھا۔

”اٹنی زندگی کی پہلی صبح مبارک۔“

وہ کیسے بالوں کے ساتھ فطری سانس کے قریب شہم دراز تھا۔ کبھی نیچے پر نکلتے دوسرا ہاتھ اس کے بالوں میں بھیرتا تھا وہ پوری طرح اس کی طرف متوجہ تھا۔

اگلی صبح باندھ کو اپنی زندگی میں نہ دینے والی سب سے خوشگوار تہد ملی دیا گیا تھی۔

اس کی نظر بے ساختہ ہی دال کا کاک کی سمت اٹھ گئی۔

”بچہ نہ دے۔“ اسے تھیرا کا تھیرا سا لگتا تھا۔

”اٹنی دہشت۔“ رات کے نہیں بلکہ آج دوپہر کے۔ ”اس کی حیرت سے متحفظ ہوتے ہوئے وہ تھیرا تھا۔“

”مور اپنے لئے مجھے دیتا بھی نہیں۔“ غیب ہی دینے والے انداز میں غلبہ میں بھی تبدیلی پیدا کر رہی تھی۔

”میں کیا کرتا۔“ یہ نہیں کس نے دروازے پر دستک دے کر یہ جبرانی کی طور میں باک لگایا۔ ”وہ تھیرا تھا اور تا باندھ کو دھیر دھیر شرم نے آگیا۔ وہ زندگی میں بھی اتنی دیر سے نہیں اٹھتی تھی۔“

اس کے بازو کا مسناؤ رتی وہ ستر سے نیچے اتر گئی تھی۔

”کہاں باری ہو؟“ وہ بے تاب ہوا تھا۔

رات بھر اس کو ابھی طرح سے دیکھنے کا موقع ملا تھا مگر وہ ہی دل کی حکایتیں سنانے لگا۔

”یہ نہیں سب لوگ تھیرا۔“ میں کیا مقرر ہے ہوں گے۔ ”وہ غیب ہی ثبات کا شکار ہو رہی تھی مگر وہ شرارت سے کہتا تھا دھیرا۔“

”میں سامنا، اللہ سے کبھی عقل مند لوگ ہتے ہیں۔ سب چھادی سوچ رہے ہوں گے۔“

”آف۔“ اس کے شرارتی ہاتھ اٹھے۔ اس سے نظر ملائے بغیر وہ ہاتھ دروم میں محسوس کی تھی۔

وہ گھبراہٹ سے شہم دراز ہو گیا۔

ہوٹوں پر بے حد آسودہ سی مسکراہٹ لگے وہ اسی سر پر لٹاؤ سے متعلق سوچ رہا تھا جو ایک دور بے حد غیر چمکی انداز میں اس کی زندگی کو نکھڑاتا لے پہلی آتی تھی۔

دروازے پر نہ دینے والی دستک نے اسے چمکایا تھا۔ صدیقیت بھائی کو سامنے لپا کر دھندلے۔ حینب سا گیا۔ اس کے سلام کا نہیں لے بہت جوش و خروش کے ساتھ جو اب دیا تھا۔

”تا باندھ کہاں ہے؟“ وہ چمکے نہیں۔ اس نے ہاتھ دروم کی طرف اشارہ کر دیا۔

”میں میں ہی دیکھنے آتی تھی کہ اگر تم لوگ جاگ گئے ہوتے تو میں مانتے کی تیار رہتی ہوں۔“ وہ مسکرا رہی تھیں۔

”تا باندھ کہاں، اب تو بچے ہو گئے۔“ وہ بے اختیار روایت انہوں نے شرارت سے کیا۔

”نہ تو بچے لپکاؤ میں شروع کے دنوں میں کتنے ہی کسمسا ہوئے ہیں۔ موریہ بھی شکر کر کے کہ ایسے کی قریب ایک دن کے وقفے سے بہ درہم دوڑوں تو بالکل بھی اس قدر میں نہیں پاتے۔“

”میں تو کب سے جاگ رہا ہوں۔“ کیسے بالکل فریق ہوں۔ اپنی دیوانی سے چمکنا، وہی ہستیاں کی طرح سو رہی تھیں۔ ”وہ ڈرنک کے آہنے کے سامنے کھڑا ہو کر بالوں میں برش بکھرتے لگا۔“

”آپ آئیں نا تھیرا۔“

”اٹنی نہیں۔“ میں بھی یہاں بیٹھ گئی تو دوسری کون دیکھے گا؟ تم لوگ اس جلدی سے آ جاؤ۔“ وہ چمکے کھینچ پٹی گئی تھیں۔

وہ فطری ہو کر مساجد لگتی تھیں جس نے جلدی جلدی کا شور مچا کر اس کے ہاتھ پاؤں بھڑکائے۔

”چہ۔“ کیا ہے۔ جلدی میں سارے کام ہی لئے ہوئے ہیں۔ ”وہ کبھی شانے سے پھلتے دوپٹے کو سنبھال رہی تھی مگر کبھی ہوا کے رنگ لہراتے لیے سیاہیوں کو۔ وہ بے سے یہ تھیری۔“ سمجھا کر اس نے زبردستی چڑھ کر لکھائی میں چڑھنا چاہا تو بچے ساتھ۔ کوری میں کے ہونٹوں سے نکل گئی۔

”کیا ہوا۔“ ”وہ چہ ہی سے اللہ کر اس کی طرف لڑا تھا۔ طمانی چڑی کے کورب نے اس کا ہاتھ پھیلایا تھا، جس پر اب تھیری سے خون کے خفے خفے قطرے ابھر رہے تھے۔“

”بے وقف لڑی ایوں پہننے ہیں چڑیاں؟“ وہ ڈانٹ رہا تھا۔ ایک تو ہاتھ میں درجہ اور ہاتھ اونچے سے دھار کا انداز۔ اسے دونا آگیا۔

”یہ آپ ہی کی وجہ سے ہوا ہے۔ یوں جلدی پھا رہے ہیں جیسے ریل گاڑی بھولی جا رہی ہے۔“ تا باندھ کی سیاہ آنکھوں میں چمکتے آنسوؤں نے اس کے دل میں ٹھنکی سی چٹا ڈالی تھی۔ بے ساختہ ہی اسے اپنی طرف کھینچ لیا۔

”سو۔“ سوری۔ میں نے یہ تھیری کہا تھا کہ خود کو زخمی نہ کرو۔“ اس کے منہ پر ہاتھوں کو ہونٹوں سے چھو تو روت نکلتے میں تو روت ہی مرنے لگی۔

”چاند اب اس۔“ ہر کچھ بھی نہیں بدلتی تم۔“

اسے اگے گزرتے ہوئے حکم صادر کیا تو اس نے بھی اٹھ کر کی سانس لی۔ ”نہیں لپکا سنا کس، کانوں میں بھولی سی جھنکیاں اور مہندی سے بے ہاتھوں میں گھنٹیاں اور چار طمانی چڑیاں پیٹے دال لگ چکی تھیں۔ بالوں کو کپ میں جھڑنے لگی تو دھڑلے اس کا ہاتھ قلم لیا۔

”اٹھنا۔“ بے دروغا۔ باندھ بالوں میں ہی لگی ہو۔ اب یوں احساس ہو رہا ہے کہ میں جیسے دل چاہے نہیں دیکھ سکتا ہوں۔“ اس کی وارنڈی خواہش ٹیکس پر عمل کرنے لگی تھی۔ حالانکہ اس نے بے بالوں کو اس نے کبھی کھانا نہیں چھوڑا تھا کہ ہر سنبھالائی کا جنہاں بنے لگتا تھا۔ مگر وہ بال کی فراہم کر رہا بھی تو اپنے اس میں نہیں تھا۔

”نور۔“ اس نے نہایت چوٹائی پر ہاتھ مارا تو وہ گہرا کر اسے دیکھنے لگی۔

”کیا ہو؟“

وہ جواب دینے بغیر جی سے ہا کر اور ڈوب چیک کرنے لگا اور جب وہیں چلا تو ایک ٹیکس سا سنبھال لیا ٹیکس کس اس کے ہاتھوں میں تھا۔

وہ ابھی کچلے استغناء بھیروں سے لے دیکھ رہی تھی۔

”مالا کا تم نے مجھے کھوکھلتا لٹا۔“ کا موقع نہیں دیا تم میں بھر بھی نہیں مرنے کو مانی کا گھٹا۔“ ہا ہوں۔“ وہ مسکرا کر بولا۔

تا باندھ کو جانے کیا کہنے یا آگیا۔ خفیف سے طہر یا انداز میں بولی۔

”آپ کو کبھی کون سا میرا اندہ دیکھنے لگی خواہش ہو رہی تھی۔“ لکھنا اسے دیکھنے کے بعد وہ ٹیکس کس کوٹنے ہوئے تھیرا کرنے والے انداز میں بولا۔

”کیسے تم خواہش کی سب سے بڑی غامی ہے۔“ بے کچھولی چھولی باتوں کو کھڑے تھیروں کی صورت سنبھالے رکھتی ہو۔ شوہر نے چارے کا چاہے جھک چکی ہو جائے۔“ اس کی بات کو ال کر جانے والے انداز کا باندھ دے محسوس کیا تھا مگر فی الحال اس نے اس کے قصے کو اٹھا دیا تھا۔

اس کا ہاتھ قلم کراسول سے اٹھا کر وہ بال لے لے اسے اس کے کنارے اٹھایا تھا۔

”سب نے تمہیں بہت اچھے اچھے کھس دیے ہیں مگر یہ تو جیتنا چھٹی تھی مگر مجھے پتہ ہے کہیر انکھت تمہیں سب سے زیادہ جھکاؤ لگے گا۔“ پڑھتے انداز میں کہتے ہوئے اس نے گھٹت اس کے سامنے رکھ دیا تھا۔ کوٹلی بھاری ٹیکس میں دستکار کا ہاتھ چھو پچھتاؤ اور کوٹلی کی خواہش سے ہی دیا نہیں۔

”کیسے لگتا؟“ ”لوچا کر جب وہ ٹیکس کی گرفت میں قلم کر اسے جلاتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ مجھ نے پھر کے کھسروؤں کی چمن چمن تا باندھ کو کھسور لگتی۔“

"بہت خوب صورت۔"

"میں نے جب سے جس میں اسے اس پاس پہنچنے پر مجھے محسوس کرنا شروع کیا تھی اسے ان پازیبوں کی مختلف حالت محسوس کرتا رہا ہوں۔ میں نے سوچا کیا تھا کہ میں کہیں پر نہ ورگٹ کر دوں گا۔" وہ اس کے پاؤں میں پازیب پہنانے کے بعد چب بند کرتے ہوئے بتا رہا تھا۔ اس نے ایک اٹھانے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو وہ بے ساختہ بولی۔

"یہ میں خود ہی نہیں لوں گی۔"

"شہزادہ۔ جویر اپنے حق سے ہم بھی کبھی کبھی کر سکتیں۔" زعب سے کہتے ہوئے اس نے لاکٹ اٹھا کر اس کا لاک کھواتو وہ نہ کھرتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے بالوں کو پھینکی۔

"یہ میری محبت کی نئی ہے۔" فیس کے حضور حقیر سا تھا۔ "اس کی پینٹائی پر مجھ سے کہہ دو جہاں سے مجھ پر لکھنے میں ہوا تو اس کی ہر پڑا جیتا بندہ کو دودھہ گزرا دے گی۔"

"اب چلیں۔۔۔ سب انتظار کر رہے ہیں۔"

"ہوں۔ چلو۔" وہ مسکراتے دہاتے ہوئے بولا تھا۔ وہ پینٹوں میں پاؤں پھنساتی اٹھ کھڑی ہوئی تو اس کی پازیبوں کی دل پسند جلتہ تک وہ کارٹی نے بے حد ہلکی سے ٹاپا۔

"وہ پازیب پر دھڑکے وہاں پر ہائی پور بھایا بھی ہوں گے۔" دروازے سے نکلتے ہوئے اس نے نوکارتا بندہ نے فوراً اٹھ کر اس کا ہاتھ کام سے تیار دوسرے ذیل کرکان کے پیچھے اڑا دیا۔

"ٹھیک ہے؟" وہ قدرے ڈر رہی تھی۔

"فیصلہ کرنا میری شرف نگاہ کو مانتی ہے۔" وہ مزید فریادیں کر رہا تھا۔ "اس سے دیکھ کر اس کے پاس سے اس کی صفائی چوم کر اسے اپنے پاس بٹھایا۔ وہ کارٹی ملی کے لئے اٹھان بنے گی تھی۔

"ٹھیک نہیں بلکہ بہترین ہے۔" وہ بڑھائی میں اس پر قربان ہو کر رہ گیا تھا۔

اسے ساتھ لے کر پڑھیاں لے کر گئے۔ وہ ایک اور بات سے ہمت سے چلے گئے۔ وہ بے حد جھج کر رہ گئی۔

صدریہ جہان فوراً آگے بڑھی تھی۔ اسے لگے گا کہ یہاں کیا اور اسے بے جی کے پاس لے آئیں۔ انہوں نے اس کی صفائی چوم کر اسے اپنے پاس بٹھایا۔ وہ کارٹی سامنے والی رو میں اس کے ساتھ والی کرسی پر بٹھان ہو گیا۔

"ہاؤ صدریہ ان لوگوں کو بھی بلاؤ۔" بے جی نے بھلا اور لاجی وغیرہ کے حلقے کھاتو جو ذرا اٹھ گئیں۔

"خائیں بھائی! کیا کیا میرا بھائی؟" اس نے بے حد شرم سے پوچھا تو سب کے سامنے بندہ سے ٹپکس اٹھانا دیکھ کر ہوا۔

"آپ کے بھائی کے پیچھے تو ایک دیکھو مار کر چلی آئی ہیں اور اب آپ بھی یہ سوال پوچھ رہے ہیں۔" فوزیہ کی ہنسی میں چھپے پیر تانہ کو سیدھے اپنے دل میں بوسہ ہوتے محسوس ہوئے تھے۔ اس کی زور پڑتی رنگت جھون بھائیوں نے واضح طور پر محسوس کی تھی۔ یوں تو فوزیہ کے اس شعلے کو تاج کے طور پر بھی لایا جاسکتا تھا۔

مغربیہ کے وہ اس بات کی شدت سے لٹی کر رہے تھے۔

"خیر، وہ کارٹی تو نہیں گزیری یہ بھائی شہزادہ اس کا جی نہیں کہ ان کے پیچھے یہ ساری دنیا لڑکھارے۔" قدرے وقف کے بعد اس نے بٹھاتے ہوئے۔ بندہ میں کہہ کر کمر بٹھانے کوئی طاقت بٹھائی تھی۔

فوزیہ اپنی جگہ پر مڑ کر رہ گئی۔

اس نے ایک ہی جگہ پر راست اس کی اٹھ پر معلق۔ اس نے بے حد نظر سے سامنے بھئی تانہ کو دیکھا۔

لہجہ۔۔۔ کالی چوڑی۔۔۔ اونٹوں کو بڑھانے سے بچنا وہ کارٹی کو۔۔۔ وٹاں میں بے جی کیا کہ کوئی اس کے پیچھے مجھے ٹھکرانے کا حوصلہ کر سکے۔ سوچتے ہوئے اپنے سلیو ہاتھوں پر نظر پڑی تو وہ بے سار کے ساتھ کالی پر پڑی چڑیاں ٹھیک کر لے گئی۔

لاجی، وہ بھابھا کے ساتھ بچہ جہاں بھی تھے۔ انہوں نے ہارلی ہارلی تھی۔ ہر کسے بہت شگفتہ بھیر تھا۔

ان لوگوں کے آتے ہی صدریہ بھائی نے دونوں ہاتھوں کے ساتھ کرسی پر سے گر آکر کھانا بھر پور بٹھانا شروع کر دیا۔

تانہ کو دیکھ کر ان کے محسوس کرتے ہوئے بے جی نے خود اپنے ہاتھوں سے ہر ش اس کی پلٹ میں ڈالی تھی۔

فوزیہ سنا کر کہاں کی طرف دیکھنے لگی۔ وہ خود بھی تانہ کو دیکھ کر اس کو اٹھات کوٹھ پاندہ کر رہی تھی۔ مگر فی الحال خاموش رہنے ہی میں بھر پور تھی۔ سو انہوں ہی آنکھوں میں اپنی کوہر کی تپکین کر رہ گئیں۔

وہ کارٹی کے تانہ کو سے شادی کے فیصلے نے رشتوں ہی نہیں بلکہ دلوں میں بھی دراڑیں ڈال دی تھیں۔ لی جان نے چاہے بے جی سے کچھ شکایت نہ کی ہو مگر اپنی کیا آسویں نے انہیں بھی ایک وہ اعتماد کی طرف صرف اور صرف اپنی گولا کی خوشی پر غم کا سبب رکھتے ہوئے رکھ دیا تھا۔ وہ بھی تانہ کو سے خاص جھڑ اور بگڑ گئی تھیں۔



"ہیلو مس میرا"

اسے ٹھیک کر کے ہانا پڑا تھا۔ وہ بے جی سے سامنے کھڑے شہزادہ گروہی کی کو دیکھ رہی تھی۔

"اے بھابھا مجھ سے کیا کام ہو سکتا ہے؟"

"انجیکشن لینے کی کافی ڈون سے آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔" وہ جیہہ ہاتھ پر رکھ کر رہا تھا۔ ایک ڈاکٹر اور آدمی آسمان کی جگہ کی شرت میں دھنکوں سے بھی فائدہ مند عشاں پنپ کاٹھیں نہیں گھبراہٹا۔

"فی فرما جیے؟" اس پر اپنی نظر ڈال کر میرا نے بے جی سے پوچھا تو وہ ہنگامہ جاتے ہوئے ہوا۔

"ہر اسل میں آپ کا بہت برا، انہیں ہوں میرا مطلب ہے کہ آپ کے کسی تقریر کوئی کا۔ کالی عمر سے میں ہر اور اسے آپ کو اپنی فیضیت کرنا چاہتا تھا۔

بھینکس۔" وہ اپنی راؤ بھڑے کوئی جب وہ جلدی سے ہوا۔

میرا ہلکا میری مکمل بات سن لیں۔"

"جی۔" وہ کھوکھلی سی کیفیت میں بھر رہی تھی۔ ابھی اس نے شہزادہ گروہی کی پشت کی طرف سے آتے دیکھ کر محسوس کیا تھا۔ اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ اسٹوڈنٹ یونین کی صدارت کے لیے لڑی وہ شہزادہ ایک ہوسر کے بہت بڑے حریف تھے۔ وہ بھی کبھی شہزادہ گروہی کی بدعاشی اور فائدہ گروہیوں کے متعلق بھی اس کے گروہ کو لپیٹی ہی نے بتا رکھا تھا۔ اب بھی اس کے تاثرات میں تڑی ناگوری اسے محسوس ہوئی تھی۔ وہ اپنی طرح شہزادہ گروہی کی طرف متوجہ ہو گئی۔

"ہم لوگوں نے" وہیں رہائش پزیر تھا۔ "بھائی ہے۔" وہ پندرہ سی کی کافی ٹوکھاں اس یونین کو جو اس کی جگہ ہیں۔ آپ عورتوں کے لیے اپنے دل میں بہت دور رس تھی ہیں، مجھے یہی ہے آپ کے بلند خیالات نے بہت متاثر کیا ہے۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ آپ بھی اس تنظیم کو جو جن کریں تاکہ ملکی طور پر عورتوں کے حقوق کے حصول کے لیے بھرپور کوششیں۔"

"آئی ایم سوری، مجھے بہت خوشی ہوئی یہ یونین جو اس کے بھیر۔" انجیریز۔ "وہ جتنا خوشی ہوئی تھی مگر بھائی کے دوران کسی دور ملی میدان میں قدم رکھنا تو شاید ناممکن ہی تھا۔

"دیکھیں آپ اس طرح ہاؤس چے مجھے میری آخری جنگ مت کریں۔ آپ کے اندر میں نے عورتوں کے حقوق کی خاطر کچھ کچھ بھلا ہے۔ ان کی ہلکی بھلی عزت نفس کو تانہ دینے کی خاطر محسوس کی ہے۔" ہلیر آپ اچھی طرح سوچیں، خود کو کھنٹ لٹھوں کی کلاڑی اور سٹار کی ماری مت بنائیں۔ مجھے یقین ہے کہ اب جبکہ موقع آئی ہے تو آپ ضرور اس ایک کام میں شریک ہوں گی، آپ سمجھتے انداز بیان ہی میں خدا نے اتنی تاثیر رکھ دی ہے کہ لوگوں کے مسائل جنگوں میں مل کر رہیں گے۔"

وہ بہت شائستہ اور مہذبانہ انداز میں لکھ رہا تھا۔ نہ چاہے ہوئے بھی میرا وہ اس کے لٹھوں میں جھڑے لگی۔ اور کہہ چیل ٹھوڑی اور کھڑے۔ بھابھا ہی کے کے ساتھ خود کو لپیٹی کا بھی تھا، جو جیتا تھا کہ شہزادہ گروہی کے ساتھ کھڑے۔ کچھ کہہ رہا تھا۔ اس خیال نے اسے بے حد تسکین پہنچائی تھی۔

"لیکن میں اس تنظیم کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔" اس نے نیم رضا مند انداز میں کہا تھا۔

عورتوں کے حقوق کی جنگ خیر تو اس کا مشن تھا اور یہاں تو منزل کا نشان سامنے ہی دکھائی دے رہا تھا۔

شہزادہ گروہی نے اپنے والد میں سے ایک ورژننگ کارڈ نکال کر اس کی طرف بڑھایا تھا۔

"یہ میری آئی ہے، بہت اچھی دیکھیں، خصوصاً جھڑوں کے حقوق کے حوالے سے۔ یہ اس یونین کی پڑا پڑا ہے۔ انہوں نے بھی آپ کو اس رکھا ہے۔" وہ فوجی انداز سے کھڑکیوں کے پرنے پر میں اتنی بہت جتن کر چلا ہوں کہ آپ کے پاس ہاؤس آیا، یہ بھی آپ کی ٹپن ہیں۔" وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"وہ ہے۔" اس نے گہری سانس لیتے ہوئے کارڈ اپنے ایک شال لایا، مگر سیدھی سے بولی۔ "ابھی انہیں ایک ہفتے سمجھتے میں ہی ہوں۔ اس کے بعد اگر خدا نے چاہا تو میں آپ کی آئی سے ضرور ملوں گی۔"

"جنگ پامیر۔" انہیں یقین تھا کہ آپ اپنے فعل میں بھی اتنی ہی کمری ثابت ہوں گی جتنی کہ اپنے اقوال میں لگتی ہیں۔ "وہ بہت مہذبانہ انداز میں فکر نہ جہاں سے سورہا

حق۔ اتنی تعریف پر وہ بخسکی ہوئی تھی۔

”کوہ سے۔“

وہ اس کی گانچا بہت بھانپ کر اپنی رو بہل دیا تھا۔ اس کے مقل سے بے سادہ نگہ کی سانس خارج ہوئی تھی۔

”مذہب کا فی مذہب ہے۔ اس کی روچھ نہیں خراب کرنے میں بھی ایسی ہی کا باخود معلوم ہوتا ہے۔ وہ سو سوتی ہوئی گوریز و ریش و بفل ہوگی۔

گاہ پر رانیک ہفتہ بہت بنگی حالات میں گزرنے والا تھا۔

زار اور زہان کی شادی کی تقریب انہی دنوں منعقد کی جانے والی تھی مگر اس سلسلے میں زہان کیوں کو پر رانیک ہفتہ آپ مگر خبر لانے پر پہنچی۔ شوق ہر شین تو گھر والوں سے اجازت لے چکی تھیں۔ ابھی خود میر و بھی فون پر اسی سے بات کر کے تری تھی۔ تھوڑی دیر میں ویش کے بعد وہ بھی ماں کی قیس اور اب وارڈن سے اجازت و لوٹنے کی فہم داری اشی کی تھی۔

”کتنہ آئے گا؟ مگر بڑی کی شادی ایسے انہذا کر لے گا پناہی چارم ہوتا ہے۔“ دشمن اس کی طرف سے اجازت نامہ پا کر گرجش ہو رہی تھی۔

”اب سامان تو سیٹ لو۔ پٹنیں کیا کچھ یہ ڈالا ہے تم نے۔“ مگر رہے زہان کی قیس تھاری شادی ہو رہی ہے۔“

میر و نے ”اور اصرار پیلے ٹانچے۔ پتھر کی طرف اشارہ کیا۔ پچھلے ایک ہفتہ پوری مارکیٹ چھان کر زہان کی شادی کی تیاری کرتے رہے گزرا تھا۔

بھوش کی سادی پسند میر و مقرر تھی مگر شین کی جلیلی طبیعت کے آگے اس کی ایک قیس چلی تھی۔ سو اس نے دل کھول کر میر و کو بھی پٹا چک کرانی تھی، اسنے روپوں کی طرف سے تو اپنی لے بھی کی نہیں آئے وہی تھی۔ ابھی بھی زہان کی شادی کے مسئلے میں انہوں نے کافی رقم بھرتی تھی مگر اس قدر زرق برق لباس اور جیو پٹری ماسے ففقا ہونے لگا تھا۔ مگر شین کی ”مکھو ریاں“ اسے ہر پہلو پر چنے پر مجبور کر رہی تھیں۔

”آج شہباز گروہن کی تم سے کیا کہہ رہا تھا؟“ ایک من کڑ۔ کہتے ہوئے شین نے بظاہر بہت سرسری انداز میں پوچھا تھا مگر وہ پوری کی پوری اس کی طرف گھم گئی۔

”اگر تم مجھے اپنا درمید معلومات دیجی تا تو میں تائقی ہوں کہ تمہیں اس بارے میں کس نے فہم دی ہے۔“ اس کے انداز میں بگڑا سا تھوڑا تھا۔

”وہ کس نے؟“

”ایسی نے۔“ اس کا لہذا یقین سے نہر تھا۔

”میں نے“ شین نے اظہار میں سر ہلایا تھا میر و بولی۔ ”ایسی خلیہ فضا ہو رہا تھا کہ شہباز گروپ کی حقیقت جاننے کے بعد جو ہم اس کے ساتھ نہیں ہو رہی تھیں۔“

اس کے اصحاب تن گئے۔ ”کہیں؟“ اور اس گھنچا گھس کے پاس اپنی اس جاسوسی ورغلہ کوئی بھی دلیل حرکت کا کیا جوڑ ہے؟“

”مکھول وارڈن۔“ شین نے اسے ہلایا تھا۔

”تو قیس چنتی بھی میر میر۔“ ساتھ فوٹو گھر رہا شین نے اس کی ”مکھوں میں حزام ہو رہا تھا میں تائقی ہی پاتی ہے۔ میری کچھ میں نہیں آتا کہ تمہارا یہ دوست خود کے سوا پوری دنیا کو بے خوف نہ ہی سمجھتا ہے؟“

”اس کا مطلب یہ تھا کہ پندرہ دلی میں شہباز گروپ کی رہو پٹنیں ابھی نہیں ہے۔ کتنی ہی اسٹوڈنٹس نے تمہیں اس کے ساتھ کھڑے دیکھا ہوگا۔“ شین نے و نہاحت کی تھی۔

”اس سے کہہ دو کہ اسے میرا گارنٹین بنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ میں اپنا ورہلا خود مجھ سکتی ہوں۔“ اسے اس قدر شدید غصہ آیا کہ وہ نہیں۔

”کوہے اب اتنا بھی نہیں میں نے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم آؤں گے تمہارے ساتھ کہہ دو کہ میرا بھی شہباز گروہن کی سے گفت و شنید کی؟“ شین نے بگے پٹنے انداز میں پوچھا تو اس نے ہتھ لکھوں میں ساری بات بتادی۔

”اس میری گندہ پوزل۔“ شین نے فی الفور اسے وہی تھی۔ ”میری معلومات بھی شہباز گروپ کے حلق ہی قیس جو کہ لینی نے بنا رکھا ہے۔ مگر وہ لوگ کافی چھاکام کر رہے ہیں۔“

”بھل لکھوں سے نکال کر ڈالنی اور نیکل حاصل کرنا بہادری نہیں ہوتی شین آؤں کا اصل کردار لیلہ ورک میں سامنے آتا ہے۔“ اس نے طعنے لگایا تھا۔

”جیسے آف کم ہی انہیں تو یوں بھی عورتوں کے حقوق کی جنگ لڑنے کا بہت شوق تھا۔ مجھے یقین ہے کہ تم اس فیلڈ میں بہت کامیابی حاصل کرو گی۔“ شین نے بڑے خلوص سے اسے دوش کیا تو وہ مسکرا دی۔

”اب جلدی سے پیٹنگ ختم کر دو میر میں وارڈن سے بھی بات کر کے آؤں۔ اب کسکو تو ای نے من سے بات کرنی ہو گی۔“



نظری جذبات و احساسات نے چاہے اسے اتر اترلی کا اتنا حق قبول کرنے پر مجبور کر دیا ہو مگر اندر سے ابھر نے والا اہانت کا شدید احساس بہ وقت فونیہ کے دل و دماغ میں لا دیا گئے رکھتا تھا۔

نا بندہ دھور و گاہلی کے ویسے کی شانہ اتر قریب میں نا بندہ کی نظریں تمام وقت داخلی دروازے پر لگی رہیں مگر اس کے نیچے کوئی بھی نہیں تھا تھا۔

ان قیس دنوں میں یہ پڑھ و لکھ تھا جب نا بندہ کو شدید ترین احساس زبانی اپنی لپیٹ میں لینے لگا۔ اپنی حالت و موقع کا خیال کے بغیر قیچ قیچ کر دے کوئی چاہے لگا تو اس نے صدمہ بھائی سے طبیعت کی ثرابی کا ہانہ گروا۔

”باب۔“ اسے کمرے میں لے گا۔۔۔ جیو پیوڑ کھنکھن ہوگی ہوگی۔“ بے جی نے بھی ان کی باب میں باں ملانی تو وہ اسے کمرے میں پھوڑ گئیں۔

نا زک اگر اندر خوبصورت کام سے سر میں نے وہی ٹھنکا لگا اس کے گنا زک و جو کو ثابانی جش رہا تھا۔ مابہر پیش نے اس کے ایک ایک لکھ کو بے حد خوبصورتی سے ابھارا تھا۔ ڈریسنگ ٹیبل کے نیچے میں وہ دھانی نظروں سے اٹھاتا دیکھتا روپ ڈھیر ہی تھی۔ پیچنگ جزاؤں پر دست، گلو فیوں سے ہمزی حجابی ادا کیاں، اعلانی چیز یوں نور کھنکھن سے لگی کھان کیاں ابھوں میں چمکنی پاز عین۔

اس نے اپنے آپ کو گنچہ یوں میں بیکر محسوس کیا تھا۔ وہاں گانے و کچھ کر دی نہیں بلکہ شہر سے لہتی گئی ہر پیش بھی بہت متاثر ہوئی تھی، اس کے بدن میں آگ لگنے لگا تھا۔ اسے شہمت سے احساس ہو رہا تھا کہ ایک و گاہلی کو لپٹنے کی خاطر اس نے کن رشقوں کو گھور کر ماری تھی۔ اس کی ”کھیں گرم“ آسواں سے لہر ہر سو گئیں۔ دم مزے کھنے لگا تھا۔ شہر و شہمت کے ذریعہ اس نے تھا، لگا، ابھر سب فوق پوچھا تھا اور اب وہ چیز یوں سے بھوڑا رہا تھی۔

و گاہلی اب اندر آیا اسے لگا بھی نہیں ہوئی تھی۔

”ار۔۔۔“ ”وخت گھر ہے کے مام میں اس کی طرف لگا اور اس کا باخود قیام لیا۔“ کیا ادا تانی؟“

اس کے بے ادبی بننے آسواں نے اسے مزے پر بیان کر دیا تھا۔

ابھی بھائی نے اسے دو حوں، ارکڑن کی مقل سے کھنکھ کھنکھ لگا لگا ہوتا بندہ کی طبیعت کی ثرابی کا کہہ کر کھنکھ میں بیٹھا تھا۔

یہاں تو عجیب ہی صومٹ حال تھی۔

وہ اس کے شانے سے گھم گھم دے لگی۔

”نانی! جان اتنا تو پیچہ چلے گا مجھے کتنا کلامات ہے۔“ تو اسے بانگہیں کے ”مار میں لے دو رہی تھوڑا تھا۔

”و گاہر و والوں میں سے کوئی بھی نہیں آئی۔“ تو سسک رہی تھی۔ اس کی پشت تھکلا وہ لب کھنکھ کر دیا۔ مگر آہنگی سے ہوا۔

”لڑائی نے فون کیا تھا نہیں۔“

وہ طرف کھا کر اس سے آگ ہوئی تھی۔

”بلکہ بھائی اور اعز خود گئے تھے، ویسے گاؤں کی پیش دینا۔“ تو اس سے نکھر میں ملائے بغیر تار بٹا تھا۔

”کھر نہیں آئے وہ؟“ اس نے اڑد بے تانی سے پوچھا تو آسواں سے رخساروں تک چلے آئے۔

”پتہ ان کی مرضی ہے تانی! شاید وہ ہم سے کوئی حلق نہیں رکھتا چاہتے۔“ تو وہ دم لکھے میں ہلایا تو وہ بے اختیار روئے لگی مگر میر و بھی روئی مونی نیچے بیٹھ گئی۔

وہ روز و ملاک کر کے اس کے پاس آ گیا تھا۔

اس قدر خوبصورت روپ میں اس کی خاطر پڑ پڑ سنو رہے۔ کسی ورے غم میں روئی، گاہلی کو لب سے و احساسات کا دکھار کرنے لگی۔

”میں نے ان سب کو کوہلا دیا رانی ماں میں، اپنے آپ اپنی اکن، سب کو۔“ تو بچائی سے کہہ رہی تھی۔

ایک جھکے سے و گاہلی کی سوخ سیدی رہ رہی تھی۔

سامنے چٹھی سر پر ہاتھ رکھ کے انہوں کی جدائی کلام کرتی ہی مری کی دل میں کہتے سے قائل تھی جو اس کی خاطر اپنے چاہنے والوں کی جانب مگر اتنی تھی۔

”تم ان تانی اشی جو تمہارا کتم بہت بھارہ ہوگا۔ کتنی اب اتنی جلدی وہ لوگ تھوڑی ماں بائیں گے۔ ہم دونوں کو انہیں روئی کرنے چاہنا پڑے گا۔“ مگر یہ ان کی قیاتی مارا تھی بے مگر تھوڑی شدہ ہے۔ لیکن ہم دونوں کو خوش دیکر کر یہ رانگی منوں میں ٹھاگ جائے گی۔“

اسے ناؤ سے بھر کر رکھتا ہے جو سے وہ بہت لامت سے کہہ رہا تھا۔ نا بندہ کا دل خبر نہ لگا۔

”وہاں جائیں گے گا تو؟“ تو آسواں نے میری جھکوں میں آس لے پوچھ رہی تھی۔

و گاہر اس کے اگے لٹکا لٹکا دے گئے جہانہوں نے بھلا اور مقرر اسے کہے تھے۔

"اب میری ایک ہی بی بی ہے جناب انجمن کی بات آپ کر رہے ہیں اس کی دونوں پہلے ہم کوئی نہیں جانتا مگر آپ کہتے ہیں۔ سوہرے ہوئے کے ساتھ جتنا رشتہ ہوتا رہا ہے، جتنا بھی اس کے ساتھ اتنا ہی رشتہ ہے۔" اس کی دل بخشی کے خیال سے وہ اسے بتائیں لڑکا تو اس کی شکر گوئی کی بجائے تکی تو وہ آج سارا دن ہی دیکھتا رہا تھا۔

"کیوں نہیں مائیں گے؟ تم ان کی جتنی چاہی ہو۔ بھلا وہ دنیا وہ دنوں تک تم سے کس طرح فخر رکھتے ہیں؟" وہ اسے بہلا رہا تھا اور تانہ دے کے پاس بھی دیکھتا ان ٹھٹھکیوں سے بکھلے کے ساتھ کوئی چارہ نہیں تھا۔

"ساری چٹاری کا تم نے ستیا س کر لیا ہے اور انعام خود کو اب بھڑے پڑ گئے گا۔ ابھی نوٹیشن باقی ہے۔" اس کو کوئی کیفیت سے نکالنے کے لئے اٹھ لی کی پر سے اس کے رشتہ پر آٹھ سو صاف کرتے ہوئے وہ شہر است سے پر انداز میں بڑا تو وہ وہ بچہ بھی۔ بچگی بیکس رشتہوں پر گزر کر رہ گئی۔

وہ کارٹی کی وارنٹی بولڈر جوش انداز میں اسے بہت جلد اس میں لیا اور خود ہی کی کیفیت سے نکال لایا تھا۔

اس کے بعد وہ اس وقت وہ اس کے ساتھ ساتھ رہا۔ وہ اپنا ساتھ ساتھ لپٹے ہی ہو کر شہر کی دوں میں گھرنے لگے تھے۔ سوہرے اپنے سوا اور کچھ سوچنے کی نہیں دے رہا تھا۔ خانہ دن میں ایک آدھ دھوت بھگت کر رہا تھا۔ اپنے ساتھ شادی ملاقہ بات کی طرف اٹھ گیا تو اس کا رہا سہا احساس نہ امت بھی جاتا رہا۔ وہ کارٹی کے سرگٹھ صورت وہاں میں تھیں اس کی طرح اڑتی وہ زندگی کی تمام خوشیاں شہر گری تھی اور اس کی دل بدن برحق شادی وہ کارٹی کے وہاں نہ رہیں اسے افسانہ کرتی جاری تھی۔



زارا نے بڑے تھاک سے ان کا استقبال کیا تھا۔ پھر فوراً ہی انہیں کھینچ کر گریڈ ور کے دروازے تک لے آئی۔

"بکھرتا، بازو میں ملن چھو بیٹے۔" انہیں نے سکارٹی بھرے ہوئے اس کو انکساکھا۔

"پاکل آ نہیں ہو گئیں؟" مسمر نے بھی اسے گھورتا وہ ہنسی ہوئی ہوئی۔

"ساتھ ہی دلہا صاحب کا پرش ہے۔ ساروتھ اپنی بالکونی ہی میں لگے پائے جاتے ہیں۔" م۔

"شرم کو کسی کے جذبات کا ذکر اڑانا بہت جری بات ہے۔" شتی نے اسے مگر تھا۔

وہ ان تینوں کو ساتھ لئے گریڈ ور کا دروازہ کھولتی اندر چل دی۔

چاروں کی چاندنی ہے بس۔ پھر دیکھنا دس دنوں کا کروں گی جب شتی سے ملنا کرے گا۔

اس کی بات پر وہ تینوں خوب ہنسی تھیں۔

لازمہ ان تینوں کے ٹیک کر۔ میں پہنچا چکی تھی۔ زارا نے فوراً ایک کھلا انجمن کی ٹاپک چپ کرنا شروع کر دی۔

"مہندی کے سوت خاص طور پر مہی نے تمہارے لئے خواہے ہیں۔" اس نے تانیا تو تینوں کی کسانس یعنی اس کے ستر پر گر پڑی۔

"جینٹل گا۔" ابھی مجھے مہندی کے سوت کے لئے بھی بکال ملنا تھا۔ آئی گرہت ہیں۔

"اس ٹھٹھکی کی کیا ضرورت تھی زارا اتنا ساری چٹاری تو بالکل تھی۔" مسمر نے اسے نکالتا وہ سنا ہوئے بغیر ہوئی۔

"چنگا تم تینوں کی بیٹھ میری بہنوں والی ہے سو ٹیک بھی تھی کو سول کرنا ہے وہ بھی ہماری ہر کم سا۔"

"یہ کام میرا بہتر طریقہ ہے کہ مٹی۔" اسے گریڈ ور کے شتی حاصل کرنے آتے ہیں۔" شتی نے بے ساختہ کہا تو وہ زور سے ہنس دی۔

"یہ کام میں نے بھی نہیں کیا، مانگتے والے۔"

"ایسے مہنتوں پر مانگ نہیں بلکہ سول کیا جاتا ہے۔" انہیں کو انسا تھر بہت اس ان کوں کو بھی تھی ہوگی کھانیکہ تھر پکار بندہ بھی ان میں موجود ہے۔

"اب سب سے پہلے تم تینوں کا جان کے پاس لے چلا کر ان سے ملنے کا شق ہو رہا ہو۔" مسمر نے کہا۔

"چلن ابھی میرا انجمن کے پاس ٹھٹھکی تھی مٹی اور کچھ مارکیٹ جی ہوئی ہیں، ہر تھاری مٹی ہے سوائے ریلوے کے پکروں کے۔" مجھے تو کھ رہا ہے کہ وارٹ کا سول ویسے جانے نہ ملے گا۔"

وہ کہتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی تو ان تینوں نے بھی اس کی تھادی کی۔ راستے میں رک کر لازمہ کو کولڈ ڈرکس اور ٹیکس کریم کا کتی وہ انہیں ساتھ لے آنا جان کے کمرے میں آ گئی تھی۔

گر۔ ہاؤں والے آنا جان سوہرے تھے۔ ان تینوں کو کچھ کر بے حد خوشی کا اظہار کیا۔ گھنڈہ سوان پور شتی آنا جان ان کوں کو بہت اچھے لگے تھے۔ کولڈ ڈرکس ور اس کے بعد انجمن کریم کھانے کے دوران وہ ان سے کافی بے تکلفی سے بات چیت کر رہی تھیں۔

شام تک زارا کی کراؤں اور ٹھٹھکی کے کھٹکے بھی آچکے تھے۔ اس سے ایک ہر شتی ہو گئی تھی۔ زارا کے پاپا بھی شارجہ سے پاکستان بھیجے چکے تھے۔ گرمیر وخت جبکہ رہی تھی۔

"میں بھی اتنے لوگوں کے اہمیان رہی نہیں ہوں نا۔"

"اچھا ہے۔" اب انسانوں میں ٹھٹھکی تو ساری جھک خود بخود دور ہو جائے گی۔" انہیں نے لاپرواہی سے کہا تو وہ مسمر کر رہی تھی۔

میرضائی سرگرمیوں میں جو رہتھیں کام شتی کو کرانے آتے تھے وہ مہندی ڈانکا اور دھوکہ کھانا تھے۔ سوئی ٹھٹھکی دھوکہ کھانے کا اہم ٹھٹھکی لے سونایا گیا تھا۔ ذیکہ بند ہوا۔ دھوکہ کی خواہر صورت قہار کو کھتی تو آہستہ آہستہ کبھی سنگ ہم شتی ہو گئے۔

"شرم کو بھی اتنی چٹاری دوست کی شادی میں بھی نہیں گاؤ گی۔" زارا کو ٹھٹھکی ہو تو تینوں کو جھک گاتے دیکھ کر انہیں بھی جش آ گیا تھا۔

نمبر۔	نمبر۔	نمبر۔	نمبر۔	نمبر۔	نمبر۔
یہ	یہ	یہ	یہ	یہ	یہ
یہ	یہ	یہ	یہ	یہ	یہ
یہ	یہ	یہ	یہ	یہ	یہ
یہ	یہ	یہ	یہ	یہ	یہ

وہ بے اختیار درد و اڑے ہی میں ٹھٹھکی گیا تھا۔

خوشی اور خوش سے جتنا تھوڑا، دیکھل آواز پر نہ لان کے میروان اینڈ آف وائٹ انجمن کے پاس میں ٹھٹھکی اس کا یہ ایک بے حد انکساکھا اور بھلاکار دینے والا وہ پتھر یہ ٹھٹھکی کی بات تھی۔ ٹھٹھکی نے اس کو بڑھکا دیا تو وہ ہر مت شہلا۔

"ہام ہو گئے ہو کیا، اندر چلو۔"

انہیں یوں غول و رگولی آتے دیکھ کر زارا روپے میں مدد چھپانے سب سے پہلے اندر بھاگی تھی۔ مسمر بھی خفیہ سی ہو کر بوٹنگ باؤں چٹانوں وہی کتاب کے صفحات اٹھنے لگی۔

"دیکھو ابھی۔" میں تو ہوں اپنے گھر ہاؤں کا کھانا دینا۔ اب وہاں کوئی دھوکہ کھانے والا نہیں، ابھی یہاں اچھر رہا ہاؤں ہیں۔ میں اکیلا ہاؤں کیا کرنا؟" ان کے طے اختیار کے جواب میں ٹھٹھکی نے مسکین انداز لپٹا لیا تھا۔ کاشن کے شہر شوار سٹ میں ٹھٹھکی وہ بہت اچھا گھر رہا تھا۔ مام ہاؤں میں تو وہ بیٹھ جھوٹ ہی میں رکھائی دیا تھا مگر آج بہت بدلا ہوا گھر رہا تھا۔

"میرا بھی یہی گھر ہاؤں کا گھر ہے۔ تم شادی سے پہلے یہاں کیسے رہنا سکتے ہو۔" انہیں نے اسے گھورتا۔

"وہ رہا ہاؤں بالکل بھی نہیں رہنا تھا پکروں کا، گرم سے بیزار ہوں گا۔" ٹھٹھکی ہاؤں پھر ان کی ہر دیوں بڑھنے لگا۔

"اب دیکھو ان کھان ٹھٹھکی ہیں، دونوں گھر جن کے یہاں بھی ایک ہی ہیں۔" وہ سے میری مساور ابھی میں موجود ہیں۔ ہار شش جھاس تقریب کا ایک اہم گھروں، مجھے وہاں گھر بھلا رکھا ہے۔"

"بیٹھے وہاں انہیں؟" شتی کو شس آ گیا تھا۔

وہ وہ سب کوں میں شکر یہ اوکرے تھیں کہ ہاؤں سے محنت لڑانے سے پہلے ہی مہنتوں پر رہا تھا ہو گئے۔

"اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم لوگ یہاں ہر گھ انجمن کے لئے بیٹھے ہو گے بلکہ یہاں مقابلہ ہو گا۔ ایک گانا ہم کائیں گی اور ایک گانا تم لوگ۔"

انہیں نے شرو واصل جش کیا تھا جسے فوراً ایک جش ہاؤں کے ساتھ قبول کر لیا گیا۔

"یہ کیا بتوئی ہے؟" مسمر نے دے لکھوں میں اسے سرٹش کی گھر وہ چنتے ہوئے ہوئی۔

"ابھی دیکھنا کیسے میری چھوڑ کر رہا گئے ہیں سب۔"

"میں نہیں کا رہی۔" وہ انہیں کی تھادی میں تھی انہیں نے اس کا ہاتھ مہنتی سے قہام کر کپا چاہا نے والے انداز میں کہا۔

"تمہارے تو مجھے بھی کائیں گے۔"

"میں انجمن ہی اپنی زندگی کو اپنا طرز چلنے اور اپنی پیشی سے گزارا۔ کسی کو غور ہاؤں کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔" شتی نے بھی ویسی آواز میں اسے سرٹش کی تو چار اسے وہاں بیٹھ رہا تھا۔

پھر انجمن اور شتی کی آواز میں تو طرے ہوئی باز رہا ہوئی تھی۔ پچھلے کون اسے بار بار شک اور ہاتھ کا سامنے بیٹھے جہاں ہاؤں سے ہاؤں میں صرف لپٹی

کی پہلی تو چھائی کی طرف ہے۔

"بھولہ سنی اب بے غم۔ گروپ کی ہاری ہے۔" گھانٹم کرتے ہی شبن نے غور کیا تھا۔

"مرد وہ کس طرح فری اٹھیں پھر نہیں ہے کہ غار گروپ میں غر اور تال کی کوئی کمی نہیں۔" ٹوڈان نے رعب سے کہا تھا۔

"یا اکل جی۔ جان سنی اٹھی گروپ میں سے تھا۔" جی کی کسی کزن نے سر اٹھا تھا۔

"بھل بھی ہے۔" ٹوڈان نے اپنے متوجہ "تھپانے" کے گھڑے پر ہاتھ مارا تو وہ جیسے جاری ہو جاتا تھا۔

"سبھی۔ مگر آگیا میں آگیا تھ کو لیے

دل گئے ہلے میں دل کا بڑا درد دینے

اتنے کی بھلا کیا کہتی ہے سس سس سس

ساہن جی گھر آئے، ساہن جی گھر آئے

ڈھن کیوں شربانے، ساہن جی گھر آئے

لیہ متوجہ طور پر اس کی ہوا کا پی اچھی تھی۔ وہ پتے کا بھی جن کر رہا تھا۔ شبن ہر شخص کے ساتھ دوسری فریوں نے بھی اس کا ساتھ دیا شربانہ کر رہا۔

"اے۔ دل چلے گا نہ اب کوئی بھلا

کوئی کو سو گنا ب ساہن بھگے گھر بیٹا

میری بچ جڑکن کیا بولے ہے سس سس سس

ساہن جی گھر آئے، ساہن جی گھر آئے

ڈھن کیوں شربانے، ساہن جی گھر آئے

سب نے تالیاں بجا کر اسے داد دی تھی۔

"کات ہو کہ میں زندگی کے کسی بھی شعبے میں اولڈ ٹیڈل پاسکوں۔" جو مسکراہٹ بجا مسرہ دیکھ رہا تھا۔

"میں ڈراما کے پاس جا رہی ہوں۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

بارتو اس ٹوکی سے برداشت ہی نہیں ہوتی، لائی نے بے ساختہ سوچا تھا۔

"شکر ہے، کسی کو میرا خیال آیا۔" ٹوڈان بے چینی سے اپنے کمرے میں ٹیکر رہی تھی۔ اسے دیکھ کر مائیت کی سانس لی۔

"وہاں ایلی می ترم جہاں گروپ سمیت برائیاں ہو چکے ہیں۔" وہ چلے گئے اندر میں کبھی کبھی میں خوش تھی۔

"میں پلیر، ان چند دنوں میں تو یہ اتفاقات بھول جاؤ۔ اس شخص کو دل سے انجوائے کرو۔" ٹوڈان نے منت کی تھی۔

"میں کب کبکہ کہہ رہی ہوں؟ وہی خواجہ بھڑیہ پہلے کتہا رہتا ہے۔" اس نے ہاتھ دیکھ کر کہا تھا۔

"وہ بھڑیہ پہلے نہیں کتہا کہ تم اس کی ہر بات کو ٹیڈل تھی ہو۔ وہ کتہا کہ نہیں ہے جس کا اختتام اسے سمجھتی ہو۔" ٹوڈان نے صاف کوئی کا مظاہرہ کیا تھا۔ اسے گھڑنے لگا۔

"یہ ابھی رہی۔ دوست تم میری ہوا ٹوڈان میں لائی کی ہو۔"

"یہ بات نہیں ہے اسٹوڈنٹ! " ٹوڈان کو اس کی لٹکی پر چارہ لگایا تھا۔ "میں صرف یہ جانتی ہوں کہ تم اپنی بے حد جذباتیت چھوڑ کر پریکٹس ہو جاؤ۔ اس کے ساتھ تمہارا ساتھ ملے

صرف تقریری میں ہی ہونا چاہئے نہ کہ نہ وقت آتیشیں چاھا کر جنگ کے لئے تیار۔"

"مگر مجھے وہ شخص سخت پسند ہے۔" اس نے بڑا زور دیا کہ اس نے اسے بہت حق سے چھوچا۔

"اگر یہ سلیٹی کے لحاظ سے بات کی جائے تو لائی کو پھر۔ سوئس سے سوئی ملتے ہیں۔ تم کس لحاظ سے اپنے منہ کرتی ہو اسے؟"

"اس کے قبول اور سوسہ خیالات کی وجہ سے۔"

"وہ خیالات جو تقریری مقابلوں کے دوران تیار کرتے آئے ہیں، نام زندگی میں تو اس کا رویہ بالکل ہم لوگوں جیسا ہی ہے۔ پھر یہ ٹوڈان کی اطلاع کیوں؟"

ڈراما نے اس کی بات کا کتہا تو حیران ہو گئے۔

"نہیں مجھے اس کی باتیں قصہ ادا دیتی ہیں۔"

"اپنی اس حالت کو بدلاؤ میرا جائزہ میں تو نہ ہی دیتی ہیں البتہ میں ڈیٹا ڈیویس کی رو بہائیں گی۔ انسان کو ہیبت و دھتوں کی طرح ٹھکرانا چاہئے تاکہ بعد میں اپنی

خلیوں پر پیشانی نہ ہو۔" ڈراما نے ہمدردی سے اسے سمجھا دیا تھا۔

"اس شخص کے متعلق میں جانتی ہوں وہ بالکل ٹھیک ہے۔ میں کبھی چروں سے دھکا نہیں کھاتی ڈراما میں جانتی ہوں کہ میں اپنی اس سہا پر کبھی نہیں بچھاؤں

گی۔ وہ شخص کبھی میرا دوست یا شریک ہو ہی نہیں سکتا۔" اس نے جتنی سے کہا تو ڈراما اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔ پھر آہستہ سے بولی۔

"کبھی کبھار ہم چروں سے دھکا بھی تو کھاتا ہے میں بھی اوروں کا ہے کہ وہ تیار ہے۔ میں بہتر ہی سوچتا ہوں۔"

"بہت۔" ڈراما نے دھیر اور سادہ دھن سے۔ "استیوار اپنے اندر میں اس پر واضح کیا تھا۔

"تم شربانہ گروپ کی سے لائی نہیں۔" ڈراما کے ہر لڑکھائے میں جھنجھٹاں بلکہ جھنجھٹاں تھا کہ اس کی معلومات بالکل سچی ہیں۔"

وہ چٹکی۔

"ابھی بھی تم کبھی ہو کہ وہ بہت "مستحم پچ" ہے۔ صرف ایلی می نے مجھے اس کے ساتھ بات کرتے دیکھا تھا۔ مجھے پتہ تھا کہ وہ اس خبر کو زشتہ داری طرح چھڑک

طرح پر تیار استعمال کرے گا۔"

"منقول مت بولو۔ تمہیں پتہ ہے شربانہ گروپ کی رپورٹ میں کیا۔ پھر کیا ضرورت تھی اس کے ساتھ گفتگو کرنے کی؟" ڈراما نے اسے ڈپٹ دیا تھا۔ وہ جتنی سے بولی۔

"اگر میں ایلی کے ساتھ بات کرتی تو وہ بہت خوش ہوتا کیونکہ اس کے ساتھ گفتگو کرنے سے ایمان کو کوئی خطر نہیں۔ مگر کسی اور سے دوستانہ گفتگو کر لو تو اسے تکلیف

ہو گئی ہے۔"

"وہ اس لئے کہہ رہا تھا تو ٹھیک سے تمہاری فکر ہے۔" ڈراما بے ساختہ بولی تو اسے گرفت سالا۔

"اسے میری فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں کوئی اور جتنی بھی نہیں ہوں جو وہ ہوا ڈی جیٹ کی فکر میں رہتا ہے۔ اس وقت بھی یوں سرچ کھڑا تھا جیسے شربانہ

گروپ کی مجھے غور کرنے والا ہو۔"

"جس میں لائی کی بھی سمجھ سکتا ہے۔ میرا مان کا کہ نہیں کرنا۔" ڈراما نے کھٹک اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے تھے۔ وہ ہنستے ہوئی۔

"وہ مجھ سے بات تو کرے۔ اس کا سر بھانڈنے سے بھی وہ لائی نہیں کرے گی۔ ایک "وہ بارہ دیا کہ وہی موصوف نے، وہ کو کوئی خود رقی تصور کر بیٹھے ہیں۔"

شبن نے غور سے اسے دیکھا۔ اس کی خوب نکھالی کی تھی۔

"ایلی نے تمہارا۔ یوں اٹھ جانے کا انداز ہی لایا۔ وہ خوش ہو رہا تھا کہ خلاف پارٹی سیدان چھوڑ کر ہمارا گئی، مقابلہ جیت گئے تھے۔" شبن نے آہستہ سے اپنا

اسے غصے بہت آگے بڑھا دیا کہ کبھی نہیں تھی۔ مگر وہ میں میں ایلی کوئی حرکت نہیں کرے گی جس سے ایلی کو کوئی کمی ہی خوشی ملے۔

ڈراما نے اسے اپنے ساتھ جبراً لٹا پک پک چلنے کو کہا تو وہ تیار ہو گئی۔

"وہ اپنے جھنجھٹاؤ اتنی سے باہر جانے سے منع کر رہا تھا۔" اسے لگا دیا تھا۔

شبن نے تاکوں پر اپنے "اس" سے سیر کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ہمراہ کھینچا تھا۔

ڈراما کو یک سٹ پڑا رہی تھی کہ ایلی کی کوری وہاں جا کہ وہ کوئی سے ڈراما کو دیکھنے کی فکر اس کے چہرے کو کھینچ رہی تھی۔ وہ بھی اپنے ہاتھ اور اثرات دہائی کا زلی

میں چھٹکی۔

"مجھے بھی غصہ تھا کہ اس شخص کو ہیبت دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ سوچے ہوئے اس نے خود کو ٹرکھان مسموم کیا تھا۔ چونکہ اسے گیت دیا گیا بھی جانے

ڈراما کو اچھا لگ گیا تھا۔

"میں اس کی دوست نہیں آتی۔"

وہ لائی سے بچتا ہوئی۔ میرے گھر پر کچھ پچھنے سے پہلے ہی وہ گروپ کا روزہ کوئی اندر چلی گئی تھی۔

حیرت اور بے چینی کا دوسرا ہلکا تو جب لگا جب ایلی گاڑی ڈراما کرتے ہوئے گیت سے باہر نکلا تھا۔

وہ نکلتے دم اس کی شائے آتی۔

"یہ کیا کر رہے ہو تم؟" اس نے بے حد درشت لہجے میں پوچھا تھا۔

کل ترا رنگ تھا اگلے جیسا گھروں میں
مل رہا ہوں میری برسات کی بھولوں میں

مجھ سے کھانا کھا کر گھر جا گیا۔ جان چلا
دل کی لو وکچہ رو رہا ہوں تیرے۔ ہر شاموں میں
مجھ کو نرگس سے نہیں، پیار سے سسلوب کرو
میں تو شامل ہوں محبت کے گناہ گاروں میں۔

اس کے بعد فریٹس موڈ کے برعکس نابلد و غمت چھٹلاہٹ کا کارہی۔ اس کی ٹنگناہٹ پر ترگی نظروں سے اسے دیکھا ہر چہ گہری ہوئی۔
"آپ تو یوں خوش ہو رہے ہیں جیسے قید خانے سے۔ ہائی کاڈن مل گیا ہو۔"

اس کی بات پر چھٹاٹے اسے گہری نگاہوں سے دیکھنے کے بعد وہ کارہی نے اس کا ہاتھ تھام کر اپنے مقابل بٹھایا۔

"کس کا فرکاری چاہ رہے ہیں جھوڑ کر جانے کو۔ مگر میری جان کا حالت ہی ایسے ہیں کہ کافی اچال ہے۔ جی کی مزید مارا نہیں فوڑ نہیں کر سکتا۔"

"تو نرگس جیگھوں اس کی ذرا پر۔ اتنی زنجیوں، اتنی جانیہ آؤ کس کے لئے ہے؟" وہ بے حد منظر پر تھی۔

زرد لباس میں صحت و ثناء ملی کا صرح مگر رہی تھی۔ بے فکری کے دنوں کا بچھون کی فراوانی نے اس کے کھنکس کو سڑ ۱۶۰ پھل دنی تھی۔ مگر شمالی ما، تو بات سے لڑنے کی
انگے دن و کارہی نے شہر رو آگئی کی تیار کی شروع کر دی وہ بھی تیار تو وہ ناکھت سر جماعتی تھی تھی۔

"یوں تو صحت کچھ۔ اگر یہ تو کڑی نہ کر رہا ہوتا تو تم سے ملاقات کیسے ہوا پاتی؟" وہ اس کا ہاتھ تھام کر مضبوط گرفت میں لے لے اسے بہار ہاتا۔

"تو پھر مجھے بھی ساتھ لے جائیں۔ میں یہاں اکیلے رہ کر کیا کروں گی؟"

"بات سمجھنے کی کوشش کرنا کافی اسب ہم سے سمجھنے بھی خوش کیوں نہیں غمراہوں میں جو ایک بات روٹی ہے اس سے میں بھی طرح و انتہ ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ ہر ان کی
قربانی رہا کیوں جائے۔"

وہ بلیوہ ہو گیا تھا۔ تانہ بند ہو چکی۔

"کون سی قربانی؟"

"اپنی محبت کی قربانی۔" وہ کارہی کی آنکھوں میں درد و تیز منظر اب کر دیکھ لینے لگا تھا۔

"اس نے میری منظر کی قربانی جیت چھوڑ کر فوڈ کر دیا ہے۔ اس گھر کو وہ وقت ہو نے سے چھایا ہے۔ اب یہی باری اتنی جتنے میں کیسے چھپے صحت ہاؤں ہائی؟"

"مگر میرے۔۔۔ یہاں رکھنے سے کیا فرق پڑ جائے گا؟"

"بہت بڑا فرق پڑے گا۔ تابی نہیں یہاں اس گھر میں رہ کر سب کے بدلوں میں اپنی حقیقی تہہ دانی ہے تاکہ سب کو احساس ہو سکے کہ میرا فیصلہ ملا نہیں تھا۔ اعر اڑھلی کی
ناشاؤ زندگی کا جو ہر مستحضر ہے۔ سچے پر دھرا ہے۔ ہم یہاں سرخرو ہوں گئے اس کی قربانی بھی رہا کیاں مرنے سے بچے جائے گی۔"

"وہ ٹھیک ہے۔ وہ رالین میں یہاں آپ کے بغیر۔"

"میں بھی تو دل پر جبر کروں گا۔ میرے لئے بھی یہ جدلی سوانح روٹ ہوگی۔ مگر ہٹکا ایک نئے ہی کی قربات ہے۔ یہ ایک اینڈ پر یہاں موجود ہوں گا۔ ہر یوں بھی تم نے
نہا نہیں کہ۔"

زور ہاؤں تو اور بھی یاد آؤ گی
قائلے قرب کی بنیاد ہوا کرتے ہیں

اس نے شعر میں اپنی مرضی کی ترمیم کرتے ہوئے مسکرا کر کہا مگر وہ مسکرا بھی نہیں پاتی تھی۔

اسنے سنا۔۔۔ انہی لوگوں اور ماناؤں داخل میں وہ کارہی کے بغیر رہتا ہے ایک امتحان ہی مگر رہا تھا۔ یہ ٹھیک تھا کہ اب تک کسی نے اسے اجنبیت کا احساس نہیں دلا تھا
تھا۔ سبھی اسے ایک ہی نوعی ہو کے غور پر نہت کر رہے تھے۔ مگر اس کے لئے تو وہ کارہی سے بڑھ کر کوئی بھی نہیں تھا جس کے لئے وہ اپنی محبتوں بھری منڈی چھوڑ سکے۔
اتنی تھی۔ اس کی ذہنی روٹھی تو بکھلت ہی اسے دھیان آیا۔

"اتنے دن ہو گئے وہ تو آپ نے وعدہ کیا تھا اسی ہو کو مانے گا۔ ورم نے نہیں ایک فون تک نہیں کیا۔ یوں کرتے ہیں کہ ان کی طرف ملتے ہیں۔" وہ پھول کی طرح
کھل اٹھی تھی۔ ہر یوں وہ منظر لہر تھا۔ وہ جلی لان آ رہا تھا۔ سنبھلے ہوئے سر سرخی ادا اند میں بولا۔

"چلے پلیس کے کسی روز جرم فی الحال فون پر من سے بات کرو۔"

تانہ وٹے ننگی سے اسے دیکھتے ہوئے اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے کھینچ لیا۔

"آپ اپنی بات سے گھر رہے ہیں۔"

"میں ٹرکس رہا تابی! اچھا نہیں کرتے ہیں کہ بھی تو کل میں انہیں جا کر پارچ سنیا لوں گا۔ یہ ایک اینڈ پر ہم دونوں جا کر امی اور کورمٹس گئے؟"

اس نے فوراً مسلمانانہ انداز اپنا لیا تو تانہ وٹے کے ہونٹوں پر بھی کی مسکراہٹ ہو گئی جو وہ کارہی کی روح تک کو سرشار کر گئی تھی۔ اسے خود سے قریب کرے ہوئے وہ بھی سٹل
دل سے مسکرا لیا تھا۔

"تیری آنکھوں نے میرے گرواک دیا کبھی نے

میں اس سے ہماگ کر جانا بھی چاہوں تو کس اب جائیں سکتا

کہیں میں سے کوئی زنجی ہے۔" وہ زنجی ہے

یہ وہ ہمارے جس میں کوئی روز نہیں کھتا

میں اس میں رہنا چاہوں تو ہر ایک غشت میرا مست ہو کے

میرے کانوں میں ایکس۔ ایکس۔ کیسے ہی آواز آتی ہے

یہاں سے ہماگ کہ جانا کوئی آسان نہیں ہے

محبت اس قدر کمزور ہے ہی جاں نہیں ہے۔"

وہ اس کے آنکھیں لکھنے کی چٹائیوں میں بھرتی جاری تھی۔ جیسے صرف اس کی محبت ہی دنیا کی وہ نہ تھی ہو۔ اس کو ہم رحم خشک ہو اٹھا تھا۔ ایسے لوگوں میں جب وہ کار
ملی کی طرز سے محبت پر نازاں ہوتی تو دنیا کا ہر زیاں اسے بچا کھینچ لگتا تھا۔

اس کے شانے پر سر رکھتے ہو اس میں بھی انہی محبتوں کے حصار میں تھی۔

نام کو وہ اور جانے کو تیار تھا۔

اور کتنی ہی رات باندھ کی آنکھیں بھر پڑتی تھیں۔ سب گھر والوں سے مل کر وہ پھر اس کے پاس آیا تو اس کی روٹی صورت اور بھی پکیس وکچہ کرکس دیا۔

"میں تو آخر اسی بیٹان ہو رہا تھا۔ انچھا ہے، چند دنوں کی جدلی آگے کی تو ہم محبت کی قدر کرنا سیکھیں گے۔"

وہ جس قدر غصے لگایا تھا مگر رہا تھا۔ اسی قدر بے چین وہ بے قرار رہا۔

"میں یہاں کیا کروں گی؟" وہ آپ کے بغیر۔"

"مگر صرف اتنی قربانی کرنا کہ وہ صحت۔ ورنہ میں ہاں بہت بے چین رہوں گا۔" مگر بہت بڑی سے اپنی آنکھوں کی پردوں سے اس کی آنکھوں کی نمی خشک کرنے لگا۔ وہ
اس اثبات میں سر ہلا کر رہ گئی تھی۔ مگر وہ پلا گیا۔



"میں جتنی ہوں گا زور دھونے لگی"

وہ غصے لگا اٹھی تو وہ گاڑی کی اسپرڈیم کرتے ہوئے ناگواری سے اسے چہرہ دکر دیکھنے لگا۔

"کبھی تو سکون سے بھی بات کر لیا کرو۔"

"مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی۔" اس میں وہ ہر حرکت کا مطلب کیا ہے؟ "اس کا پارہ اپنی ہوا تھا۔" ان کی جی تو آت پر اسے شہت ہو رہی تھی۔

"جیہیں نہ کسی مگر مجھے تم سے بہت ضرورت ہے بات کرنی ہے۔" اس کی نسبت وہ بے حد بے سکون تھا۔ بہت آرام سے گاڑی ڈرائیو کرنا وہ ڈرا بھی گھبراہٹ لہ پڑھائی کا کار
نہیں مگر رہا تھا۔

"تہہ رانی بات سب کی موجودگی میں بھی ہو سکتی تھی۔ اس کے لئے یہ سب۔۔۔ زلرا کیا سوچ رہی ہوگی، اس کا اندازہ ہے جیہیں؟" اس کو وہ پر کا پونا مشکل ہو رہا تھا۔
"وہ سب کچھ جانتی ہے۔"

اس کے کھانیت مگر اسے اندازے سے میرا کوشہ جھٹکا پٹکا تھا۔

"کیا ہے؟"

"مگر کوئی تہہ رانی طرح جہاوری کا ہنڈا اٹھانے چاہتا ہوں سر کرنے کو کچھ کھڑا نہیں، وہاں میرا جی ابھی کھٹک کھٹک کو بہر طور ماسٹر دیکھتے ہیں۔"

وہ کہہ رہا تھا۔ وہی اس کا مختصر مگر یہ لب و لہجہ۔ مگر فی الوقت تو وہ پہلے ہی جھٹکے سے نہیں سنبھل پاتی تھی۔

"یہ ہے خواتین کے حقوق کی خاطر لڑنے والی صد رسا جیہ کا خرب خانہ۔"

اس کے بطن پر اندازاً کوئلہ انداز کرتے ہوئے مسرور نے لاپرواہی سے کہا۔

"ظاہر ہے، کوئی حسبِ نسب، وہاں عورت ہی یہ کام کر سکتی ہے۔ جن کے پاس وسائل کی کمی نہ ہو، جو صرف لنگوں ہی سے نہیں بلکہ روپے پیسے سے بھی عورتوں کے مسائل حل کر سکیں۔ خوب صورت مگر ہے ان کا۔"

"خوب صورت مگر نہیں، عیاشی کا انداز ہے۔" وہ بے حد جھنجھکی مڑتی تھی اس کی طرف پٹا تو مسرور کو لگا جیسے ہلکتا آواز اس کے سر پر گونجتا رہا۔



بہت بے ہوشی سے دروازہ دھڑکھڑکاتے ہوئے جانے پر تباہی کی آنکھوں میں کھلی تھی۔

رستہ پہلی بار دھڑکے سے بدلتی کے باغ میں خندہ دار اسکی آنکھوں سے روشنی رہی تھی۔ یہی وہ جگہ تھی کہ وہ جلدی اندھ نہیں سکتی تھی۔ مگر جس طرح دروازہ بجایا جا رہا تھا اس کی آواز تو فریادوں کو جاننے کے لئے بھی موانع تھی۔ اس نے تیزی سے اندھ کرورہ اندھ کو لواتا سامنے نو ذریعہ لپٹے پارے طعشق کے ساتھ کھڑی تھی۔

"آؤ صبر گھٹنے سے میں دروازہ کھٹکھٹا رہی ہوں۔ لگے۔ ہاں کوئی اندھ کر کے سوئی نہیں۔"

تباہی کو اندھ اندھ نہیں ہو۔ کا گہرے ہنسنے پر اس کی سرخی سے پتہ چلتا تھا۔

"رستہ دہرے ہوئی تھی نا اس لئے آنکھوں میں کھلی۔" وہ نہ چاہتے ہوئے بھی وضاحت دے گئی تھی۔

"خیر تو ہے۔۔۔ حسبِ تو وہ دھڑکی بھی یہاں نہیں۔" اس کا معنی پٹا اندھ اندھ کو پتہ نہیں آتا تھا۔ سوچ سے اس کی جھنجھکی نظر میں۔

"یہ تو ہے۔۔۔ یہاں کی عیاشی، یہاں کا کام ہی کی آمداری ہے۔ آج تو میں اسے لے آئی مگر آئندہ سے تم خود اس کے سر پر کھڑی ہو کر اپنا کمرہ صاف کر لیا کرو گی۔ ورنہ اپنا غم بے لگے، اندھ کی عادت نا اہل اس مگر کمرہاں ہاتھوں کو پتہ نہیں کرتے کہ عورتیں دن چڑھنے تک سوئی رہیں۔ وہ جیسے مجھے تو نہیں یہ سب بتانے کا کوئی شوق نہیں مگر شاید ہے بے نیکی کہیں تو تمہیں زیادہ لگتا۔ یہی شہری لوگوں کے تو خیر۔ یہی ہو رہے ہیں۔"

وہ عجب جھکنا نہ اندھ اندھ کی کمرہ تھی۔

اس کے اندھ اندھ میں جواہر تباہی کو سب سے زیادہ محسوس ہو رہی تھی وہ اس کے لب و لہجے سے جھٹکتا تھا۔

"انکی کوئی بات نہیں۔ بے نیکی میری اس بھی ہیں۔ وہ جیسے پتا ہیں مجھے سمجھا سکتی ہیں۔"

تو کرائی کے سامنے اس طرح کی "بھانڈا" لپٹے اسے لٹک کر دیا تھا۔ سنبھل کر بولی تو وہ ترچھی نکالوں سے اسے دیکھ کر دہلی۔

"ماں بھی ہیں ماس تو نہیں تیرا۔"

"پتہ تو اپنی اپنی کھجور کی بات ہے۔ روز میں انہیں اتنی ہی عزت دینی ہوں جتنی کہہ کر دیتے ہیں۔"

"خیر واقعی تو تمہیں براہِ وقت لگے گا اس مگر میں رہنے بسنے میں۔" پھر سے اپنی پسند کی شادی کرواتی ہو۔ لکی غلطیاں تو کچھ ماں آپ براہِ وقت نہیں کرتے کچھ سہرا بل والے۔"

وہ جیڑی چاڑھی سے سنبھلی کانوں کو باخود کھاتی ملی تھی۔

تباہی ہلکتے کے شہرہ احساس میں مگر سرخ چہرہ لئے کچھ کہنے کو نہ کھلے کھڑی رہ گئی۔

"میں زبان ہی کی کڑی ہیں تو ذریعہ بیانی پر دل کی چٹکی ہیں۔ آپ اپنا دل میاں مت کرو۔" تڑپا کی آواز سے نکلتے حواس میں آتی تھی۔

"ہوں۔" جیسے تو خیر اپنا کام کرو۔ وہ اسے لپٹی اپنے آپ کو سنبھالتی کپڑے نکال کر ہاتھ روہم میں گھس گئی۔

صدیقہ بھائی نے بڑی خوش دلی سے اس کا ہاتھ مقدم کیا تھا۔

"لگتا ہے بہت مڑ لے لیا ہے میرے۔" بھائی کی بددیہائی کا انہوں نے اس کی آنکھوں میں بڑی ظریف سی سرخی دیکھ کر پھیلوا تو وہ جھپٹتی گئی۔

"اس بھینچے۔" فیضان نے آری تھی۔

"ہاں چند روز تو فیضان بھی شک کر گئی۔ اور جب ماموت پر لے گئی تب وہ پھر آجائے گا۔"

وہ شہر سے کہہ رہی تھیں۔ تباہی کو بھی یہی آگئی۔ اسے صدیقہ بھائی پر فوریہ کے لب و لہجے اور اندھ اندھ میں بے حد ذہن محسوس ہوا تھا۔ یہی باتیں فوریہ کے ہاتھوں سے تیر کی طرح نکلتی محسوس ہو رہی تھیں۔ ہر اب جبکہ وہی باتیں صدیقہ بھائی کی رہی تھیں تو ایک گونگہاں کا احساس ہو رہا تھا۔

"یہ رہا تباہی کا۔" انہوں نے پٹا کھینچ کر اندھ اندھ کو روٹی پر لٹا اس کے سامنے رکھا تو وہ غصہ سی ہو گئی۔

"صرف آج کے لئے۔ کل سے سب کے ساتھ شادمانہ لگے گا۔ ورنہ تباہی کرنا چاہے گا۔" اس کی شرمندگی سمجھ کر وہ آرام سے بولیں تو تباہی نے خوش دلی سے کہا۔

"واکھل ٹھیک۔"

"جلدی سے ناسخ کرنا بھر بے نیکی کے پاس بھل کے بیٹنا۔ جتنا ہی سے نزدیک رہو گی اتنی ہی جلدی تمام فاسلے نہیں لگے۔" انہوں نے ہاتھ اندھ اندھ میں کھاتو وہ بے ساختہ بولی۔

"مجھے کبہرے تھے وہاں۔ آپ اس مگر شہر میں سب سے اچھی دوست ثابت ہوئی گی۔"

"ہاں، یہی۔" وہ کمرہ کو دھکیلتی تھی۔

ان کے اندھ اندھ پر ہچکچاتی تھی۔

"واکھل نہیں۔ بلکہ میرا بھی یہی اندھ اندھ ہے۔"

ناشتے کے بعد کھینچتی ہی جھجک رہی تھی کہ وہ جی کے پاس پہنچی رہی۔ انہوں نے ہی چھوٹی کوئی باتیں کیں تو کیں ورنہ وہ تو حد اپنی کی تکریر ہی نکلتی تھی۔ ایک عجب سادہ انٹے اپنے حصار میں لئے ہوئے تھا۔

وہی لڑائی میں بیٹھی ہے دلی سے نیگازیں کے سہلات ان رہی تھی جب اعز اڑتی پالا لیا۔

"اسلام ٹیکم کیا حال ہیں بھائی جان؟"

"واکھل ٹھیک۔ آپ ٹھیک ہیں؟" اس کے فوٹووار سے اندھ اندھ مسکرا کر سلام کا جواب دیتے ہوئے اس نے پوچھا تو وہی مسکرا لیا۔

"میں ٹھیک ٹھیک لگے۔ آپ ٹھیک ہیں مجھ کو کیا حال ہے۔ کوئی فون ہون بھی کیا ہے اس نے کہ نہیں؟"

"ابھی تک تو نہیں کیا۔" فون میں ہوں گے۔"

وہ بے ساختہ ہنس دیا۔

"بہت اچھے۔ یوں شہر کی یہ وہ پوٹھی کرنا اچھی ہے یوں کی کٹائی ہوتی ہے۔"

وہ صیغہ پٹی گئی۔

"آپ تو اعز اڑتی ایسے اچھی دیویوں پر نظر کے بیٹھے ہیں۔ کبھی نہیں تو بے لگے کیا اس بار۔" فوریہ بھائی کی بات سن کر ہی عورتی تھی۔

جہاں تباہی نے اپنا فون سرورجنا محسوس کیا وہیں اعز اڑتی بھی لب بکھینچ کر کیا تھا۔ پھر قدرے مسکرا کر بولا۔

"تم تو خود اس معاملے میں بہت سمجھدار ہو، اپنی خودیوں امانیوں سے انہی طرح آشنا۔"

فوریہ نے ایک کھوکھلا اندھ اندھ فون پر ہونڈا لے کر سوئے پڑے ہوئے فون سے غصہ کی قدر لاپرواہی سے نکلتی تباہی پر پھر ڈالنے کو برا بھلا یہ اندھ اندھ بولی۔

"تھکا کر کمرہ کبہ کبہ میں نہ رہے ہوئے بھی شرم و ہمایا کی پاسداری کر سکتے ہیں۔ اپنی خودیوں پر اس لئے جتنا زور ہیں۔ ورنہ بھی لڑائی لڑائی میں سے کوئی کھاتا تو یوں جینے کے سامنے کئے سر بیٹھنے پر مجبور ہوتی، کولار سا کھڑکرو۔"

تباہی کے دل میں جیسے کسی نے تھقی سا رخ گھسیڑ دی تھی۔

خود اعز اڑتی اس کی قدر گری ہوئی حرکت پر لہانت کا ذکر ہو گیا تھا۔

"میں اس لڑکی کوئی بڑی بات نہیں۔ تہہ بہ تہہ یہی ہوئی کے معاملے سے کاہنہ ہو جائیں گی۔" فوریہ نے فون پر دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"خیر، وہ تو یہ کرسی لیں گی۔ دل میں اتنے کافی تو انہیں خوب اچھی طرح آتا ہے۔ جہاں وہ فوریہ کے دل کو کھاتو میں کر لیا وہاں حویلی کے کوئی کوئلہ کا دل لونا کہاں مشکل ہو گا ان کے لئے۔" فوریہ نے بھونپے سے کہہ رہی تھی۔

اعز اڑتی کے سامنے تباہی کو یہ سب شرمندگی و اذیت کی انجام دہ رہا تھا۔

"تم اس معاملے میں اپنا دل نہ لگاؤ، حق نہ کرو، بھڑکنا۔" اعز اڑتی کا لہجہ سنگ رہا تھا۔

اسے درحقیقت فوریہ کی یہ لڑائی پتہ نہیں آتی تھی۔

"اگر آپ کیوں اپنا دل نہ لگتے ہیں؟ اچھی فوریہ پر پہلے تو اچھے سے تھے۔" فوریہ نے انہی کے ہاتھ کو تڑپا تو وہ سناٹا کہہ دیتے۔

"خود ہو گئی یہ وہ کوئی کی۔" اعز اڑتی جتنا بہت کے مارے کھڑکھاؤ لپٹا۔

تباہی فوریہ نے فوریہ کو دیکھ کر ہی جیسے اس نے اپنا دل نہ لگایا۔ اس کو جتنا چاہا وہی ہو گیا وہ دیکھ کر کہے بغیر مسکراتے ہوئے اعز اڑتی کے پیچھے چلی گئی تھی۔ مگر تباہی کے لئے

”میں نے کہا کہ تمہاری طبیعت ٹھک ٹھک تھی اس لئے؟ رانیوہر کے سامنے؟ اکمل کے قہقہے تک تھی؟“

نارائے ذرتے ذرتے ہایا قافہ۔ کچھ کے بغیر چمک کر جو تے کا سہ پہ پہ کھولنے لگی۔

”تم ناراض ہو مجھ سے“

صبر کرنے کے باوجود کہ اس کی طرف دیکھا تھا۔

”کیا مجھے نہیں جوتا چاہئے؟“

”آئی ایم سورجی صبر دے“ وہ یہ تکی خست پوشیاں تھی۔

”اے اے کے ماؤ۔“ وہ امام سے لڑاؤ میں کہتی دوسرے۔ جوتے کا انگریز کھول کر پتے پاؤں تازہ کرنے لگی۔ زار! بے بسی سے اسے دیکھ کر رو گئی۔



وکیل ایڈورڈ کارملیو تیا تو اس نے سب سسک کر ۲۰ تھنڈ کی خاموشی اور بچے بچے انداز کو بہت شدت ہے محسوس کیا تھا۔ اس مٹی وار فٹ تھاپوں سے بے نیاز وہ دون کو کھانا کھانے کی کوشش کر رہی تھی۔ کمر۔ میں آتے ہی وہ ٹھوکر ماریں لگاتا۔

”میرا تو سوچ رہا تھا کہ اس پہلی پہلی چہ لہی کے بعد ملن کا منظر ہی کچھ اور ہوگا۔ کچھ اچھا اور کچھ حسین سا۔“

[illegible]

”کیا ہوتا ہے؟“ اس کی آواز میں بے حد حشرات کھٹے ہوئے تھے۔

”میں نے اہل کونہ کیا قود و راہبر انہوں نے مجھ سے بات نہ کی تھی۔ اس کی تو ازبھر رہی تھی۔ وہ بے اختیار مگر ہی سانس لے کر رو گیا۔ وہ صوبوں کی جند نہیں تو وہ بھر سے نہیں دکھائی دینے لگا۔“

”کم تن تالی آشتی با کوزہن چو سوار گزید ایام و سحر با قضا کبیر۔۔۔ نے اقی نمر: دہوری ہوئے اس نے چلے چلے انہما میں با چلی جای گراس کی آغوشوں سے جیسے گرم پانی کے پٹھے چھوٹ پڑے۔۔۔“

”یہ ذرا سی بات نہیں ہے وگناہ و میر۔ ساتھ کوئی بھی تعلق رکھنے کو چاہئیں ہیں۔“

ابو یہ سب دھڑلی سے چپا ہوا تو نہیں تھا۔ تو اول روز سے پہلے حقیقت جاننا تھا کہتا بندہ کے گھر والے آپ اس سے کوئی بھی تعلق رکھتے کہ وہ دار نہیں ہیں مگر بندہ کو جاننے کا حوصلہ نہیں ہزار تھا۔

اس کا نرم و گداز ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں کی مضبوط گرفت میں پکڑتے ہوئے دھارے اس کی آنکھوں میں جمنا لگا تھا۔

”بھئی سے گھبرا گئیں۔ یہ سب کچھ شے ماہی تھی۔ تمہارے گھر والوں نے روزِ مول سے ہی اس رشتے کو قبول نہیں کیا تھا۔ جنہیں تو ذہنی طور پر اس سب کے لیے تیار ہونا پڑ چکا تھا۔“

”میں یہاں بالکل اکیلی تھی وہاں اصرار ایسے میں اٹھی کاروبار، مجھے لگا جیسے میں بھری دنیا میں تھراؤ رہی ہوں۔“ وہ آنکھوں میں ہنسوتے دل سوزی سے کہہ رہی تھی۔ اس کے الفاظ نے وہاں رمل کے چہرے پر سنجیدگی کی گھسیلا دی۔

”نہ انجیلی اس لئے تمہیں کیونکہ تم نے مجھے ہر پہلو سے ساتھ محسوس کرنے کی کوشش نہیں کی۔ میں دہریہ تھی، کیا اس کے باوجود تم خود کو مجھ سے محسوس کرتی ہو؟“

”میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہاں ”ہندو“ لائے، مہاجری کرتے ہوئے اپنا ہاتھ پیچھے نہ کھینچ لیا تھا۔“ آپ کی خاطر تو اس قدر محبت کرنے والوں کو چھوڑ کے آتی ہوں۔ پھر آپ کا کیسے بھول سکتی ہوں۔ مگر ان ”ہندو“ رشتوں کی ہیبت سے تو انکا جگہ نہیں ہے۔“

اس کے بے چاروں وار بے بسی و کارملی کو بہت محسوس ہونی لگی، سو اس نے پس پھر بھی نہیں نکالا تھا اس کی جلد اری میں۔

”اکی اکی سوری تانی اٹایہ پیسری غلطی ہے مگر میں اپنے وعدہ پر قائم ہوں تم جب کیوگی ہم دونوں تمہارا ہی ہونے لے جانے لے گے۔“

”وہ مجھ سے ناراض ہیں وگھڑا بہت ناراض۔“

جائے دل کو کیسے نہ شوق میں لیا تھا کہ وہ چاروں ایک ہی غمورک میں جھپٹ کر اس کی حلاوت کھنکھاتی تھی مسلسل بے تپنی اور اضطراب میں غمری ہوئی تھی۔

تہہ ہا کیا قصور ہے۔ تمہیں اس راہ پر لایا تو میں ہی تھا۔ "وہ کہہ رہا تھا۔ بندہ نے نگلی میں سر ملا دیا۔

میں نے آپ سے محبت کی ہے وہاں اس روبرو میں اپنے دل کی مرضی سے آپ کی ہم سفر ہوئی ہوں۔ اور مجھے اس پر کوئی کچھ نہیں ہے۔ وہ مضبوط کچے میں ہوئی تو وہ مکمل اٹھا۔ ساری چمڑی اور چھینٹی اڑان چھو ہو گئی۔

”تھیلک گاؤں میں تو سو رہا تھا شاید دل ہی دل میں مجھے کوس رہی ہو۔“

”میں کیوں بھلا ہوا کر رہی تھی؟“ ہندو نے اسے ٹپکی سے دیکھا تھا۔

”جی بندہ ایسا سوچنے کا فن رکھتا ہے۔ جب سے بچپن میں سے نظریہ کر کے مجھے دیکھنا ہی نہیں۔“ وہ غلط کر رہا تھا۔ یہ بندہ کواپنی منسی کا احساس ہونے کا۔ واقعی وہ اپنے اندر کے انسان نہ است سے غارتے میں اس قدر لگی ہوئی تھی کہ جیو وہ پچھلے دنوں خون پر دھار کے ساتھ ٹھیک سے بات کر پاتی تھی اور نہ لب اس کی ہیکل جہ دلی کے بعد دھتک سے اس کا استقبال کر سکی تھی۔ اس نے فی الغیر سرخ لپوں پر دھبھی دی مسکراہٹ پھیلانی تھی۔

”جوہل میں رہتا جا تا ہے فکرو زب نہیں دیتے۔“

”شکو۔ نہیں بلکہ میں شکوہ کا دفتر کھول دوں گا۔ پتہ ہے وہاں ایک رات بھی لاسٹنگ سے سوئیں لڑا جاوے۔ ہواؤں میں ہر دوسرے بندے۔ جگہ جہاں تک میں جہاں تک افسانہ لکھائی دینے لگی تھی۔“ وہ بڑی معصومیت سے کہہ رہا تھا۔ ”بندہ چاہتا تھا پالا اٹھی۔“

”کیا میری شکل تمہارے چہرے کی جیسی ہے؟“

”کا اکل بھی نہیں۔ اس کو بچہ سبوتا سے لپے نزدیک کرتے ہوئے وہ چارٹی نے انداز پر برائی اپنایا تھا۔

”تمہارے ہونٹوں کا خم اس سے کہیں زیادہ خوبصورت ہے۔ ہر اس کی اوکھیں تمہاری طرح تھکاہٹ نہیں ہیں۔“

اس کی شہرٹی پر نالوں کرنی تھی تاہم وہ کسے لہوں سے آزار ہو کر بند کمر کی فضا میں پھیل گئی تھی۔



بھندری سے ایک روز پہلے وہ سب گاڑی بھر کر آٹھویں تاپنگ کے لیے مارکیت نکلا کر رہی تھیں۔ نیوزی کوڈرا تپو جنگ میں پراپر سرسمرہ ہونے لپٹا امداد ہے حد کرنا ہیئت
 ہوتی محسوس کی تھی کہ مرزا کا کرنزی جو جروجی میں ۱۹۰۱ تپنگ ۱۹۰۱ بھی نہیں کہہ پائی تھی۔

”اب میں کسی فٹس چاری ہوں۔“

مصر ہونے لگا اپنے پاؤں دیکھتے محسوس کئے تھے۔ ان سب نے تو جیسے آج ہی کے دن اپنے پرس پور مارکیٹ دونوں ہی خالی کرنے کا ارادہ کر لیا تھا اور نئے ہی غیر متوقع طور پر مچے تھے پر ایک بھی بل ڈالنے بغیر بہت خوش اسلوبی کے ساتھ ان کو ہر شاپ پر لے جا رہا تھا۔

”بھئی ان کی دھڑکی بہت خوش قسمت ہوگی۔“ نزارا کی کزن نے بڑا جھج کہا تھا۔

”واہی یارا چنے شانہ ارغود ہیں، اتنے

چہ "سجھ" ہر جگہ کر رہی۔

اُس نے تو اچھا فائدہ اُٹھایا کہ زار اُبی کے ساتھ رہ جاتی۔ اُس نے یہ دلی سے سوچا۔ جیسے وہ شہیدِ یورپیت محسوس کر رہی تھی۔ اسے تو شفیق اور حسین نے فرما دیا تھا کہ اُس کے ساتھ

حسب لیاقت۔ یو کی جیولری مہندی اور پتھر کے پتروں کی بنا پر اسی نے اتنا نام مستحق کر دیا تھا۔

لفظی کا پیشہ - مصلحتاً جانے چاہئے کہ پروہنی میں عربی کی - شیعہ اکثریت کی نسبتاً اعلیٰ پایہ پر مروجہ اہل بائیں زمین پر لکھے گئے خط کو عربی کی - ہر حیثیت - سے چھوڑ کے -
استعمال سے خطروں سے نکلنے کا حکم۔

”آپ کو مجھ سے کیا کام تھا؟“

میں نے آپ سے بات کی مگر وہ لوگوں کے ہتھیار کی ایک قسم میں شامل ہونے کی۔ میری آقا بہت شہرت سے آپ کا وہ کہہ کر رہی ہیں۔ وہ کہہ رہا تھا۔ میرے لئے
مگر یہ سانس نہ لے رہی تھی۔

”میں نے آپ سے کہا تھا کہ میں ان لوگوں کا رخ نہیں ہوں۔ یہی غریبی کی نشانی ہے۔ ہمیں اسی وجہ سے آپ کی آغوش سے الگ نہیں ہونا چاہیے۔ مگر جو کچھ میں اس طرف سے کاٹ رہی ہوں گی، ہنروار میں سے طوں ٹی۔ جو توفان پر بات کر لوں گی۔“ وہ مسکرا کر کہہ رہی تھی۔

تائید دینی رگت سرفی کو بھی جی۔ وہ جی میں سر ہلنے لگا۔

"جی نہیں کرکس صاحب تو اس سے ایک مرتبہ بھی نہیں ملے۔ پر اپنی ڈیڑھ کھٹے حلوے انہوں نے سارا اسدا ملے یا تھا۔"

وہ تائید کی طرف ہلنا چاہے تو آواز آتو یہاں سے محروف جی۔

"وہ کہاں سے ان کا پڑھ معلوم ہو سکتا ہے؟"

اسے ایک دم سے خیال گزارا تو آتو سقم سے گئے۔

"حسن۔"

"وہی رات، ہم حسن سے پوچھ سکتے ہو۔"

وہ ملازم کا کھریہ ادا کرتا تائید کو ساتھ لے گاڑی میں آجیسا۔ وہ بال اس کی طرف بڑھایا تو اسے دیکھنے لگی۔

"تم غلام گھر جائیں گے۔"

"نہیں۔" وہ تائید چھاپتے کے گاڑی اشارت کرتے لگا۔ ہلکا سا گھر اسے بھی اپنے حصار میں لے رہا تھا۔ خلیہ، اندر کا اس قدر راجا تک گھر بچ جانا، دل کٹھیں گھر، ہاتھ۔ اس قدر طبع متوجہ طور پر اسے سامنے دیکھ کر غلام کے میں آگئیں۔ پھر اسے ہاتھ میں بھیج کر اتنی شدت سے دھکیں گتا تائید کو دل کٹھیں کر پانی ہونے لگا۔

"آپ نہیں، اندر بیٹھتے ہیں۔" پھر پڑھ کی سرفی لے حسن نے تائید کو گھر دھکیا اور ڈرنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔

"یہ سب گھر کمروں میں کیا گھرا ہے۔ یہ میری طوابع پر بھال صاحب چھارے۔ اور حسن کے درختے پر راضی ہوئے تھے۔ سارے گھرے کیا گھر جی کہ یہ یوں انکار کر کے ان کا دل دکھائے گا۔ نہیں انکار اسدہ دے گا۔"

وہ تائید کھنوں پر رکھ دئے جلی جاری تھیں تائید وہ اپنی جگہ چوری بن گئی۔

تو بھی تک حسن اس اثر سے بری نہیں ہوا تھا۔

"تھکتے تائیں غالباً اور ہونے ہو گا ان کیوں جی؟" وہ اب وہ لوگ کہاں ہیں؟" وہ پانی سے بولی تو وہ گرفت کھا کر اسے دیکھنے لگیں۔

"میں گھر جی جی۔ وہاں سے پڑھ کر دھنے نے وہ گھر بچ دیا ہے اور کٹھیں اور شفٹ ہو گئے ہیں۔"

"ہائے جیسے اب بھی کسی نے نہیں تائید پر بیٹی ایسا تو کبھی کتا ساتھ سمندر پار سے اپنے باپ کے گھر نے کی جی میں پھٹی ہے۔"

"غلام۔" وہ دوسرے جی جی جی۔ "نہیں کیا کہہ رہی ہیں آپ؟"

"اب میری بیٹی انصاری شادی کے ذریعہ تھکتے بھری بھالی صاحب اپنے خلیہ دل کو کون سا روگ لگا لیا تھا انہوں نے۔ کسی سے کچھ بھی نہیں کہا اور چپکے سے رخصت ہو گئے۔ سرین تھری جی آج ہم اپنے شوہر کے ساتھ کینڈا گئی ہو۔ وہاں بھی مشکل ہے، میں نے تو برا توڑ لگا لگا کہ خوشی اور تھاری ماں کو یہاں لے آؤں کرو نہیں دانی۔ گھر بچ کر گریں تان والے غلبت میں تھکتے ہو گئی ہیں۔ میں نے سوچا تو زور بہت کتا توڑا اور کروں۔ حسن سے خوشی کے لئے بات کی تو فوراً مان گیا۔ وہاں کے بعد نصرتی کر لوں گی۔ پھر سرین کو بھی نہیں لے آؤں گی۔" غلام اس کی گڑبگڑ حالت سے بے نیاز آتو بھالی اسے سارے حالات بتا رہی تھیں۔

"خاندان یہ زمین بہت کیوں نہیں رہی؟" مان گریں نہیں رہا۔ یہ میری سہاسی ایک کم بخت سہاسی رک کیوں نہیں جاتی؟"

اس قدر رشہ صدہ کہ بخت آجانی بھی سر پر کرتے تو اس کی شدت کم نہ ہوتی۔ اس کے آتو کٹھیں اندری ہم گئے تھے۔ اس کی غاموشی سے گھر اگر غلام نے اس کا شانہ بکڑ کر گھوڑا تو وہ بہت کی ماند ایک طرف کو حرکت لگی۔

ان کے ہونے چاہے حسن اور تائید اور۔۔۔ چلے آئے تھے۔ انہوں نے اس کی بے ہوشی کا سبب نہیں پوچھا تھا، وہ تائید کو بھی حسن کی زبانی اس پوچھنے والی قیامت کا علم ہو چکا تھا۔

"اسے انکار گاڑی میں ڈالو، ہاتھ مل لے چلیں۔ اس قدر رشہ صدہ سے کچھ بھی ہو سکتا ہے۔" حسن نے کہا تو تائید نے ان کے کپڑے پر عمل کیا۔

"آپ گھر پر ہی رکھیں، وہاں گھر ہے۔ میں آپ کو کون کروں گا۔" غلام کو ساتھ چلنے پر آواز دیکھ کر حسن نے نہیں روک دیا تھا۔ وہ بچے ہی سے روئے ہوئے گاڑی کو باہر جاتا دیکھتی رو گئیں۔ پھر کوئی خیال گزار تو جی جی سے فون سمیٹنے کی جانب بڑھیں، مگر سرین تانوں کے غلبت کا کچھ بچل کر گئے تھیں۔



وہاں ہی کے ساتھ وہیں لوٹی تو اس کی غاموشی اور پڑھ کر بھی نے محسوس کی جی۔

"شیں اچھے غم سے کوئی بات کرتی ہے۔" وہ تنہائی سے ہوا تو صبر و کے تاثرات فوٹ کرتی شیں گزرا کر اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

"گھر سے کیا؟"

"میں باہر آؤں گا۔" وہ کہتا ہوا آیا تھا تو جی جی کو اس کی تھید میں ہلکا پڑا۔

صبر و کچھ ہونے کے بعد سرین گزری جی جی شقی نے ہونوں پر اپنی رک کر زور کو غاموش رہنے کا اشارہ کیا اور وہ دونوں باہر نکل آئیں۔

"بہی وہ خلیہ میں ہوگی، کچھ نہ پڑھنا ہی بہتر ہے۔" شقی نے کہا۔

"میری تو سچ نہیں کہہ رہی، یہ ایسی بات کہہ کر بچ رہا ہے۔" زور نا گوری سے بولی۔ اسے خوشی کے موقع پر لکھ بھڑائی اسے سخت بری گھر جی جی کوئی بھی صحیح طرح سے انجوائے نہیں کر پاتا تھا۔

"وہی ہے میں اسے صبر و کو نہ لے جائے، دینی کرو کہہ رہا تھا کہ شہباز گزری جی غلام چانک کے، میرے صبر و کو نہ لے کر کشش کر رہا ہے۔ وہ اسی کا پال کھولے والا تھا۔ اور یہ تو ہم بھی جانتی ہیں کہ واقعی شہباز گزری جی کچھ مرے سے صبر و کی راہ میں آئے لگا ہے۔" تائید سوچ کا کہتا ہے، اس نے اس کی ہر بات دلی رشتی ہے۔ گھر اس کی رہنمائی تھی، اچھی نہیں ہے۔ میں نے سوچا کہ تھری بات تو وہ سچی نہیں، ایسی شوق کے ساتھ بات کرے گا تو شاید مان جائے۔"

شقی نے اپنا سلیقہ نظر تائید کو نہانہہ دماغی سے سر ہلا کر دہکی۔ وہ اسے لے گیت رہم میں ہلا آیا تھا۔

"بات کیا ہے، ایسی؟ کیوں اسے ہر امر اور ہے ہر؟" شیں ہلکلا اچھی جی۔

وہ اس کی طرف متوجہ ہوا تو بے حد عجیب تھا۔

"تھیں شہباز گزری جی کے حلق پر بات کا علم تھا اس کے باوجود ہم سے صبر و کو اس سے ملنے سے نہیں روکا، کیوں؟"

"تھک۔ کیا مطلب؟" اس کی رگت ہلکی پڑ گئی تھی۔

"مطلب بالکل واضح ہے شیں میں نے تم سے صبر و کو شہباز گزری جی سے محتاط رہنے کو کہا تھا، وہ اس ساری انداز میں سے لاشعری غایر کر رہی ہے۔ تم نے اسے یہ سب کیوں نہیں بتایا؟" وہ بے حد سرد دکھائی۔

"میں نے اسے سب کچھ بتایا تھا۔ وہ جانتی ہے کہ شہباز گزری جی کے گھر پہلے کی سچ نہیں کیسی ہے۔" وہ بچ کر گئی تھی۔

چند لمحوں تک وہ لے ولی نظروں سے اسے دیکھتا رہا پھر بیٹھنے ہوئے لچے میں بولا۔

"وہ جانتی جی جی، میں یہ جانتا ہوں کہ تم نے بھی وہی کا حق لکھا نہیں؟"

"ایسی قسم کہنا کیا چاہتے ہو؟" شیں نے جلدی سے فو کو سنا لیا تھا۔ کوری سے بولی۔

"وہ اپنی مرضی کی مانگ ہے۔ یہ فیصلہ اپنے دماغ سے کرتی ہے، مجھے اس کا پیشینہ دینے کی کیا ضرورت جی۔"

ان کے جی جی جی میں اس کی دوست ہو نہیں تو اسے ایک شہر ضرور کر تھیں۔

"تم۔ تم ابھی طرح مانجے ہو، ایسی تو کوئی کسی کی بات نہیں سچی، میں نے اسے کی بار۔" اس کے صبر و کے جواب میں وہ گھر پر بھی گھر اس کی بات عمل ہونے سے پہلے ہی وہ اپنی جگہ میں اس کی بات کاٹ گیا۔

"بہت مت ہوشیار، تم نے بھی بھی اسے کچھ نہیں کہا۔ میں نے اس سے پوچھا ہے۔"

"بہت غریب۔" وہ اسے جھپٹتی دیکھوں سے کھتی ہوئی تھی کہ وہ فراموش ہوئی۔ "تو آج تھیں مجھ سے زیادہ اس کی باتوں پر اتنا ہارنے لگا ہے۔"

"جو اعتبار میں نے تم پر کیا تھا، اس کا وزن بھی اچھا نہیں لگا۔" وہ تائید غلام ان کے ساتھ اسے تھکانے پر مجبور کر گیا۔

"تم سے ہر بار یہ تائید لی اور وہ بھی ایک لکھ لکھ کی حمایت میں جو تھیں جو تے کی نوک پر رکھتی ہے۔"

"تھیں اب شیں، جنت شہ اپ۔" وہ عجیبی حد میں تھکتے شہاوت انکار کھٹے سے اسے روک گیا تھا۔ "میں صرف یہ جانتا ہوں کہ تم صبر و کو کس گایڈ کیوں کرتی رہی ہو غامض صبر و میرے حلق؟" وہ اپنے نظروں پر زور دے کر بولا۔ اس کے پڑے پر چھائی سرفی اس کے غصے کی شدت کی کو اچھی۔ گھر وہاں سے غیر بھٹی دھاتی سے بولی۔

"میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔ وہ تم سے غرت کرتی ہے۔ کیوں کرتی ہے اس کا جواب تم اس سے خود لے سکتے ہو۔ اور تمہارے حلق اس کے تمام خیالات اس کے اپنے پیر کر دہیں کہ میں نے اس کے پیچھے میں بھرے ہیں۔ ہم دونوں تو دوست تھے، ایسی بھڑائی پر ناہنسلوک کیوں نہیں خوب صورت۔ شے کے ساتھ؟" وہ تائید میں بہت جذباتی انداز میں بولی کرو قلعی حلق میں ہوتا تھا۔ صبر و لچے میں بولا۔

"میں بھی دوست تھے شیں، اب نہیں رہے۔ اگر تم نے صبر و کو شہباز گزری جی کے حلق بیکر انداز میں ہی ہوئی تو وہ بھی بھی اس کی چال سے نہ چہ نہیں ہوئی۔ میں

اسے اچھی طرح جاننا ہوں۔ وہ انہی لڑکی نہیں ہے کہ جانتے ہوئے بیچنے پر آمادگی سے گڑھے میں جا کر۔ گڑھ۔ دو سالوں میں اس کی کسی بھی لڑکے سے ٹیک سلیک نہیں رہی۔ اب اگر وہ شہباز گروہی سے بڑی برکت دیتی تھی تو اس کی وہ سب سے بڑا مخالف بھڑکا کر اس میں بیچے کی جانے والی ضد تھی اور کہہ نہیں۔ اور یہ سب کس نے کیا ہے۔ یہ تم بھی بہت اچھی طرح سے جانتی ہو۔

”وہ کون ہے؟ آج یہ بات بھی بگڑ گئی کہ ہم دونوں اب دوست نہیں رہے۔ وہ بھی اس لڑکی کی وجہ سے تم تو اپنے دل میں ہنسائے بیٹھے ہو مگر وہ تو جس منہ لگانے کی وجہ سے انہیں اور بر وقت۔“

”نات اب نہیں اب جب کہ ہم دونوں میں دوپٹی کا رشتہ بھی نہیں رہا تو پھر تمہیں میرے معاملات میں دخل اندازی کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔“ وہ بولتی تو درمیان میں اسے ٹوک گیا تھا مگر وہ انہی کے کہنے پر ہلکا سا سر ہلاتی تھی۔

”کیا جو کیا ہے تم جنوں کو؟ ساری آواز باہر جاری ہے۔ اگر بے ہوش ہوؤں؟“ وہ جرات کے ساتھ ساتھ بے چینی کا بھی اظہار تھی۔ مگر لڑکی کچھ کہے بغیر بھٹکتا ہوا قدموں سے باہر نکل گیا۔

”یہ سب کیا ہے نہیں؟ ابھی جو کچھ لڑکی کہہ رہا تھا وہ۔۔۔ زارا کے انداز سے گھبراہٹ و اندر رتنے سے پہلے کافی کچھ سن چکی تھی۔ شبن نے جبر سے اس کی بات کاٹ دی۔

”کون کر رہا تھا وہ بڑے ہی سے دوسرے کو اپنے جال میں چھانسنے کی کوشش میں تھا مگر میں نے بھی اس کا ساتھ نہیں دیا اور اب جبکہ وہ کام ہو گیا ہے تو گھبراہٹ پڑتی ہے۔“

”جھگڑے کچھ بھی نہیں آ رہا۔“ زارا کو کوئی ہی کیفیت میں کھڑی تھی۔

”مگر مجھے سارا کچھ میں آچکا ہے۔“ شبن نے اندر داخل ہوتے ہوئے چیخے ہوئے لہجے میں کہا تو شبن نے بری طرح گڑبڑا کر اس کی طرف دیکھا تھا۔

”کون سا کیم؟“ زارا نے بتائی سے پوچھا تو وہ اپنی مانت کے برعکس تکی سے بولی۔

”وہ جو ایک دوست اپنی دوسری دوست کے خلاف کھلتی رہی ہے۔“

”میں نے ایسا کچھ نہیں سنا ہے شبن! شبن نے اپنی صفائی پیش کرنے کی کامیابی کوشش کی تھی۔

”بھوت مت ہو نہیں اتم نے ایسا ہی کیا ہے۔ بلکہ اس سے بھی بڑا کر کیا ہے۔“ میرے دکانی کے خلاف لڑنے والی بھی تم ہی ہو۔“

”میرے جب سے اس کے خلاف ہے جب سے وہ اکثر بری مقابلے جیتتا پلا آ رہا ہے۔“ شبن نے تیز لہجے میں کہا تھا۔

”وہ صرف اس کے خلاف ہے شبن! اسے ایسی کی خلاف کرنے والی تم ہو۔ اب سے نہیں شروع ہے۔ یہ تم اس کوشش میں صرف ہو۔ لڑی کے متعلق فلاں

”انکار میرے میرے ایک پہچاننا تھا مگر افسوس ہے۔ اس روز جب ہم چاروں کو لڑی کے ساتھ آنا ہوا تو کوئی نہ کہنے باجھل جانا تھا تب بھی تم نے میرے دکانی کو انکار میں لڑی کے خلاف لڑنے کی کوشش کی تھی۔“

”خانا کا لڑی نے اپنا ارادہ میرے دکانی کو نہیں بلکہ شہباز گروہی اور اس کے گروپ کی وجہ سے دیا تھا۔“ وہ تم نے بات اچھی طرح جانتی تھیں مگر تم نے میرے دکانی کا پیر کرنے کی کوشش کی۔“

”اور اس سے پہلے جب ان دونوں نے میرے دکانی کا انکار لڑی نے اس کی مدد کی تو لڑی نے یہ بات صرف تمہیں بتائی تھی۔ لڑی میرے دکانی کے بعد صرف تم ہی ہو جو پورے فی پارٹنر میں یہ بات بکلیا۔ کتنی جھجکاؤں میں یہ بات کہہ میرے دکانی سے بھڑکے ہو جانے۔“

”ہر بل و ہر بات تم نے میرے دکانی کی طبیعت کا پھر پھر غلط فہمی ڈالی۔“ شبن نے بے حد تکی سے اس کا سارا کیا پٹھا کھول کر دکھایا۔ زارا ہم بولتی تھی۔

”لو شبن پیسہ پڑتی رکت لے کر گئی تھی۔“

”اور اس سوال کا جواب تم مجھے نہیں دیتی۔ اب میں اچھی طرح جان گیا ہوں شبن! لڑی کی خاطر تم نے سب صرف میرے دکانی کو اپنے گپانے کے لئے کر رہی تھیں۔“

”کو شہباز گروہی کی یہ متعلق بھی جتنی نے اہم و اہم کیا تھا۔ تم میرے دکانی کو کچھ لڑی اس سے محبت کرتا ہے۔“ وہ اپنے شکوک پر زور دیتے ہوئے بولی تو شبن جیسے پست پڑی۔

”ہاں۔ یہ سب کچھ میں نے کیا ہے۔“ لڑی کے لئے کیا ہے۔“

”شہباز گروہی کی شہادت کا پتہ ہو تو ہوئے بھی تم نے میرے دکانی سے لپٹے نہیں رہا۔“ زارا اس کے کمرے کی طرف متوجہ تھی۔

”اس دنیا میں ہر شخص کو سب سے پہلے اپنے مفادات عزیز ہوتے ہیں۔“ وہ متوجہ رہتے وہ اس کے حقوق کی باری تو بہت بعد میں آتی ہے۔ میرے دل کی دنیا ہر ان رہے۔“

”امان سکتے رہیں، ایسے میں وہی کوشش کیا چاہے میں جو کچھ؟“ وہ جھل جھل پر خود غرضی کے چاہے میں لپٹی دکانی۔“ رہی تھی۔ خوش دل اور خوش مزاجی سے کوسوں دور تھی۔ جیسے یہ کوئی اور ہی نہیں ہو۔

”مشرم آئی جا ہے تمہیں شبن! ایسے نیا اساتذہ کبھی ہو تم سب کے متعلق؟“ زارا اسے دیکھ کر۔“

”میں بھی میرے متعلق اچھے خیالات نہیں رکھتی اگر آج سے میں شبن کے متعلق سوچنا شروع کروں۔“ وہ بہت ذہناتی سے میری تھی۔ شبن اس سے اسے دیکھنے لگی۔

”زندگی میں دشمنوں کی بہت بڑی اور خاص اہمیت ہوتی ہے شبن! اگر تو ان بھی تیار۔“ متعلق تیار ہی طرح سوچنا شروع کر دے۔ تو میں اس کی زندگی سے لگنے میں ذرا بھی جبر نہ کرتی۔ مگر تم تو وہ۔“

”میں نے جو کچھ کیا تو مجھے اس پر کوئی شرمندگی ہے اور نہ ہی یہ چھوڑا اور نہ ہی میں تم کو ان کے سامنے اپنے کسی عمل کی جواب دہ ہوں۔“ وہ جھڑپے میں کہتی تھی۔

”میں تو زارا نے ایک گہری سانس لہرتے ہوئے شبن کی طرف دیکھا۔

”مجھے کافی باتوں سے اس پر شک ہو رہا تھا مگر میرے دکانی پر کچھ اس قدر مان ہے کہ اس نے مجھے بھی کبھی غلط نہیں سوچنے دیا۔“ شبن اس سے لپٹے میں بولی تو زارا نے بھی رنجیدگی سے کہا۔

”مگر جو کچھ میرے ساتھ آج چلا ہے اس کے بعد تو اس کا شاید ہر رشتے پر سے اعتبار ختم ہو جائے۔“

”ابھی شبن کے کلام متیغ کرنے کے باوجود وہ میرے تمام دردوں کو گنتی بھی ہو یہاں۔“ زارا نے لڑی کی اور شبن کی متیغ کلامی کے سارے لفظوں کو جو زارا کے ہاتھ میں تھیں ان کے سامنے اڑا رکھی تھی۔

”میرے کو وہ بڑی سے گڑھے کے ہاتھ بند ہے۔“ لڑی نے لڑی کے دکانی کو لڑی میں لگا کر شبن تھی جس نے آج اپنی جیسے شفاف رشتے کو داغ دار کر دیا تھا جو میرے دکانی کو قصور نہ ہونے سے بھی لڑی کی خاطر اس کی دشمنی ہو رہی تھی۔ یہ کچھ لپٹے کہبت زور نہ دیتی سے حاصل ہونے والا رشتہ نہیں ہے۔ یہ تو باتوں میں یوں پہنچتا ہے کہ

”کبھی کبھار اسے موافق حالات کی بھی ضرورت نہیں پڑتی۔“ جیسے تو شبن کے لئے لڑی کی محبت میرے لڑی کے لئے میرے دکانی۔“

”لڑی کی کیا کیا؟“ زارا نے اسے ہر سانس پر اسے دیکھا تو شبن نے اسے فوراً ٹوک دیا۔

”اس کے متعلق میرے دکانی کو کچھ مت کہنا۔“ بلکہ اب میرے دکانی کو کچھ نہ کہنا کہتے ہیں اس کے لئے میرے دکانی کی سب کی سب ظاہری بات ہے کہ میرے دکانی کے دل و دماغ پر شبن لڑی کے احتجاج میں بھی تبدیلی آئی ہوگی۔ مگر لڑی کی جاننا تو اسے اپنے احساسات سے آگاہ کر سکتا تھا وہ اس کی جذباتیت سے غلطی نہ کرتا تھا۔ اس لئے خاموش تھا۔“

”بات تو متیغ ہے۔“ زارا نے جیسے انداز میں سر کو جھنجھکی دیتی تھی۔ مگر ہلکی سی سانس لہر کھینچنے ہوئے بولی۔ ”ابھاب اور اسی کی بھی خبر نہیں۔“

”خالی یاد رہی ہوگی۔“

”واقعی۔“ لو شبن کا بھی کچھ پتہ نہیں کہ ہا کر اسے اپنی سیدھی سا شرمندگی کر دے۔“ شبن بڑی تھی۔

”وہ دونوں اندر نہیں تو شبن اپنا ایک تیار کے سے سے تاثرات لے جائے تو جیسا کہ میرے دکانی کا بھول بھال کر اس سے انہی ہوئی تھی۔“ شبن دیکھتی ہی پریشانی سے بولی۔

”اسے کیا ہوا ہے زارا؟“ میرے ہمارے ہے۔“

”اسے جانے دو میرے دکانی اب نہایت ہی ضرورت نہیں رہی۔“ وہ بھٹی سے بولی تو شبن کی رنگت سرخ پڑ گئی۔ ایک جھٹکے سے لڑی۔ ہوتے ہوئے اس نے اپنا ایک اظہار کیا۔

”مجھے۔“ اب نہیں بلکہ بھی تم لوگوں کی ضرورت نہیں رہی۔“

”تم نے نہ ہی ہم نے تو تمہیں دل سے اپنی دوست سمجھا تھا۔“ شبن نے لڑی میں کم از کم تیار ہی جی دلا دینی نہیں ہے۔“

”وہ بلا دیتی سے زارا دو دو دکانی الگ الگ ہو رہا ہے۔“ اور مجھ میں یہ دو دکانی نہیں ہے۔ ہاں میں کہتی ہوں کہ میں لڑی سے محبت کرتی ہوں۔ میں نہیں کہہ سکتی کہ میرے دکانی کی اہمیں دکانی اور دل میں کسی کرنے کے گڑھ آسانی رہوں۔“ وہ جوتے سے بولی تو شبن کو خود پر ہلکا نہیں دیا۔

”وہ بلا دیتی تو تم میں کوٹ کوٹ کر ہر اہم ہے شبن! ابھی تو ہم میں سے کوئی بھی تمہیں پہچان نہیں پڑا۔“ شبن نے دل میں زہر دھار کر کہہ دیا تو شبن پر مٹھی سی مسکراہٹ سہانے رہی۔ وہ بھٹی کا ہوا ہر جانے کے بعد کس قدر نا قابل قبول دہی ہو رہی ہے سوچ بھی نہیں سکتیں۔“

”نات اب شبن اب میری خاموشی کا جاننا کچھ محبت اظہار۔“ وہ مجھے میں الہام ہو گا ہوگی تھی۔“

”یہ۔“ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟“ یہ کسی فنڈل لکھ کر ہی ہو تم لوگ؟“

”اسم اپنی جہول رہی جو شیخین اسے شہزادہ گردان کی اصلیت نہ بتا کر تم نے گھمبیر ہیں دکھایا ہے نہ کہ لڑائی نے۔ دو بے چارے ہمیشہ ہی سے اس دور کا بھانپا ہے جو کبھی ہمارے درمیان رہی نہیں۔“ تو رات کے تیز لہجے میں کیا تو وحید پر کچھ کہے بٹا پانا بیگ اٹھائے کمرے سے باہر نکلی گئی۔

اس کی رنگت فطرتاً کا کدھیک سبید پرانگی ٹوڑا ہوا ہے اسے زبردستی بستر پر اٹھا دیا تھا اور شفق کے انکشاف اشارے کرنے کے باوجود وہ پہلے ہی جہت قدامت میں اسی دو مناموشہ سا کہتی تھی مگر آنسوؤں نے اس کا چہرہ دھجکا دیا تھا۔

”ابو کیسے چلے گئے وہ چار“ وہ چار تھے مارا ہلکا اور کئے بغیر، مجھے سلائے بغیر سوئے بھی نہیں تھے۔ پھر وہ اسی گہری نیند کیسے سو گئے کہ میرا کوئی پاؤں بھی اس

آج کتنے ہی دن ہو گئے تھے اس ماں مسلم و قلعہ کو اُٹھنا بڑا ذوق نہ تو جیسے انہی اوقات میں مجھ کو بھر کر دیا تھا۔ جب اسے دنیا و اہم کے مرنے کی خبر ملی۔ اسے دھڑکا روی۔ اس کے لئے اپنے گھر کے دروازے انہیں کے دوسرے ہاتھ رکھے صرف اپنے باپ کو روکی تھی۔

اس کا نقصان بہت برا تھا اور ان کا اس سے بھی عظیم تر اس کے لوگوں نے والے القادوس کو مل کر پسند نہیں کرتے تھے۔

"مگر کون بھی دہوا، اور پھر وہ مجھ سے ٹھاٹھ نہ ہاتے۔ ماری میری سرک اور ضمیر کی سلامت تو میرے حوالے نہ کر جاتے۔"

چند لمحے اس کی صورت اچھے چلنے کے بعد اس نے کوئی سانس بگڑتے ہوئے انگلیوں کی پوروں سے اس کے غدار رنگ کے اندر لاسف سے پہنایا۔

”جو ہم نے بھی تو احساس بھی ہوتا ہے وہاں ہمارا“ اس کی بات پر وہ انیہ بھر کوچہ رو گیا تھا بھر جیتے ہوئے الفاؤ میں ہوا۔

”یہ سب شےیں کہہ رہا۔ بلکہ تمہارے اس احساسِ حُب کو کاملاً سنائی ہی یہ لگتا ہے۔“ دو تین دنار کا تھکا ہوا اچھیں چہرے پر آئیں۔

اچھا بھلا بس کر۔ یہ ملکہ۔ اچھا بھلا زندگی کے ساتھ ساتھ چلے رہے ہیں۔ اب دیکھو چپے ہم دونوں کی گاڑیوں کی ٹوکھا جیسے لگا ہی گیا۔

”اب اللہ جانو۔ جلدی سے کپڑے تبدیل کرو اور اپنی بیماری ہی سبب نقل لے کر سامنے آؤ جس پر تم کی بجائے بے ساختہ چلا آئے۔“ اس کا دھماکا

اس کا تعلق قسم کر اٹھا یا تو دوا دل نہ پانے کے باوجود صرف اس کی خاطر ظلمی سے کپڑے نکالی کر پوشا دم میں چلی گئی۔ دھوکا احساس اپنی جگہ مگر جو

”اب جلدی سے بال بھی ناک“ وہ آؤڑو رہا تھا۔

کے ہر نون پر پہلی ہی مسکراہٹ پھیل گئی۔

”خدا کرتے ہیں آپ کی۔ بھائی کیا سوچیں گی، میں خود چائے نہیں چاہتی کیا؟“

”میں نے اس طرح کی اور چند دوسری چھاپا جوتے کا بندہ لے کر پورے حاکم اور پادشاہ کے پاس
 دیکھ کر کہہ دیا تو وہ بھی اس کی طرف جھکا اور اس کی طرف جھکا تو وہ بھی اس کی طرف جھکا۔“

”جناب گوگون ساموسم رمانی نہیں لگتا؟“

”وہوسم جس میں سمن پاس نہ ہو۔“ وہ اس کے رسوا کو چوٹی لٹ کوٹھلی اور گھوٹے کی گرفت میں لے کر چلنا سا ہلکا دیتے ہوئے سرگرا لٹا۔ پھر اس کی آنکھوں میں ہلکتے ہوئے بولا۔ ”ویسے اس وقت میں اس لٹ سے کافی نکالیں ہو رہا ہوں۔“ تاہم وہ نے ہنستے ہوئے اس کی گرفت سے اٹھ کر بولی تھی۔

”آپ کو قفری ہونے کا بیان چاہئے ہوتا ہے۔“

”نہ۔ یہ گاہیات ہوتی؟ حق رکھتے ہیں ہمیں یہاں کی کیا ضرورت ہے۔“ وہ چہرے بے تعلق ہوا تھا۔ اس کے انتہائی قریب ہوا تو اس کی ہنسی کی جھلک رجرجاش کن آواز پر ماحول آئے گی۔

کھڑکی کے پردے پر گر کر فوڑیہ کے اندر اس مظر نے جیسے آگ سی دیکھ کر آنکھوں سے پیار کے ساغر نانا ٹاؤن وڈ کا تسلسلہ لائے ہوئے اس کے کس قدر قریب تھا۔ وہ جس کو بیکش سی سے دیکھنے خودیوں میں دیکھتی جلی آتی تھی۔ جسے شروع ہی سے اپنے من مندر کا دیکھنا مانے دل کے شکمان پر پٹھائے اس کی پوجا میں سرخ رہی تھی۔ مگر شاید اس کی تپیلہ کوئی کی روٹی تھی یا پھر دیکھنا ہی کا دل بے ایمان تھا جو اسے روٹی کر کے اپنے من کا سر سے کسی اور کے گھر۔ میں اڑا بل دیا۔ وہ چلی آنکھیں لئے مظهر باندھ کر میں کمر۔ میں ادھر سے ادھر چلنے لگی۔

”اڑا بل کا اجتماع قبول کرنا اس کے لئے ایک مجبوری تھی مگر دل پر کس کا زور پڑا ہے۔“ وہ آج بھی نکلا ایک ہی نام کا رنگ الا پاتا تھا۔ وہ اڑا بل۔ وہ اڑا بل۔ اس کی رنگ رنگ میں جیسے شرار۔ وہ اڑا بل تھے۔ اپنے اندر کے تو راتوں میں گھبرا کر وہ ہر حال آتی۔

”یہ وہ اڑا بل کھڑے؟“ محل سے آتا ہوا ہے یہ کھڑا گھر کو میں ڈالنے کے چٹا بھی دستیاب نہیں۔“ بے جی صرکی نماز سے فرحت کے اندر تھکے پر چلی تھی رول دی تھیں۔ مقرر سے پوچھتے تھیں۔

فوزیہ پیٹلی ہی تھی ہوتی تھی، لب ترخ بھی تھی۔

”بھنا کہاں ہے بے جی اونی ہر ڈارنگی طرح اپنی لادنی ہوئی کی حسرتی میں گئے ہوئے ہیں دیوری۔“ کبھی ان میں جا کر دیکھیں کیا محل و بلبل کا کھیل تھا ہوا ہوا ہے۔“

”ہیں۔ کیا اور ہے؟“ بے جی نے استغلاب گھر۔ انداز میں پوچھا تو وہ کھٹ ذرا انداز میں بھونکنے لگی تھی سے بولی تھی۔ ”وہی چوڑی کے روز سے اب تک ہونا چاہتا رہا ہے۔ آپ کا چنا آپ کا نہیں رہا۔ رفتہ رفتہ وہ باور کی اسے سب سے دور کر کے یہاں سے نکالنے کے کمر میں ہیں۔“ خود کبھی گھر والوں میں طبعی گڑبگڑ تھی، اب وہ اڑا بل کو بھی آپ سے دور کر دیا ہے۔

بے جی کی بیٹائی پوچھتوں کا دل سا بھیل گیا۔

فوزیہ کی کئی ہوتی باتیں بھونکنا بھی نہیں تھیں۔ وہ اڑا بل جڑا تھی اسے اس کے گھٹنوں سے بگڑے کے چھوڑنا تھا، اب وہ اس کی شکل کو بھی ترس گئی تھیں۔ ”ایک ایڈر پر آنا بھی بہر وقت اسے یہی کے سوڈی گھڑاتی رہتی تھی۔“

تاہم یہ حادثہ ایسا گراں گراں تھا کہ بے جی نے وہ اڑا بل کے اس اتفاق کا کوئی ٹوٹ نہیں لیا تھا فوزیہ نے جس طرح کی مظر کشی کی تھی اسے سن کر بے جی کا ماحول نکلا۔ ”آپ خود سوچیں جس فوڑی نے اپنے ماں باپ کو چھوڑنے میں نہ گھر نہیں لگایا اس کے نزدیک وہ اڑا بل کے گھر والوں کی کیا وکالت ہو سکتی ہے۔ میں تو کہتی ہوں بے جی ابھی سے کھوکھلیں۔“ وہ اڑا بل کی آنکھوں پر تو اس کی محبت کی ٹی بندھی ہوئی ہے۔ لہذا سے پہلے وہ یہاں سے رسیاں تیار رہا تھا اب تو شہر سے دور وقت اس کے سر پر سوار رہتی ہے۔ ”یہ تو کوئی تو بس بچتے وہی بات تھی“ گا۔ ”فوزیہ نے بڑی کامیابی سے بھائی بھادر پر ملکر کھڑے بڑا ماحول شروع کیا تھا۔

چائے پی کر وہ اڑا بل دیموں پر جانے کے لئے نکل گیا تو وہ بھی آہستہ سے چلتی اندر کی طرف بڑھ گئی۔ وہ اڑا بل کی کچھ نہ کی قریب سے ہی اس کے دامن پر چھائی سناٹ کو بہت حد تک سم کر دیا تھا۔ وہ اب خود کو بہت فرائض محسوس کر رہی تھی۔

”یہ بولہ بولی جان؟“ ہنسا سرگرا۔ اڑا بل اندر داخل ہوتے ہوئے اس کا مقدم ہوا تھا تاہم وہ نے بہت خوش ملائی سے اس کو جواب دیا۔ اس نے جو قہرائی تاہم وہ وہ اڑا بل کی زندگی کی خوشی کے لئے دہی تھی اس کی وجہ سے تاہم وہ بھی اس کی محترم ہو گئی تھی۔

انہی یوں نکلتا جاتے ہوئے اکٹھے اندر آتے دیکھ کر جہاں فوزیہ کھل پر چھریاں پٹی تھیں وہاں بے جی کی بیٹائی بھی زرخیز ہو گئی۔ ”اڑا بل تو اپنے کمر۔ میں چاہ گیا مگر تاہم کے قدم بے جی کی کوئی پھار نے لٹکھ لچکے تھے۔“

”وہیں۔“

وہ ان کے جذبات میں واضح تبدیلی محسوس کرتی ان کی طرف تھی۔ فوزیہ کے ہونٹوں پر دلچسپی سے مسکراہٹ کھیل گئی۔ وہ۔۔۔ مہمانان سے گولہ کرسی میں اٹھ کر بیٹھی تھی۔

”جی بے جی۔“ اس کا بچہ دم تھا۔ کچھ بھی ہو بول روزی سے بے جی نے چاہے اس کی کتنی ہی آؤ گھٹ نکلیں نہ کی تھی۔ پھر بھی اسے اپنے اور ان کے درمیان ایک سرحد کی یاد دہانی محسوس ہوتی تھی۔ وہ چاہا کہ بھی ان کے قریب نہیں ہو پائی تھی۔

بے جی نے اس کو ہر تپا کر ڈی جانوں سے دیکھا تو وہ ہرگز ہونے لگی۔

”اس جوئی کے کچھ طور پر چلے اور کچھ اب آداب ہیں دیکھ اتم تو بیڑا تو گھرانے سے آئی ہو مگر ہمارے اس کی حور میں یوں اپنے دیوار چھو کے سامنے بے ہوش نہیں گھومتی نہیں اور نہ ہی یوں ہوئی آواز میں قہقہے لگاتی پھرتی ہیں۔“

اس قدر اچانک اور غیر متوقع اندر وہ لٹکاؤ دھڑکے جیسے کی طرح اپنی جاہ پر گڑی رہ گئی۔

بے جی کو کھڑا کھڑا ہوش ہو گیا۔ ان کا خیال تھا کہ جو بات وہ مندر سے کے کچھ لٹکاؤ دار کر۔ کتنی ترس کی ناموشی انہیں مزے چاہتی تھی۔

”کانا کتھیں ہم سب کچھ آکر بیٹنا ہند نہیں ہے پھر اس کا مطلب بھی نہیں کہ ہم اپنی دنیا یا سارے بیٹے ہاؤ۔“ وہ اڑا بل اگر تھیں کچھ نہیں کہتا تو اس سے سرو پر مت لگی۔ ”تھانہ وہ ہے اس جوئی کے تھانہ۔ قانون بدل دینے ہائیں گے۔ شرم و سنا محبت کا زور ہوتا ہے اسے سنبھال کر رکھنے میں ہی دانش مندی ہے۔“

”بے جی۔ میں باہر و کار کے ساتھ جی۔“

کھڑکی کی طرح انکڑی زبان بھٹک حرکت میں آتی تو اس نے اپنی صفائی چائی کرنا چاہی۔ اس قدر اچانک محسوس نے تو اس کی سوچنے بھیننے کی صلاحیت ہی کو مفلوج کر کے رکھ دیا تھا۔

”بھوکے جی تھیں بھانے کی کوشش کر رہی ہیں تاہم بولی لی کہ وہ اڑا بل کو اپنے پلے سے لگائے ہوئے مت گھومو۔ اس گھر کے بھی کچھ زائیں ہیں۔ ہم نہیں چاہیں اوار کے ہی سرخ ہوتی ہیں۔ ہم نے تو صدمہ دیکھا یہاں ہی کو کام ملتا ہے۔“ وہ اسے یہ اڑا بل والا ڈر۔ ”تو دھاراک کر سکتی ہیں انداز میں مسکراتی تھی۔ پھر بولی۔

”کی پوچھو مجھے خود بھی یہ بات پسند نہیں آتی۔ مگر تم پر تو ماحول کی آواز ابھی کاڑ ہے۔ مگر مہروں کو یہی اعتراض بھی لگتی ہے بعض اوقات۔“ جس میں تو پھانسا سا تجربہ بھی ہے۔“

”فوزیہ۔“

اس کے تمام خواہشات بیدار ہوئے تھے۔ اسے لگا جیسے اس کے وجود میں کسی نے بیڑا گاڑ دیا ہو۔ وہ پھر آواز میں اسے گھونکی۔

”آواز دھمی رکھتا ہند۔“

بے جی نے سنی سے کہا تو وہ پچھنی سے انہیں دیکھنے کی من کے جذبات میں بے حد سرحد پر مڑتی تھی۔



بے جی کی گہری زحمت نے اپنی بیٹ سے لیں ہوئے تھیں۔ پھر وہ بھٹکنے والی نینکوں نے در حقیقت اسے ڈانگہ لیا تھا۔ وہ پکراتے سرخو دونوں باغیوں سے تمام کر بیٹے رہی۔ جب ڈر کو بھی صورت حال کی بھینکی کا شدت سے احساس ہوا تھا۔

پہلے سے رونا چاہتیں ہو رہی تھیں مگر وہی وہاں معاملہ کی کچھ کم تبصرہ نہ تھا کہ وہاں انہیں میں لائی کی غصہ محبت بھی تھا کہ گڑی تھی۔

”تم لٹکتے ہو نہ صاحبی۔“ ڈر انے اس کے کٹانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تو وہ اس سے لپٹ کر رہا۔ یہ اس کی برداشت کی آہی تھی۔

”تم ایک مرتبہ میرے لٹی کی کھلا دمت کچھ لیتا۔ یہ بات ہمیں اس نے ہو راست نہیں بتائی بلکہ لٹی کی ہوشیاری کی تحریک کے دوران پوچھ گیا ہے۔ وہ بیٹنا ایک ایسا دوست ہوا کہ اسے حریف انسان ہے جسے اہم لوگ ہی بیشمار ہیں ان کی باتوں میں آکر لٹی سے پھر رہی ہیں۔“ مقرر نے سنا۔ ”مگر بے جی۔“

اس وقت دروازہ نہایت جلالت سے سجایا گیا، مساحہ ہی ڈان کی تھیں ان کی تھیں وہی فعل و کمالی دی۔ ان کے کچھ پچھنے سے پہلے ہی وہ بیٹولی سے بولا۔

”ابھی اڑا بل کی کان آتی تھی۔ لٹی کی شہزادہ دیر ہی کے ساتھ پھر پوچھ گئی ہے، ابھی میں وہیں جا رہا ہوں۔“ لٹی پلانے لگا تاہم ان کے پوچھاؤں اور سنبھال لیا۔ ”وہ جتنی بلدی میں آیا تھا اسی طر آواز میں وہیں چلا تو ڈر اس کے پیچھے لگی۔

”مگر تم کہاں کہاں رہے ہو؟“

”اڑا بل۔“ وہ بیٹھ کر کہا تو بولا گیا۔ ان بیٹوں کی رکھت ہو گئی۔

”اڑا بل۔“ وہ مسکرا کر کمال کی کمال میں اب کچھ بھرا تھا۔

اچھے طریقے سے انجمن کے رکن خیر دار جو جس نے کسی کی مادی فکری تعلیم کی تھی۔ "زارا نے دھکا دیا تھا۔ میرا کو ایک جتنا سا لگا۔

واقیہ کسی قدر بڑے پیمانے پر واقعہ تھی وہ اس سے کہ یہ زارہ کی شادی بکھر گئی تھی۔ وہ بے چاری تو انہیں خوشیاں دھانے کے لئے لے کر آتی تھی اور یہاں سب نے اس کے لئے پر ہلو کیا اور کھڑا کر دیا تھا۔

"آئی ایم سووری زارہ! مجھے خیال ہی نہیں رہا۔" وہ غصہ زدہ سی ہوئی تھی۔ اس خیال سے تو وہ جتنا بھی شرمندہ ہوئی وہ اس وقت کم تھا کہ زارہ کی شادی والے دن بھی تمام مسائل تقریباً اسی کے کھڑے ہوئے تھے۔

زارا اپنے رشتہ داروں کو یہ سیکرٹ کے لئے بھی تو شخص نے اس کی ابھی مامی برین واٹھ کر ڈال دی۔

"جو کون بھی ہو اسے غمناک بنا دیا کہ یہ اتنا آسان کام نہیں ہے لیکن اگر انسان کو پیشہ موقع کی مناسبت سے روکنا پڑتا ہے۔ جو ہو چکا اس کا وہ اسی صورت ہو سکتا ہے کہ اب ہم بہت اچھے طریقے سے ان تمام نکلتوں میں شرکت کریں اور آئی کی مینڈ کے انہیں بہترین طور پر پلایہ تکمیل تک پہنچائیں۔ ان کی ہاکہ پر لٹائیاں تو کم ہوں اور اس کے لئے تمہیں ضروری اٹھ چکے تھے۔ کس اس غل سے باہر نکلتا ہو گا جسے تم کو اچھا لگتا ہے۔" پر جانے پھر رہی ہو۔ "نیا شہر ہے۔ پہلا دھوکا نہیں ہے جو کسی دوست نے اپنے دوست کو دیا ہے۔ البتہ زارہ اور جان کی یہ پہلی اور آخری شادی ہے۔ سو پلیز سب کچھ بھول کر سٹیل مل بورڈ ریل وین کے ساتھ اسے انجمن کے رکنوں میں لائیں گے ساتھ کہ اب سب کچھ ٹھیک ہو گیا ہے۔"

پورے سب تو وہ بھی سوچ رہی تھی۔

یہ ٹھیک ہے کہ دل کا درد سے سوچنا ہوتا تھا کہ اس قدر خوشی کے موقع پر پھر۔" پغم زندہ فرد سے اس کا اثرات جتنا قطعی تا اندیشی تھی۔

پورے ہی روز اپنے احساسات سے بچنا چھوڑنا پڑا اور یہی تھی جو زارہ کے انکشاف کے بعد بہت عجب سے انہیں اس کے دل و دماغ میں پیدا ہوئے تھے اور جن کی مابین تمام محال و خود بھی کچھ نہیں پاری تھی اور اسے ان تمام انجمنوں سے جان چھڑانے کا سب سے بہترین طریقہ یہی تھا کہ وہ اپنی تمام تر توجہ شام کو بے دالے مہندی کے نقش کی طرف لگا دیتی۔ مگر سوئی کی حساسیت اور دھماکے کے دھماکے اور اپنی ہی کے خیال سے جا اٹھتے جو حقیقتاً ہی کے لئے شہزادہ کی زندگی کے گروپ سے جا بڑھتا تھا۔ اور ابھی تک میرا اپنے اندر بہت کچھ نہیں کر پاتی تھی کہ چار اس کی عیادت ہی کر لیتی۔ اور ذرا دیر کے بعد اسے باقی سے لایا گیا تو ابھی اس کے گرد و پیش تھے اور حسب توقعی محدود، مشوروں اور ڈانٹ سے نواز رہے تھے۔ ایک میرا وہی سب سے چھپ کر اپنے کمرے میں بیٹھی رہتی رہی۔ اپنی بے وقوفیوں پر ہی ہنسا تھیں۔

کس قدر اس کو روک کر رکھی تھی اس سے۔ تجارت بری تھی تاہم اس قدر مارا اس کو کہ وہ اس کو روک کر اپنے کمرے میں بیٹھی رہتی رہی۔ اس سے ناخوش نہیں رہا تھا۔ ہر موقع پر اس کی مدد کرنے کو بے چارے کے لئے بے حاشا تھا۔ اس کی فکری فانی کے اور جو اسے سمجھانے کی مقدور ہر کوشش کرتا رہا تھا اور وہ بھی سمجھتی رہی کہ فیہی اسے اپنی بھائی چرائی کا توں میں چھاننے کی کوشش کر رہا ہے۔ میرا ہی کی آج میں ملتی دوسرا چھاننے اس کے ذہن میں در آئیں۔

"میری کبھی میری تیار۔" ساتھ ہی نہیں تھی میرا وہی اپھر میں کیوں تیار۔ پیچھے غور ہوتا پھر رہا ہوں۔ کبھی اس پر بھی غور کیا ہے تم نے؟" بے کسی کی حالت ہی کیفیت نے اسے اپنی گرفت میں کچھ اس طرح سے پکڑا کہ اس کی ہڈیوں میں چھپنے لگی تھی۔

شام ہوئے ہی جیسے زندگی خوشیوں پر۔ چاروں میں گھر گئی۔ نقاشی میں شرکت کی چاروں، شوخیوں اور شہزادوں نے زندگی کو ایک بہت خوب صورت سے موڑ دیا تھا۔

"تم دونوں میرے قریب سے باہر نہیں لےنا اور سولو خیر دار جو کسی نے مجھے چھپ جانے کے لئے وہ کوئی اور سہانی کھلانے کی کوشش بھی کی تو۔" زارا مسلسل ہدایات پھر کر رہی تھی۔

"اور وہ جہاد ہی پہنچا نہیں اپنی "مگر تو نے اندر نہ کھینچنے کی بات کر کے کہی ہیں وہ ملے جیسے ہائیں۔" اس کی کزن ٹائلڈ نے کیا وہ اپنی گھرانی تو وہ سب ہنسنے لگیں۔

"کیا ہے زارا میں پیٹنے کی اتنی دوسری ہوں، پہلی دفعہ شادی ہو ہی ہے اس لیے۔" وہ واقعی بے حد گھبرائی ہوئی تھی۔

اس کی کالی میں پہلی مورہ پر چڑھاں چڑھاں چڑھاں میرا کو اس کی بات پر ہنسی آئی۔

"یہ بات تم نے بھی غلط تو تیار ہی ہو انہیں ان کی فکری۔" کچھ کسب کو معلوم ہو رہی ہے۔"

چڑی کے ہار ایک کر گئے سے بے پنے و سرخ سحرانج کے لباس میں لباس میرا کی کبھی کو اس کی مادی بھی لکھ کر لے میں کام رہی تھی۔ اس وقت اس کی فہی زارہ کو بہت اچھی لگی۔

"بہت پیاری لکھ رہی ہو جسے انکس کی فکری لکھ جائے۔" زارہ نے بے ساختہ شراکت لے لیا تو وہ مسکراتے ہوئے ہوئی۔

"مجھے کسی کی فکر نہیں تھی۔"

"اور پھر جیتا ہی کسی اچھی فکری والے بند۔" نے آپ کو اپنی فکری میں رکھا ہو گا۔ اور ذرا اب تک کسی کی فکری میں پکی ہوئی۔" زارہ کی کزن اس قدر بے ساختگی سے بولی کہ ارات اپنی فہمی دیکھنا مشکل ہو گیا۔ اور انہیں ہی میں وہ ایک دلی ہوئی حقیقت تک پہنچنے کی سعی کر رہی تھی۔

میرا دانت و فکرات کا لگا رہا ہے کہ تو فوراً ہی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"مجھے یہ کمرے۔" وہ فکری نہیں چہتے جاتے۔ ان کے دماغ کے اچھے ہوئے ہیں۔" اس کی بات چلنے کی کوشش نے زارہ اور خفیہ دونوں ہی کو حوصلہ دیا تھا۔

"تو سیکھنا۔" یہ ایک معاملات کی ہی احتیاط سے سلجھانے والے ہوتے ہیں، جلد بازی ہی بے زاری انسان دہا بہت ہو سکتی ہے۔" مگر اس وقت دہا ہوتے ہوئے فکری کچھ کا دماغ۔" کھلا رہی تھی۔ میرا وہی سے اسے دیکھنے کی۔ اپنی بے وقوفیوں کا جو ممکنہ وہ دھتکت بھی تھی اس سے زیادہ اب لکھ کر ہو سکتا تھا۔

رات جانے لگی اور تک وہ شکرانے کے نواہی اور کرتی رہی تھی۔ بننے آسوں کے ساتھ دہا ہر حد کے حضور میرا رہی تھی، جس نے اس کی عزت و ادب کی حفاظت کی تھی۔



"میں زارہ پر دیکھ کے آتی ہوں سب رہی ہے باقی۔" آئی تھی ہی دفعہ ہمیں لکھنے کا بہرہ بھی میں۔"

اپنے اندر کی شخصیت سے گھبرا کر وہ کمرے سے بہا دینا کر ہر لکھ تھی۔ سب ٹھیک اپنی اپنی جگہ کی فکری فکری دینے میں مصروف تھے۔ زارہ ان میں مردوں کو خوش نہیں تھا۔ میرا وہی دیکھ کر وہ چلتے آئی۔ "میری ہال" لکھنے میں کافی نام تھا اس لیے تو سب اسے اطمینان سے بیٹھے تھے۔ وہ کبھی ہوا میں ساکس لینے سے پہلے تھی۔ جہانی پا کر دلی کچھ اس قدر بے اختیار ہوا کہ اندر کی شخصیت آسوں کے سنگ باہر لکھنے لگی۔

جو کچھ اس کے ساتھ ہوئے ہمارا تھا وہ اس قدر کمزور ہوئے تھا کہ وہ اب تک خود کو سنبھال نہیں پاری تھی۔ دل کو مسلسل کوئی مٹی میں بکڑے ہوئے تھا، اسے محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ میری، کیا میں باہر لکھتا ہوں۔" اسی شدید احساس کے زیر اثر اس نے منہ فون پر اپنی سے کتنی ہی دیر بات کی تو آسوں کو دھک کر اس کا منہ دیکھنے لگا تھا۔ مگر اکیلے ہی کے ان لوگوں میں اس نے ان چلنے سلیکے آسوں کو برب جانے دیا جو اندر ہی اندر بہتے اس کے دل و دماغ میں شخصیت اور خوف کا سیلاب پیدا کر رہے تھے۔

ناہید خوف نے اسے بے حد کمزور دیا تھا اور نہ میرا وہی ہیضہ سے دل کی فکری تھی۔" دماغ کو اس نے کبھی زیادہ نہیں دیکھا۔ دینے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اور ہر بار دل کی مانتے والے انکس انسان اٹھاتے ہیں۔ دل کی اس قدر ماننے کا۔ طلب ہے اسے سر پر چڑھانا۔ اپنی لے تو دل کو کھدی ہے بے تحاشہ لگی ہے۔ بچے بھی جب سر چڑھ جائیں تو اپنی ضد پر اڑ جانے کی عادت لپٹا لیتے ہیں۔ جتنا بڑے کے کچھ بھگتی نہیں چاہتے۔ کچھ بھی مال دلی کی ہر بات ماننے والوں کا بھی ہوتا ہے۔

اور انہی میں سے ایک میرا وہی تھی۔

انجمن سے جی جہاد جاتی، ایک لکھن پر سوچنا تو پھر اس پر سوچتے رہنا اپنی ہی مانت کی بنا پر آئندہ ان حالات کو پہنچ گئی تھی۔

اس نے اپنے سے رگڑ کر پھر وہ سنگ کا کمرہ فونوں کا کیا اعلان کرتی جو اسے ٹھیک کے کمرہ و حوائی کے شیعہ احساس کے زیر اثر چلنے چلے جاتے تھے

وہ اس وقت حساسیت کے انتہائی درجے پر تھی۔

خدا بہت ہر جان ہے، جہاد و جہاد بھی ہے۔ مگر اس کے جوہر پر اس کی رحمانیت مادی ہے۔

بے شک عزت ہو ارات اسی کے چھوٹے ہیں۔ غلہ اکبر۔

"اور لایہ میری پہلے لکھنا اور میری فکری باتوں کو اس کا مسئلہ بنا کر پیچھے جہاد جاتا تو؟"

اس کے وجود پر کمزور لاری ہوئے لگا۔

"میں تم جیسے لوگوں کے شخصوں سے اچھی طرح واقف ہوں۔ مگر میں ہی لوگوں میں سے کتنی نہیں ہوں جن سے ابھی تک تمہارا کوئی واسطہ نہ چلا رہا ہے۔ جہاد ہی فکری کے اشاروں پر چلنے والی جہاد ہی ہر بات کو غرض و فکری، ان کے جہاد۔ قدموں پر قدم کھینچتی ہوئی۔"

اس نے ٹھیک کر کھنکھانے پر سر رکھا۔

"تو کیا لکھنا تھا وہ کیا لکھا ہے اس مردوں کے معاشرے میں جہاد کے لئے کوئی حقہ کیا حرات واضح ہم کی ایک لکھ نہیں ہے۔ اور وہ بے خوف و مردوں کو حقوق دلانے کی بے وقوفیوں میں جہاد بھولی رہی کہ میں بھی تو ایک مدت ہی ہوں۔ خود میں چاہتی ہی منسوب اور فکریوں کیوں نہ ہوں مگر معاشرے کے لوگوں کی فکری شوق سے لگی ہوئی جہاد از خود مادی ہوں۔ کمزور ہیں حقوق۔" جیسے ٹھیک رہتا ہوں کے بائیں بائیں کا کھیل ہے۔ چاہے وہ کبھی ہی جنگ کیوں نہ ہو۔"

وہ مکمل طور پر ٹھیک خود کو جی گزشتوں، اس کی شخصیت کی تمام مضبوطی سیدھا دیکھ گیا تھا۔

اسے اچھی طرح جرح ہو گیا تھا کہ عورت چاہے خود کو گھر سے بیٹا بھی منسوب کر کے اپنی بہترین مساعمتوں کو پامال کر کے کیوں نہ لگے، مقام اسے وہی ملتا ہے جو اسے معاشرہ دیتا ہے۔ مردوں کی عبادت و اداری نے اس معاشرے میں جو مردانہ "خواتین" کے حقوق بحال نہیں کر سکے، وہ بھلا ایک "عورت" کو کیسے مردانہ کر سکتے ہیں جو خواتین کے حقوق کی بحالی کے سفر کے لگاتی بھرتی ہے۔

"نہری کچھ نہیں ٹیٹا سمجھتی ایک تمہارا بہرہ دہرے سے انک کیوں ہوتا ہے؟"

اس نے ایک جھٹکے سے سر اٹھلا دیا۔ سامنے کسی کے ہاتھ کے ساتھ ٹپک لگے۔ بے حد بڑے سکون اور اطمینان کھڑا تھا۔

پھر سوکھتی سے پتھلیوں سے رگڑ کر اس نے اپنی فکرت کے تمام اثاثات غائب کرنا چاہے مگر اس لمحے وہ اس قدر رشہ آرزوئی ہو رہی تھی کہ سمندر میں غرق تھی کہ خود کو سمجھانا ایک وقت طلب مرحلہ ثابت ہونے لگا۔

"سب لوگ گڑبڑ میں بیٹھ چکے ہیں۔ تارا اور شقی تمہارا۔" لے پریٹن ہو رہی ہیں، اب اٹھ جاؤ۔" وہ اپنے مخصوص انداز میں کہہ رہا تھا۔ لاپرواہی اور دلداری کا مخصوص انداز۔

وہ پھٹکے پھٹکے ایک دم سے روئی۔

وہ چھوٹا سا تنک جھپٹے کی سے اسے دیکھتا رہا، بہت اعتدال سے لہجے میں بولا۔

"نہر انکس خیال کہ اب تمہارا۔" روئے کی کوئی وجہ تھی۔ جو بے وقوفی تم کرنے والی تھیں، وہ تم نے نہیں کی۔ اب تم محفوظ ہو۔ ڈاؤن لینڈ اپ سب لوگ ویسے کر رہے ہیں جیسے "وہ کہنے کے ساتھ ہی بڑبڑوں کی طرف براہ کیا۔ وہ جھٹکے اس کے پیچھے بڑھی۔

"ایلی۔" جھٹکے آہستہ آہستہ پہنچے۔ سامنے ہی ایلیوں کے بل اس کی طرف بھٹکا تھا۔ آنسوؤں سے ڈھلا چہرہ اور جھٹکی سرخ آنکھیں لگے وہ سر اٹھست دکھائی۔۔۔ ہی جھی۔ ہاتھوں کی انکس کو مردہ لڑکی وہ پتھرا اس وقت اپنی زندگی کے مشکل ترین مرحلے سے گزر رہی تھی۔

اپنی فکرت تسلیم کرنا اپنی ہار ماننا۔

اس سے تڑا لڑکی کسی کسی انسان کی زندگی میں اور ہو سکتا ہے، وہ بھی اس انسان کے لیے جس نے ہمیشہ خود کو بہت منسوب اور نہر اٹھتا دکھا ہوا۔

یہ بھی اس وقت اپنی لگات کے گھٹنے میں کسی ایک ایسے شخص کے سامنے کھڑی تھی جس کے سامنے کوئی بھی کمزوری، کمزوری، کمزوری وہ اپنی تو بین سمجھتی تھی۔ ایک وہ وقت تھا جب اس شخص کے سامنے وہ اسے اذیت لگتا تھا اور آج وہ اس کے سامنے پراںسوئی کھڑی تھی۔

"تمہارا۔ باز کاظم اب کیسا ہے؟"

اس کی حالت نے ایلی کو کافی متاثر کیا تھا۔

"اگر تم اس بات کے لیے پوری تھیں تو یقین کرو میں بالکل ٹھیک ہوں۔ بالکل فٹ۔ بلکہ آج فٹنس میں ایک شاہد ارسا بھگتا بھی پیش کرنے کا ارادہ ہے۔" وہ رسواں بھرے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"قلی اہم سوری ایلی امیری و ہر سے سب۔"

"اب سب ٹھیک ہو چکا ہے میرا بھائی علیوں کو میرا کر بار بار خود کو اذیت دینے سے بہتر دانش مندی یہ ہے کہ اپنے آنے والے وقت کو بہترین طور پر گزارنے کی چالاک کی جائے۔ میں جانتا ہوں کہ اس تجربے سے تمہیں بہت کچھ سیکھا ہوگا۔" جنہیں اپنی کوتاہیوں کا احساس بھی ہو گیا ہے مگر میں کسی نہیں چاہوں گا کہ تم خود کو کسی کے سامنے لڑی کر دینا۔ چاہے وہ میں ہی کیوں نہ ہوں۔ پہلی سوری، ہو کے لاشی۔ لیکن اس اشتہار امت، ہاؤ، جس اس تجربے کی روشنی میں اپنی آئندہ زندگی اور تعلقات کو تلاش کرو، تب کوئی جان جائے گا کہ تم بدل چکی ہو۔ تب تمہیں کسی سے سیکھنا ذکر کرنے کی بھی ضرورت نہیں پڑے گی کیونکہ میرے ذرا ایک مددگار کا سب سے بہتر طریقہ یہی ہے کہ اپنی غلطی کا اعتراف اپنے روئے سے کر دیا جائے، اب اسے کسی لمحے آگے ہاتھ جوڑنے کے۔" وہ بے حد شہیدانہ سے کہہ رہا تھا۔

سمندر کو لگا جیسے اس کے تمام زخموں پر کسی کی مسیحائی نے ہاؤ اثر کر دیا ہو۔ اس کی عزت نفس کا محض بھر سے بحال ہونے لگا تھا۔ اس کے کونے ہوئے اعتماد نے پھر سے اسے سہارا دینے کو ہاتھ بڑھا دیا تھا۔

"اور ہاں، اپنے آنے سے پہلے منہ رو رو لیتا۔" کہیں سب سمجھیں کہ میں تمہاری پالی کر کے لایا ہوں۔" وہ کہہ جاتا ہے بولے بھئی سی مشکو بہت کے ساتھ بولا تھا۔

وہ وہاں کی تہاں کھڑی ٹائیٹس سے اسے نکھتی رہ گئی۔ مندرست کے مشکو ہوں غلاف دل کی پٹاری میں بندہ سر پھٹتے رہ گئے تھے وہ اس ذراغ دلی سے مندرست کا باب بند کر گیا تھا کہ وہ بولے کا سوتیلی بیوی لگتی تھی۔



لاکھ بار چاہے وہ تارائی نے اس سے مندرست کی اور اپنا اور ملاحت سے سمجھا کر ہر تار بندہ کے دل میں اس کی طرف سے گروہ لگتی تھی۔

"بہت ہی بڑی تیرنا لیا اچھا لڑکے عزت اچھا لڑکیم۔" اور سب سے بڑھ کر یہ کہ نہری کی ماں میں تمام پڑاؤں کی عزت گما بھر حال میں وہ اب ہے۔ اگر وہ کوئی ست کہہ بھی دیتی تھی تو اس کچھ کر نظر انداز کر دیتی تھیں۔ یہ سب آپس چپکے کر خوب سننے کی مانت تھیں، یہ سب ان کی نظروں میں اپنا مقام بناتا ہے ابھی۔"

شوریدہ کی کہ اس سے حق میں کو ملو گی تھی۔

"کیوں؟ میں تا بندہ ہوا، علی، آپ کی سب کو، اس سوتیلی کی سب سے چھوٹی بہو، کیا ابھی بھی میرا کوئی مقام نہیں ہے ان کی نظروں میں؟"

"وہ تو سچ ہے مگر ان کی سوتیلی کے خلاف ان کی بیویں کرتا ہی ہو، غلامی بات ہے انکے دل میں اس بات کا خضہ ہوگا۔"

وہ صاف انداز میں کہہ رہا تھا۔ "چکر ڈالو کہ یہ ایت کا بھی اثر تھا اس نے تا بندہ کو لینڈ فری ماحول میں رکھنے کو کہا تھا۔

"ان کی نہری ان کے بیٹے کی مرضی اور بندہ تو ہوں تا۔" کیا وہ اس بات سے ابھی مجھے کوئی اہمیت دیتے گا یا نہیں ہیں؟ کیا ضرورتی ہے کہ میں اپنی خود اداری کو عزت نفس کی قربانی دوں؟ ہاؤ، چکر ڈالو، تمہارا اور ہم تر ایشیاں بڑا دست کروں؟"

"تا بندہ ہلیزا اس کا دل لپاٹ ہوئے لگا تھا۔ بے زار لگن انداز میں اسے ٹوک گیا۔

"یہ سب تو پہلے سے تھا۔" اس بہو کی پتھلیوں سے تارے گھر انوں میں ایک روایتی بات ہے۔ اور خاص طور پر جس طرح سے ہماری ٹائیٹ ہوئی ہے، اس کے مطابق تو جسے خود کو ان حالات کے لیے تیار رکھنا چاہئے تھا۔"

"آپ ہی سب کو تاوتے کہ یہ لڑکی نہری خاطر سب کچھ کر رہی ہے۔ عزت اچھا لڑکے ہر کام سے تارے کا کارا،" وہ جھٹی سے کہتا ہوا تو آرام سے بولا۔

"تا کھڑمت کرنا۔" میں عام بات کر رہا ہوں کہ آپ نے مگر وہ ان کی مرضی کے خلاف ٹائیٹ کرنے والی لڑکیوں کو سہل میں بیٹا مقام بنانے کے لیے نیلہ وہ مت کرنا پڑتی ہے جن کی شہینہ لینے کے لیے پیچھے کوئی بھی نہ ہو، آپ نہ بھائی۔"

تا بندہ بے حد بے یقینی سے اسے دیکھتی تھی۔

کس قدر دل دکھانے والی بات کی تھی اس نے۔ سامان اذیت تھیں۔ یہ اس کے دل میں لگنے والی دوسری گروہ تھی۔

"خوش رہا کرنا، ہاؤ، ہاؤ، ہاؤ۔" یہ سب اس کے ہاؤ دکھانے والے سچے بہتر اثر پڑتا ہے۔"



صدیقہ بھائی سبج متوں میں اس کی دوست ڈاٹ ہوئی تھیں۔ اسے دوسرے، اپنے انہوں نے کبھی بھی اس کا ساتھ نہیں چھوڑا تھا۔ بے یقینی کی سرورہری ہڈیوں میں لڑنے لگتی تو وہ صدیقہ بھائی کی پناہ میں چلی آتی تھی، جو لڑنے کا تیار ہوا اور اچھا لگنے لگتا تو ان کی غلطی میں تھیں اسے بہت راحت اور اپنے پناہ کا احساس دلاتھیں۔

"ایسے وقتوں پر لڑکی کی ماں یا بہن ہی سبج متوں میں تنہا کھڑی ہوتی ہے بھائی اور ابھی ساہب قسمت تو کوئی بھی نہیں ہوگا جس نے اپنی بے وقوفی بھری جذباتیت کے ہاتھوں خود ان آفات و رشتوں کو کھول دیا۔"

اندر کی خفگی کسی کما کر رہ جاتی تو وہ رو پڑتی تھی۔

"میں ہوں تا بندہ، تمہاری بھائی تمہاری ماں، بہن اور سب کچھ۔" وہ اس کے لیے سر اٹھا ہن ہن ہاتھیں۔

ان دنوں وہ تاریکی سے بے حد اہم و اہم رہی تھی۔

اور اس بات کو خود بخود بخلی نے بھی شدت سے محسوس کیا تھا۔

"کیا بات ہے تانی اچھی بھڑکیوں رہے لگتی ہو؟ کبھی بھی سی، کبھی کبھی؟" روت سونے سے پہلے اسے اپنی ہاتھوں کی دھبی آج ویسے حصار میں لے دیا، وہ شرم لہجے میں پوچھ رہا تھا۔

"کچھ بھی نہیں، کوئی بات نہیں ہے۔" وہ جھٹل سے لہجے میں بولی تو وہاں بلی بے قرار ہوئے لگا۔

"کیوں نہیں ہے؟ کبھی تو ہماری شادی کو چند ماہ ہو چکے ہیں اور ہمارے دھیان ہوئے کوئی بات نہیں رہ گئی۔"

"میں آپ سے محبت کرتی تھی اس لیے ایک دن کیا کھڑا کر اس گھر میں چلی آئی۔ آپ کو کچھ سے محبت تھی، کبھی اپنے گھر والوں سے بگڑا کر مجھے لپٹا لیا۔ اب اور کیا بات ہونے سے روکتی ہے؟"

اس کے گھٹن لڑو لہجے سے نہ کہ بلی کو بچا پہنچا تھا۔

"یہ تو رومات ہے تانی! ہماری زندگی کی خرابی۔" کبھی تو بہت سے سہرے۔ پس بھائی ہمارے راتیں، بہت سی ان کی باتیں، اکالیت، دل سب کچھ باقی ہے۔"

"مجھے صرف ملنا کر چنے کا اندازہ پانچے ہو گا۔" اس کی آواز میں بے چارگی اور آواز کا قتل نے اسے فٹم کے ڈبیر کی مانند سمبھلایا۔

"سب کچھ میری ہاں سب کچھ تہا۔" لے ہے۔"

اس کی محبت کی حیرت دہری نے تانہ کو کھڑکوں کر دیا تھا۔

وفا کی لکڑی تو جہر محبت سے ان کی طاقت دے گئی تھی۔ اس کا سر جھلیا ہو اروپ پھر سے بھول کی مانند کھل اٹھا تھا۔

محبت تو یوں بھی نہ وہ انوں میں زندگی بھر کھنکھاتا تھا۔ وہ فنی طور پر تانہ بھی سنہیل گئی تھی۔ یہ بھی ایک حقیقت تھی کہ وہ اپنی ہی باتیں اس کے دل کو چپکا گئی تھیں۔
"آپ بکھر والوں کی مرضی کے خلاف شادی کرنے والی لڑکیوں کو سرال میں پہلا مقام دانے کے لئے لڑکھو محبت کرنا پڑتی ہے۔ جن کی خیر خیر لینے کے لئے پیچھے کوئی نہ ہو۔
نہا پ۔ بھائی۔"

ہر وقت سب ایک عجیب سا چمکتا ہوا اسے اپنی گرفت میں لے رہے لگا تھا۔ وہ ریل یہاں نہیں ہوتا تو وہ سارا سارا دن مکین میں پھر صدیق بھائی کے پاس گزار دیتی۔

اور پھر ان دنوں جب وہ اپنی اپنی اور جسمانی دونوں حالتوں سے سخت بے پروا ہو چکی تھی، انسانی غیر متعلقہ طور پر اس ملک اس سے لئے چلا تھا۔

پیلے تو وہ اسے ایک کرشمہ شہری رو گئی۔

وہ تو اپنے نیک کا سا مسلمان بھول چکی تھی۔ مگر نکلنے واپس میں ہر دن ہواؤں نے یہ کون سا رکھوا تھا کہ نکلتے ہی وہ ہنکھنکھنکے ہو جاتی تھی۔ اس وقت بے قی واران میں
میل کی کامیابیوں سے کدھ صاف کر رہی تھیں۔ پاس ہی فوڑیہ پھر صدیق بھائی میٹریز میں شائع ہونے والے سوٹ کے ایک ڈیزائن پر بحث و مباحثہ میں مصروف
تھیں۔ تانہ کو اپنی ہی سب سے اعلیٰ قدر پھیلے کر ہی پر غم و راز کیفیت میں چلی تھی۔ اس کو دور واز۔ میں دیکھ کر گھٹو بھر کو مسکت ہوئی اور پھر بے اختیار ہاتھ کر
جاتی ہوئی اس کے شانے سے جا گئی۔

آنسوؤں نے حلق میں پھنسا مارا لایا تھا۔ حسن کو سب کی جو ہو گئی میں اس کی یہ بے اختیاری بہت محسوس ہوتی تو ہاتھوں میں قہار سے شاکہ دیکھ کر بچے کر کے اسے شادوں
سے تمام کرنا پڑتا ہے کرتے ہوئے مسکرا کر بولا۔

"کیسی ہو؟" بھئی مٹھوں میاں پڑی تو جیسے ہجر کا راستہ ہی بھول گئے ہو۔ میں نے سوچا کہ میں ہی پھر لکھوں، وہ تھیں تو کسی کن جھڑوں نے تمہیں باندھ رکھا ہے۔"
صدیق بھائی سر پر سلنے کے وہ پانچ سو مہمان کی خاطر داری کو اتھی تھیں جب کہ فوڑیہ ہو غصہ نہ ہو سکتا تھا۔ ان میں سیکڑا حسن کو جھک کر بچے جی سے سر پر چار لینے دیکھ
رہی تھی۔

وہ اسے ساتھ لے ڈرائنگ روم میں چلی گئی۔

"ایسی ہیں جسی حسن؟" خوشی کا کیا حال ہے؟ تم کی کو کون کو ساتھ کیوں نہیں لائے؟" وہ بھراے ہوئے کچے میں چھوڑتی تھی اور کھانے یوں مٹھوں بعد سامنے پا کر خود
حسن جب ہی سو کو راز کیفیت کی زندگی میں تھا۔ سامنے کھڑی اپنی محمد سے بڑا ہو چکی تھی۔

"وہ دونوں بالکل ٹھیک ہیں، بلکہ خوشی نے تو تہا۔" لے لکھیں بھی بھگوانے ہیں۔"

وہ اس کے شہوں کو بھاتا تھا اس لئے برائی کا میانی سے ان پر پھانے رکھنے کی سعی میں مصروف تھا۔

"بھائی لے؟"

اس کی آنکھوں میں امید و پاس کے ہزاروں دیے جھلکا اٹھے تھے۔ حسن نظریں چڑا گیا۔

"نہم یہ تانہ کو؟" اعلیٰ لکھا ہے؟ مجھے تو اس کا آئیں معلوم نہیں مگر اسے تو تانہ راز لیں پتہ ہے، پھر بھی کسی اس نے پھر نہیں لگایا۔"

"وہ بالکل ٹھیک ہیں، اس مصروفیت کی وجہ سے کبھی نہیں جانتے اور دیکھ اندازہ پڑا ہوا ہے۔" وہ بچے سے آنکھیں شگ کرتے ہوئے پیچھے سے انداز میں
مسکراتی تو حسن نے بھورا سے دیکھا۔

"تم خوش تو ہونا تانہ؟"

جانے اس کے ذہن میں کیا انداز کا بھلا تھا۔

"میں کیسے خوش رہوں حسن؟" اسی کی مارا اس کی میری اس خوشی کو کھل نہیں ہو لے رہی۔ اور مجھ سے کھانا، مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔ انہوں نے تو مجھے معافی مانگتے کا موقع بھی
فہمیں دیا، ساری زندگی کئی کئی بار ملاست میرے لئے چھوڑ گئے۔"

یاد آنکھوں کے کھینے پانوں میں گھرنے لگے۔ حسن نے اس کی بے بسی دیکھ کر کوشش سے محسوس کرتے ہوئے اپنے کچے کو مضبوط بنا کر اسے قتل دینے کی کوشش کی
تھی۔

"مٹھلی ہر انسان سے ہوتی ہے تانہ، اور ان تعلیموں سے تجر حاصل کر کے زندگی کو بھر تو بھلا جاسکتا ہے۔" مرساری غریب تعلیم پر سر پکڑ کر رہا دانش مند کی نہیں
ہے۔"

"مگر بعض قسمیات ایسے بھی ہوتے ہیں حسن جن پر تمام مگر بھی سر پر ہاتھ رکھ کر دیا جائے تو بھی ان کی ذاتی ممکن نہیں ہوتی۔"

آنسو اس کی جگہوں سے ٹپکتے کہ ہاتھوں پر گرا رہے تھے۔

صدیق بھائی چائے پورہ بھگوانا لے کر آئیں تو ماحول بہت سو کر اور ہوا تھا۔

"ابھی تو بہت تللوات ہے تانہ، اسے انوں کے بعد لئے پتہ خوشی حد سے ہوا ہوتی ہے اور ہم رو کر دلی بھاری ہو۔"

وہ تانہ کی آنکھوں میں آنسو دیکھنے لگی تھیں۔ حسن بہت ہیچہ ہما بیٹھا تھا۔

"میں تو اس لڑکی کو سمجھا کہ کھانہ کھانے کی ہوں۔ مگر وہی باتوں کو اتنی شدت سے سمجھیں تو زندگی بھرا ہو جاتی ہے مگر یہ اس بات کو گھٹے کو تار نہیں۔" انہوں نے شکایتی
انداز میں کہا تو حسن ان کے لب و لہجے سے جھگڑی محبت کو محسوس کرتے ہوئے متحزن کی لہجے میں بولا۔

"آپ اس کو سمجھاتی رہے گا۔ چیتا یہ آپ کی بات سمجھ جائے گی۔"

تھوڑی دیر کی بات چیت کے بعد صدیق بھائی اٹھ گئیں۔

"میں آرا کھانے کا انتظام دیکھوں۔"

"ارے۔ آپ یہ انتظام میری خاطر دیکھنے کی ہیں تو پلیز محبت مت کریں۔ میں اتنی دیر نہیں رکوں گا۔" حسن نے مذرت خواہ انداز میں کہا تو وہ اپنا پتہ پھر سے بریس۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ آپ اسے انوں کے بعد آئے ہیں اور اپنی آپ کی خاطر مذرت کے بغیر ہانے دیں اسے اس کو ملی گئی تو ابھی نہیں۔" وہ یوں بھی تانہ کے پیچھے
سے کوئی کھلدار یہاں آتا ہے۔"

"اس کی تو مروت ہے بھائی، کھانا کھانے کی۔" تانہ نے لاسیت سے مسکرا کر کہا تو وہ بے اختیار بولا۔

"اور تہا میری بھرتے کی۔"

خاموشی کا ہوا بہت بے ساز تھا۔ صدیق بھائی نے ہی مسکراتے ہوئے اس پر ماز سکوت کی چادر کھڑا۔

"تو اس پر ہلکے ہے، آپ لوگ اہمیان سے باتیں کریں اور آپ بھی محبت کریں۔ میں لڑیا اور پھر بالکل نہیں لگاؤں گی۔" انہوں نے جاتے جاتے حسن کو قہقہہ دی
تھی۔

"بہت اچھی شہیت ہے ان کی۔" ان کے جانے کے بعد حسن نے تو سبھی حد میں کہا تو تانہ نے بھی اس کی تائید کی۔

"واقعی سادہ اور بے پروا شہیت رکھتی ہیں بھائی۔ میری سب سے لڑیا وہ وقت لگتا ہے۔" وہی نے پھر بار۔ میں کیا کہا ہے حسن آگیا وہ اب بھی مجھے اس کو کون
سے لئے کی اجازت نہیں دے رہی؟"

جنا کابل میں گزرا، اس کی کھینچ وراثت سے لڑا تھی۔ بہت تر امید لہجے میں اس نے پوچھا تو وہ اس سے تحریریں پڑا گیا۔

"لکھی کوئی بات نہیں ہے۔ میں اور خوشی کو شکر ہے کہ میں نہیں سمجھانے کی۔ اس وقت وہ صد سے کی گرفت میں ہیں وہ نہ مانیں کہ دل تو بہت نرم ہوتے ہیں بچوں کی
کتابیاں بہت جلد بھول جاتی ہیں۔" اس کا کھنچو بھتا بھی اس بندھانے والا کیوں نہیں تھا مگر اس کا یوں کا ہیں کہ اگر تانہ تانہ کے دلی کو لگی میں لے گیا۔

"تم کب شادی کر رہے ہو؟"

بہت دیر کے بعد خود کو سنبھال کر اس نے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلانی تھی۔

"میں کرلوں گا۔" قدر سے وقت کے بعد وہ بولا تو اس کے چہرے پر پھیلنے والی تاریکی تانہ سے لگی نہیں رہی تھی۔

محبت کا احساس اسے بھر پور تھا۔ وہ لڑا تو وہ بے بسی سے چہرے میں بولی۔

"محبت کرو حسن لڑکی سے شادی کرلو۔ ہو سکتا ہے کبھی اسی کا دل میری طرف پھٹ آئے۔"

"بھئی۔" وہ اس کی طرف نہیں دیکھ کر بھلا ہوا، سب سے لہجے میں بولا تو اس نے پوچھا۔

"نارک کیسی ہیں؟"

"بالکل ٹھیک۔" وہ چمکا تھا مگر مسکراتے ہوئے بولا، "تم ٹھیک تو کرو۔ خوشی کے علاوہ ہی نے بھی تہا۔" لے لکھیں جی بھائی ہیں۔"

اس کی بات رکھنے کی خاطر وہ لڑکچاہٹ بیکار ہو گئی۔ رشتی نے اس کے اورہ کا ریل کے لئے تین تین سو تیس چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بنائے تھے اور ان کے ٹکڑے جانے لگے تھے۔
 دونوں کے کہنے پر لڑکچاہٹ نے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بنائے تھے۔ وہ ٹکڑے سائیکس کیس کھول کر بے ساختہ اس کی طرف دیکھنے لگے۔ یہ دیکھتے ہی جس پر کسی کے بھی اُم کی پرکھا نہیں گئی تھی۔ کولہ کا
 خوب صورت ساہوکار۔ سلیف۔ لیکن کے ساتھ لگے تھے تھے سے دل بہت ٹھس لگ رہے تھے۔

”یہ میری طرف سے تیار ہے۔“ لے۔ ”وہ بچا سا کرا کر بولا۔ اس کی آنکھوں کی بھٹی کیلئے تانہ باندھ کر بہت شدت سے محسوس ہوئی تھی۔
 ”تاکہ بگاڑتے۔“ وہ تھک رہا تھا۔ وہ اس کے پاس پہنچ کر غور سے دیکھتا تھا۔ پھر سر ہلکا کر دیا۔
 ”پلو اب یہ سب کچھ سمجھ لو۔“

”میری کتابوں کو تم کو بھی فراخ دلی سے سمجھ دیتے ہو اس ملک۔“
 اس کا دل بے بسی سے چڑھ چکا تھا۔

سب چیزیں سمجھ کر وہ اپنے کمرے میں چلی آئی اور جلدی جلدی اپنے سوٹ کس کھول کر اپنی، غافل جان سے رشتی کے لئے سوٹ نکال کر شاہک ایک میں ڈالے اور
 ڈرائنگ روم میں آئی۔ یوں کو اس کی گود میں ہر امدان بے تکلفی سے منت کشید کرتے پا کر وہ کمرے میں آئی۔

”ابھی بہت چڑھ چکے۔“ اس نے سر اٹھوڑا لے کر اس میں کہا پھر مکتو کا ہونے والے انداز میں اس کی کئی باتیں دہرائے لگا۔
 ”کام بدیم کو تو بے نظر اڑانی سالی ہے، اگلے سال اس کو ایک بھی شہر ع ہو جائے گی۔ اس کو کاروبار بہت پسند ہے، اپنی اپنی زیادہ اچھی لگتی ہیں اور کی فہمت۔ اور تالی چلی
 اسے بہت پیار کرتی ہیں۔“

”یہ اپنی عمر سے زیادہ جھجھک اور چڑھ چکے ہیں۔“ اس نے ”تانبہ“ نے اسے خوشگوار انداز میں بتایا تھا۔ ”عمر اس عمر میں بچے کی زبان اتنی صاف اور روں نہیں ہوتی مگر یہ
 صاحب فرزند رسول کا بے تکلفی سے جواب اپنے چلے جاتے ہیں۔ ابھی تو انہیں سے آپ کو یہ راز کی بات نہیں تھی کہ ان کی عقل بڑھ چکا ہے۔“

ان کو ان کہتے ہیں۔“
 ”رہا۔“ اس نے بھی مکتو کا ہوا تھا۔

تانبہ اسے اپنی عدم عمل کی چوٹی چوٹی دلچسپ باتیں بتانے لگا۔ اسے کبھی بھی چھوٹے بچوں سے اتنی دلچسپی نہیں رہی تھی مگر ایک تو عدم عملی اتنا بڑا اور سب سے باتیں
 بھی اتنی دلچسپ کرتا تھا کہ وہ اس کی گروہ ہو جاتی تھی۔ دوسری سب سے بڑی ہشاش بے خوف تانبہ کا تحقیق کے عمل سے گزرتا تھا، جس کی وجہ سے وہ عدم عمل کی ہر اور ہر
 حرکت کو انکوائری کرتی تھی اور اس کی محبت سی کی کہ ہر عدم عملی بھی اس کا دوا کرتا تھا۔ اسے کبھی اپنی ”تانی بی“ سے بہت محبت تھی۔ سب اس کے تانبہ کو ”تانی بی“ کہنے
 پر بہت مکتو ظہور سے تھے۔ مگر تانبہ کو اس کا انداز تھا کہ دل ٹوٹ لینے والا تھا تھا۔

کھانے کی چیز پر بے نی سوچتے تھے۔ ”خیر، زور بھاریا کا کھانا چوں بھی زمینوں پر چھوڑا جاتا تھا، جہاں سونا نہیں مانے میں کوئی نہ کوئی مہمان تیار ہوتا تھا۔
 ”بھائی! یہ بے نی اور بونہ کھانے پر نہیں نہیں۔“ اسے قہر ہوا تھا۔

”بے نی تو ظہور کرنا کھانا کھائے گی۔ اور بونہ کھانا کھائے گی۔“ اس نے کہا۔ ”ابھی تو یہ کھانا کھائے گی۔“
 انہوں نے عدم عمل کو اس کی گود سے لیتے ہوئے کہا پھر مکتو اور رشتی سے پیٹ بھر کے عدم عمل کو لے کر چاروں میں تھا۔

”آپ تو انہیں، بھائی، اچھا نہیں لگتا۔“ اہل خال ہو۔ ”تانبہ“ نے کہا تو وہ معذرت خواہ انداز میں بولی۔
 ”میں جس عدم عمل کو سرا کر اچھی آتی ہوں۔“ بھوک تھکے بھی زوروں کی لگی ہے مگر باقی ہونا مولن صاحب کا سونے کا نام لگ گیا تو یہ رد کر کے امداد کا کھانا انچہ ان کر دیں
 گئے۔“

”بیٹے۔“ وہ رشتہ کو کھتی پھینکتی تھی۔
 ”تو۔“ ازواج لوگ ہیں۔ مگر چڑھ بھڑوں کے حوالے کر رہی ہے۔“ کھانے سے کبھی ہیز پر اپنے ملا وہ صرف تانبہ کو دیکھ کر اس نے تھہرہ کیا تھا۔

”کبھی کوئی بات نہیں۔“ بے نی ابھی ظہور کرنا کھانا کھائے گی اور بھائی ابھی مولن کو سرا کر رہی ہیں تانبہ نے سگراتے ہوئے اس کے ”گے“ اور ”کھانا کھانا“
 ”ہاؤڈ“ کا اہم بھی ہائے کھانا کھانا۔ ”سو ب کھڑی ملا زادوں سے اسے ہمیشہ چڑھتی تھی۔ حاکم بھڑم بھڑم کا گزیر ہونے لگتا تھا۔ مولن کو دیکھ کر کھانے کے وہ کبھی کبھی چڑھ کی
 نہ ہوت۔ چڑھتی تو خودی اٹھ کر لے آتی تھی۔

وہ دونوں کھانا کھانے کے بعد صدمہ بھائی فراغت پا کر رہ گئیں۔
 ”بے نی! کبھی کیا کھانا۔“ انہوں نے سگراتے ہوئے کہا تو اس کی انورہ سبیلی انداز میں بولا۔

”کھانا! تو درجہ اور جڑا رہا ہے کہ اگر پیٹ میں گھاس ہوتی تو میں بھر سے کھا سکتا تھا، آپ کا ساتھ دینے کے لئے۔“
 ”واقعی بھائی! کھانا بہت اچھا ہے۔“ تانبہ بھڑوں بھی محض تھی۔ یوں ہر اور است تریب و مسائل پر صدمہ بھائی جینپ ہی گئیں۔

اور فریڈ نے بے نی کے دل و جان کو چوری طرح اپنے کلاہ میں کرنا کھانا تانبہ، اس کو لے کر ڈرائنگ روم میں لگی تو قہوڑی دھ کے بعد جب بے نی کا کچھ والیوں
 سے فارغ ہو گئیں تھی اس نے آگ لگنے کا کام شروع کر دیا تھا۔
 ”دیکھ رہی ہیں بے نی اپنی چوٹی ہو کر آواز دھس کے مکتو پر۔“

”کیا ہوا؟“ وہ بڑھ گئی تھیں۔
 کچھ دن پہلے جوتا تانبہ نے ان کے ساتھ نہ ماری کی تھی اس کے بعد وہ ان کے دل میں بھی اس کی طرف سے الگ کیا تھا۔

”ار۔“ بے نی ابھی بہت سا دھ ہیں۔ ابھی دیکھا نہیں سب کے سامنے فیرم دے کے ساتھ کس قدر بے تکلفی دکھائی تھی۔ آپ سے سیدہ کی تڑن بے غم اسل بات
 تو بتاتی ہی نہیں۔ ”وہ ہانکیں کھاتے ہوئے خاطر انداز میں کہہ رہی تھی۔

”تو کیا وہ اس کا کزن نہیں ہے؟ کھڑے تھی کہ نہ لگتا ہے۔“ بے نی کی سوچ اتنی گہری اور دماغ اتنا خاطر نہیں تھا۔ یہ اگلا بات تھی کہ جہاں انہیں اپنے اسیارات
 میں کی کا احساس ہوتا تھا وہ سچ و غلط کچھ نہیں سمجھتی تھیں۔ فریڈ نے ان کی اسی کڑوری کا تانبہ اٹھائی تھی۔

”ار۔“ بری بھولی بے نی غافل رہتا تھا کہ اس میں کھانا ہے کہ یوں بے نیانی سے اس کے پیٹ سے گم کر کھڑی ہو جائے تو چوہا، فٹب خد اکا ساری
 ملازمین سوچ رہیں۔ کیا کیلا تھیں نہیں مری ہوں گی۔ اسے تو چوری کی عزت کی بھی پروا نہیں۔ ہر ہر صرف غافل اور ہوتا تو چلو صاف بھی تھا کہ بھائی بھائی بارہینکے
 سے آیا ہے۔ سچ اس کا گھیر بھی تھا۔ تو کال پیتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

بے نی کا چہرہ ایک دم سے رنگ بدل گیا۔
 * * *

”میرا خیال!“ پہنچے ہی وہ زار کے ساتھ زمین کے لئے شخص روم میں گھس گئی۔ شخص کے چٹائی پر اڑانے کے گھر کا۔
 ”ار۔“ جا کر کچھ بھی انجوائے کرو۔“

”تم بھی تو نہیں ہو۔“ بے نی کچھ سے کچھ بھی انجوائے نہیں کیا جا رہا۔ بیس خیم کو یوں بے نی سے ہانے نہیں دیتا جا رہے تھا۔ اس نے کتنے شوق سے شادی میں شرکت
 کی تھیں اس کی تھیں، اور ہم نے اسے ایک سا بھی نہیں روکا۔“ اس کی آنکھوں میں نمی تڑاتی۔

ہر پہنکے تھا کہ زار اور شوق کو شین کے یوں تین شادی، اڑے روٹا جانے کا دیکھیں قاتر۔ حالات کا کافی شادی کی تھا کہ اسے جانے دیا جاتا رہا۔ تانبہ کو چھوڑ دلا دیا جاتا۔
 ”وہ کون سا دوستی کے ساتھ ہے؟“ اس کے خیموں کو باجھو لگا گھر کے کئی استمار کرتے۔ ”شوق نے اسے دکھ کے اس حصے سے نکالنے کے لئے ٹھک کر کہا تو
 زار نے بھی اس کی بات میں بات مائی۔

”جو کچھ اس نے کیا وہ کسی طرح بھی معافی کے قابل نہیں تھا۔ اب تم اس سے قہر کو بری یاد رکھ کر بھول جاؤ۔ اور اگر تم نے میری شادی چاہ کر بے نی کی کوشش کی تو پھر
 دیکھنا۔“ انہیں نے کہتے ہوئے ”شوق“ سے امداد کا تو اسے اپنی نہیں تھی۔ اس کی بھگائی تھیں اس میں بہت کی جند سے بھری ہوئی تھیں۔

یاد میں مہمان تو تھیں جو تھیں زار اکا اپنی من مرضی سے جب ہی چاہا نہیں ہو کر لیا اور جب ہی چاہا وہیں لوتا لیا۔ یہ کہیں ہوتی ہیں ہر کیوں کو ان کے اپنے گھروں
 سے نکالنا بہت مشکل کام ہوتا ہے۔ بہت مشکل۔ تو صوف کر رہی۔

زار کی کڑنہ کو زور کھانے کے ہاتھوں پہنچنے کی لگنے تو شوق نے صبر کو بھی ساتھ ہی بھر تھیں لیا۔
 ”اسے تو سب مت کرو، مہندی لگواتے دو۔ ہم زار ہال میں رہتی ہیں۔“

”تم بھی نا شوق، اور اسے محل نہیں ہے کہ پار سے ہی مہندی لگوائی۔“ بے نی کہتے ہوئے گئی۔
 وہ اس ”دیکھ لگائی“ پر سمجھاتی تھی۔

”اس کا خیال ہے کہ مہندی لگے ہاتھوں کی سووی زیادہ پیاری ہوتی ہے۔“ جبکہ پار سے لگوانے کے بعد شگ ہو کر بھڑ جاتی ہے اس لئے تین ناٹھ لگوا رہی ہے۔ روم تک
 شگ ہو جائے گی مگر جڑ۔“

”اف۔“ شوق کے محرم سے تانبہ پر وہ چہرہ ہنسنے لگی تھی۔ مگر یہ سچ ہے وہ خود کو کبھی نہ تمام لوازمات کے قریب بھی نہیں سمجھتی تھی سون باتوں کی گہری میں بھی
 ”اف۔“ شوق کے محرم سے تانبہ پر وہ چہرہ ہنسنے لگی تھی۔ مگر یہ سچ ہے وہ خود کو کبھی نہ تمام لوازمات کے قریب بھی نہیں سمجھتی تھی سون باتوں کی گہری میں بھی

نہیں لگتی تھی۔

”یہ وہاں کہاں تاجب ہے؟“ شفق اسے ساتھ لے کر اراکی می کے پاس پہنچی تھی۔ وہ پہنچتے ہوئے لڑے تائے لگیں۔

”وہ لوگ بڑی دھوم دھام مچاتے آئے ہیں۔ باا حشر وہ لے کر کئی میس سوڑ کر لے لائے گا کہ گرم ہے۔“

”دیکھا یہ سوتی ہیں شادی بیاہ کی رونقیں۔ مگر تمہیں تو کچھ پتی نہیں ہوگا۔“ اپنی نشست کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شفق اسے چھوڑی تھی۔

”واقعی میں نے کبھی کسی شادی میں اپنی خصوصیت سے شرکت نہیں کی۔“ اس نے اٹھا مارے سے ہنسنے لگا تھا۔

”آئی نے اپنی گھر میں ان دونوں کے لئے کون سا کس بگھڑی تھی۔“

”وہ ایسے بھی یاد آ رہے ہیں ایک حقیقت تو ان ہی کی مولا۔“

شفق کے انداز کی شراکت کو محسوس کرتے ہوئے وہ اس کی دیکھ بھال کو دل میں سراہتی بچے جی سے بولی۔

”کون سی حقیقت؟“

”جی کہ نہیں تاجب کا بچہ غول خدائے وئی۔“

اب کی بار وہ میر وہ زکرات دیکھنے لگی۔

”کیا کون دکان پر آ گیا تھیں اس فیشن شو میں؟“

”صرف مجھے ہی نہیں بلکہ بہت سی میوں کی ماؤں کی نظر بھی پڑی تھی۔“ وہ مکتو ملاہوتے ہوئے گھبراہٹ سے بولی۔ اب کی بار میر وہ کو بھی تجسس نے گھیر لیا۔

”مجھے بھی تو دکھانا وہ میر میں۔ جو ساگی میں بھی ان کو کولتہ رہا ہے۔“

”آئینہ آؤں؟“ وہ تجھے تی سے پوچھ رہی تھی۔ میر نے دیکھنے والے انداز میں اسے دیکھنے کی بات کہی تو بھت سی غلی می ہوئی۔ پہلی رنگت کے بچے دوزخے

خون نے اس کی رنگت میں گھا بیاں سی گھول دی تھیں۔

”مستوی۔“

”ختم لے لو۔ ابھی زرا کی می سے بات کرتے کے دوران سب آئینوں کی نظر ہم پر تھی۔“ وہ مزے سے گھبراہٹ سے بولی۔ میر وہ کے چہرے پر شرم و خجالت کا ملا جلا سا روپ

دیکھنا ایک بہت دلچسپ منظر تھا۔ خوب صورت تو وہ تھی ہی مگر اس کی ساگی اس کی دکھائی کو مزید دوام بخشنے والی تھی۔ سوچے سے اس کی خوشی سے بے نیاز می ہوا پر وہی

سوتے پڑا کے کام دیتی تھی۔

”بہت فیشنل لگتی تھی۔“ اس نے توجہ سے اس کی بات کو شفق نے ہاتھ بٹا کر جیسے بھی لائی۔

”ابھی کھار می فیشنل لگتی تھی۔“

”ہاں وہ ایسے بھی کھار می طرح نہیں۔“ اس نے بھی ماحول کی مناسبت سے دل میں کھلتی خوشگوار می محسوس کرتے ہوئے ہنسنے لگا۔ اس نے اس کی بات کو شفق نے ہاتھ بٹا کر جیسے بھی لائی۔

کافی پر تک پہنچی تھیں مگر مارتے ہوئے بل میں وہ جو دو لوگوں پر دلچسپ نظر۔ جست کرتے ہوئے انہوں نے کافی تاہم بہت مزے سے گزرا مگر کچھ لوگوں کو مار بھول

شفق آئینوں کی نظروں کو سرگرمی سے کھینچ کر وہ لڑائی۔

”کچھ میر لے کر اراکی می پاس بیٹھے ہیں۔ اب کچھ ہندی کے بھگت سے بھی فرات پا چکی ہوگی۔“

”تم بھی نا کوئی اور می ہوتی تو ان سب کے سامنے مگر می ہی بن کر شفق! شفق نے اسے چھوڑ کر وہ می ہی۔

”مجھے ایسی فیشنل حرکتیں کرنا نہیں آتیں۔“

زرا ہندی لائے انہی کے ہاتھ پر می لگتی تھی۔

”کتنی اچھی مگر می ہوا زرا! میر وہ نے بے ساختہ ہی اس کی تعریف کی تھی۔ ہاتھوں میں وہ پڑا ایک ذرا ان کی مہندی سجائے زرد لباس میں کولے سے سجا ہوا۔

تائوں پر ڈالے ہوا آئی چار می گد رہی تھی۔

”کھار می کا خیال ہے؟“ ان صاحب بیوی نے انہی کے ہاتھ پر مے سے اس کے پیچھے؟“ شفق نے دلچسپ انکشاف کیا تھا۔ ان کی می پر زرا کی رنگت دیکھ جی تھی۔

اسی حالت ماحول ناخوش ہو رہا وہی ناخوش کی آوازوں نے انہیں بھاڑی۔

”گنا ہے وہ لوگ آگے۔“ شفق تجھے تی سے آگے بڑھ کر کڑی کے نشے سے بچنے بھاگنے لگی۔ ”زور دست۔“ اس کی آنکھوں میں تاریکی مڑاتے ہوئے میر اس نے ان

دونوں کو بھی بلایا۔ ”کو کھوڑا سی دیکھا زور دست ہندی لائے ہیں سب لڑکے۔“

”پتہ کھوڑا بات کی ریسرسل کر ڈالے تے انہوں نے۔“ میر وہ مکتو ملاہوتے تھی۔

”شبان! چھا مگر رات پڑا ڈالنا۔“ زرا نے بے ساختہ کہا تو ان دونوں نے بھی اس کی ناسید کی تھی۔

واقعی وہ بھی بڑی ہی ہوئی شیو کے باہر خوشی و مسرت کی جھلک سے بھرا کچھ لڑکے کے برقی لباس میں ہاتھوں کے میں دیا سا لڈا کے بہت چھا مگر رات

تھا۔ کبھی میں شاد نہ تھیں۔ میر وہ مسل ساتھ بیٹھے لڑی سے خوشگوار تھا۔

کبھی کے آگے شبان کے تمام دوست اور کڑو بھنگو ڈال رہے تھے۔ ماحول کی بھر جھک ہور ان کے وقتا فوقتا مچنے والے لڑے۔ ماحول کو لڑائے دے رہے تھے۔

جھٹا آتش بازی نے لٹکا کر لگین بنا دیا تھا۔ آسمان پر جا کر بھونکنے والی بھنگو می میں سے رنگ بگنی مالا می بچے آتی تو سب کی نظریں اس کی طرف مڑنے لگی تھیں۔

جائیں۔

”جی تو لڑی کی بھی شان نرلی ہے۔ میں تو اتنے پہلے بار می ڈرنگ میں دیکھ رہی ہوں۔“ شفق نے یو کہا تو میر وہ کی خواہ بے ساختہ ہی اس پر ہانپ دی۔ ”آہ وہی

جیو شرت کی بجائے کاشی کے سفید شلوار کرتے میں بیٹھوس تھا۔ شبان کی کسی بات پر ہنسنے سے اس نے اپنے مخصوص انداز میں سر جھکا کر انہیں کے شانے پر ایک دکا رسید

کر دیا۔ اب وہ کچھ کر شبان کے کان میں کچھ کہہ رہا تھا۔ میر وہ کچھ کوشش کر کے بھی اپنی بات نہیں لپا رہی تھی۔

اک کچھ سا احساس نا مانوس کی کیفیت۔

وہ لوگ نیچے بیٹھیشن میں بیٹھے تھے۔ شبان اور لڑی دونوں کی سمیت میں ہر روز جھٹو ان کی نظریں سے ابھل کر گئے۔

اسے ایک دم بھنگو لگا، جیسے کوئی سر ہوتا ہو۔

وہ خوش می ہنسنے میں جھٹو تھی مگر شفیق اس کے پاس اپنی اس بے اختیار می اور اس عجیب سی کیفیت پر غور کرنے کا نام نہیں تھا۔

”تم لوگ جھٹو رہو میر۔“ ساتھ ہی ہانپ جانا۔ ”زرا نے انہیں سمجھ کر لگتی۔ میر وہ نے شکر ادا کیا کہ وہ یوں بھی ابھی باہر ہانا نہیں چاہ رہی تھی۔

اور میر وہ وقت بھی گلیا جب ہندی میں کد لگا رہی تھی۔ زرا کے کچھ اور اور مل بھلی سوہی میکر کے ساتھ آگے۔

”تم میر۔“ ساتھ کڑی ہو۔ ”زرا نے اس کا ہاتھ مٹھیلی سے جکڑ لیا تو اس کے ساتھ ہی وہ صرف مٹھیل وہ پٹے کے سامنے میں بلکہ سوہی کمر۔ کد کس میں بھی آ

گئی۔ وہ احتجاج کرنے کے بھی جھٹو نہیں رہی تھی۔ ساتھ ہی وہ پٹے کا کونا پڑے۔ کڑی شفق کا ساتھ دل کھوڑا سا آ رہا تھا۔ ہاتھوں میں بھنگو وہ کچھوں کام کر رہی کر

باہر جانا اس کے لیے ایک احتجاج ہی ثابت ہوا تھا۔ کمر۔ نے کڑا کچھ کچھ کا مصلہ جیسے بیٹوں پر کھل گیا۔ زرا کے دل کی حالت وہ وہیں جاتی تھی تو وہ اس کا دل

جیسے بھٹیلوں میں دھڑکنے لگا تھا۔ جوں پر اور اتنے کمر کی آکھ کا سامنا کرنا اس کے لیے مہذب سے کم نہیں تھا مگر اب یوں سب کے چچ میں سے بھاگ کر بھی نہیں جا

سکتی تھی۔ اسے اٹھنے پر تلنے ہی سب سے پہلے دھناتی تھی وہی اندھا حشر وہ لڑی وہ سب سے وہی طرح کسی سے چاگر لائی۔ حواس تو پہلے ہی جھٹو اب رہے تھے،

اب تو نظر بھی کھرم لگی۔

”آئی اہم سو رہی۔“ بے ساختہ ہی اس کے ہاتھوں سے پھسلا۔ مگر مٹھیل کو کچھ کر وہ جیسے اپنا ہڈ کر کر رہی تھی۔

”پہلے بار دیکھ رہا ہوں گیتھو۔“ وہ لوگوں میں بے حد احتجاج سے بولنے والے میر وہی آج یوں فرس ہو رہی تھیں۔ ”لڑی کے ہونٹوں پر مکتو ملاہوتے والے جھٹو کی سرگرمیت

تھی۔ میر وہ کچھ سے روکھی تو یہ سب غور کر رہا ہے۔“

”میں تو کچھ لگی ہیں۔“ کبھی ایسے فکشن میں۔ آئی میں بھی ایسا مل لپی نہیں کیا۔ ”وہ گھبراہٹ لگی۔

”ہوں ہوں کرنا چاہئے۔“ میر وہ ہوتی رہتی ہے، ہوا پٹی ماری میں کام آتی ہے۔ ”لڑی کے ہونٹوں پر پڑنے والے بے ساختہ کمر بہت سے کھینچ کر لگی۔ وہ اب بھی وہی

میر وہی اور سامنے بیٹھتی اپنی قہر۔ جوا کشف میر وہ ہوا تھا اس کی وہ سب سے عجیب سی گھبراہٹ بلکہ خجالت جھٹو احساسات کا کھار ہو رہی تھی۔

”ابھی تم بیٹھیشن پر نہیں تھیں۔“ اسٹیج پر کھڑو زرا وہ دوسری انداز میں کھتا میر وہ کی تمام توجہ سمیٹ گیا۔

”خاندان پچاس ساتھ فریوں اور خواہی کی بھیل میں اس نے بھی دیکھ لیا۔“ اب مٹھیل لپا رہی تھی۔ کد گھٹنا اور کھٹکی وال بات ہے۔ اس نے شفیق سے خود کو سر دکھائی کی

مالت فرور ہو رہی تھی۔

”ہاں وہ میں۔“ کمر۔ میں زرا کے ساتھ تھی۔“

اسی وقت ہاکی کے پلے پر بھنگو ڈرنا پلایا تو اس کی سائیں آسمان ہوئی تھیں مگر ساتھ ہی وہ اپنی حالت پر حجت سے غور کرنے لگی۔ لڑی نے اسے اس طرح

گھبرا کر نا اور اس کی سادہ بات پر بھی فرس ہوا اسے خود جھٹو سے احساسات کا کھار کر رہا تھا۔ مگر کوئی بھی سر ہاتھ نہیں کھ رہا تھا۔

”یہ سب زرا کی فیشنل کوئی قصور ہے۔ مگر مجھے اس کے سامنے اس قدر مخلص نہیں ہونا چاہئے۔“ کد گھٹنا اور کھٹکی وال بات ہے۔ اس نے شفیق سے خود کو سر دکھائی کی

”کیا ہو الی می“^۴ زار پر بیان موزنی تھی۔

”یہ کیا ہوا ہے؟“ انکل تیزی سے اس کی طرف پوچھ رہے تھے۔

”تجربہ ضرورت ہی کیا تھی ڈرائیجنگ کرنے کی۔ بائیکل تازہ زخم ہے۔ بازو کا۔ پتہ ہے بچے اسی علی نقیسان وہ ثابت ہو سکتی ہے۔“

”پہلے میں خود شہادتوں سے کہتا ہوں جا کر۔“ انکس اُسے ساتھ لے گئے تھے۔

”مجھے بھی خیال نہیں رہا کہ دشمنی باتوں کے ساتھ وہ ویسے جگ کر رہا تھا۔“ شفیق کو اپنی کھڑکی پر اسوس ہوا تھا۔

مذہبِ اہل ان کے باوجود تین تھی کہ انہیں رہی تھی۔ وہ ایک آکر انڈیا ملے۔ اور اور شریعت ہے سہہ پانی تھیں۔

آئی جی سر اس کے اوپر دو ہر مشکل مرحلے میں جاتے ہیں اس کی مدد کو آئے بڑھاتا۔ یہاں تک کہ کل

کس قدر ذالالت کی بات ہے کہ ایک شخص میری خاطر موت کی حدود کو چھوڑ دیا ہو

بڑی سے کہے قرام فضول مظاہر، ہے اور غلطی اس کی کروا رہی کرتا، اسے بھونکا اور دھوکے باز کرتا ہے۔ قرام کچھ اسے سماجی کی طرح اپنے منہ پر نہ جاتے محسوس ہو رہا تھا۔

- 62 -

سے کمال ملے ہی نے ریسیو کی تھی۔

”جی بگڑا کون چس؟“ اسی اہل آبی مرواؤںٹ طور پر زور کا لفظ کہا گیا تو لام آج بھٹا مگر آواز اور اراکی نہیں تھی سو اس کی جیر فی واہب تھی کہ اس قدر

”میں مسٹر واپل ری

”جنت ۲۰۰۲ء کے سلسلے کے حقیقے کے بعد وہ تشریف لے گئے۔ لکھنؤ میں موجود اقامت۔

مجھے ساہواریت میں ان کے لٹکے ہوئے۔ ایک اچھی شہنائی بجا رہا تھا۔ قہار کرتے ہوئے غوغا مچا رہا تھا۔ پھر عرصے کر باہر سے گزرتے تھے۔ ہلکا کرناٹک کا سہارا ملتا تھا۔

انگریزوں کے اندر بھی یہ عقیدہ تھا کہ ان کے لئے کچھ نہ تھا۔ "اس نے رخصتوں میں جانے والے فیسوں کو انگلیوں کی نمبروں سے جھنجھٹا۔

”ہم۔“ اس سے کہا اُنہیں گیا۔

وہی ہے جو کہ ہم نے پہلے ہی میں دیکھا تھا۔

[illegible]

میں نے اپنے آپ سے کہیں کہیں نہیں سنا تھا کہ ایک شخص اپنے آپ کو "میں" کہے۔

میں نے اسے دیکھا تھا۔

نگار : ہفت شخص کہہ رہے ہیں کہ اس سب سے بڑا جرم ہے یہ جو لوگ ہم کو قتل کر رہے ہیں۔

میں نے کہا کہ میں نے اسے دیکھا ہے۔

یہ سب سے معانی مانتا چلائی جوں ایوں اچھے اچھے ہیں گئے دھت سے اس میں

[illegible]

فی ثلثی از آنرا ایک خواب سنانی کرده اند :-

اس کو اس طرح سمجھا دے کہ دل کو سونپ

۱۔ انکشافات جس کی سیریس ۔ یہ ذمہ ہم انکی طرف سے نہیں ہو جو جن کو انویسٹ کر کے وہاں کی معاشی پیکر ۔۔۔ دھاری سے پہنچے اور ان کے ساتھ ساتھ دیگر امور کو تلف کے بعد تجدید کرتے

ہر رشتہ دہریہ یا دوسری کسی دوسری بات جہیز لے آئی ختم ہے صرف اسی وجہ سے نکس بھی می، کیونکہ ہم کسی بھی ہرے رومانی حرف سے نہیں

یہ ایک متاثر کیا ہے۔ جانے ب اور یہی خرابی اور طاقت کے پلہ میں گریں میں ہے، اسے اسے کوئی دیر کرچے کے بعد میں میں ہوتا چا کیا۔ وہی ایک اس کی گری سے جو

س کا دل جیسے پلیساں تو ڈر دیا میرا تو لو بہتاپ ہوئے اگا۔ چہچہے سے

س کے ہاتھوں، پھر وہیں عجیب سی سنسنی بٹ دوڑ رہی تھی۔

پیر: حلقہ کرپورٹ ججنہ کی کو

س کا دل تھا بوگیا نیوں میں ڈوب کر اٹھا۔

تاریخی کو ایک ایڈس سے روز پبلک کر میں، کیجی کہ وہ خوشی کے ساتھ ساتھ حقیقت کا بھی شکار ہوئی گی۔ وہ سو رہی گی، جب وہ تیار ہو سکے گی تو اوز پر اس کی آکھٹائی تو وہ فرم کی

کچھ کہہ دو تو میرا دل روتی ہے۔

جب سے انداز میں کہہ رہی تھی۔ وہ قاطعی نے اس پہل اپنے آپ کو بہت چھوٹا بناتے محسوس کیا تھا۔

”تم ملازمہ بھی رہی ہوگئی۔“

اس نے اپنی ملازمتی پیش کرنا چاہی مگر وہ اس کی بات پر قہر بولی تو اس کی آواز میں انہوں کی جھنجھکی مچ گئی تھی۔

”میں بالکل ٹھیک سمجھ رہی ہوں وہاں پر دیکھا تھا۔ میں نے اپنے جان سے زیادہ محبت کرنے والے والدین کو شدید تکلیف پہنچانی تھی۔ بالکل وہی تکلیف وہی حالت کل میں نے بھی برداشت کی تھی۔ میں محسوس کر سکتی ہوں کہ ان لوگوں پر کیا جاتی ہوئی، جب لوگوں نے انہیں ایسے طعنہ دیتے ہیں۔ میں سمجھ سکتی ہوں کہ انہوں نے اس صدمے کو کیسے برداشت کیا ہوگا۔ مگر خدا نے بہت جلدی یہ سب گرا دیا، بہت جلدی۔ میں نے تو ابھی ٹھیک طرح سے شہدائی سمجھوں کہ یہ واقعی نہیں تھا جو راکھم نے اٹھا چلا اتنا کڑا ایک جہنی اور خوف زدہ کروانے والا روپ میرے سامنے لا رکھا۔ مگر شاید یہی میری کرنی کی سزا ہے۔ یہ دیکھا تھا کہ مل ہے وہ کارا۔“

اس کی آواز انہوں میں ڈھونڈ مچ گئی۔

شدید ترین احساسِ مذمت اور ذلت کا شکار وہ قاطعی بن گئیں اور وہاں پر ڈوب گیا تھا۔

111

کسی خوش فکری آنکھ نے

یہ نکال چھپ گیا۔

میری موت جاں پہ رقم کیا

وہ ہر ایک چاند سا دھبہ تھا

وہ ہر ایک شام سا مہما تھا

اسے گستاخ کا چہرہ دیا

میرا دل کہ میرا مال تھا

اسے روشنی میں بسا دیا

میری آنکھ اور میرے خواب کو

کسی ایک ہل میں گھج گیا

میرے آنکھوں پہ ہر گزئی سہ ماہی کی

وہ ترنگی

وہ جہنم تھی میرے پاؤں پر وہ بحرِ عربی

کبھی روپ کس جمال کے

کبھی خواب شام و سال کے

جو رہا وقت میں سرسبز تھے اُسے بولے

وہ چہلے اچھے

جو یقین سے بھی حسین تھا

مجھے ایک ایسا عالم دیا

وہ جہنم اور جہنم کا جہنم تھا

اسے اک نظر میں گھج گیا

کسی خوش فکری آنکھ نے

یہ نکال چھپ گیا

ایلی کا یہ احترام اس کے لئے بابر گز نہیں تھا۔ اس سے پہلے یہی بات وہ ذرا سے سن چکی تھی مگر اب لڑکی کے منہ سے وہی بات سننا وہ پوری ذلت سے مل کر رہ گئی تھی۔

فون رکھ کر اس نے پتھر رشادوں کو سٹیلوں سے ڈھانک لیا۔ ہر حقیقت وہ ایلی کے اس احترام کے بعد ٹھانک ہو گئی تھی۔ ایک ایسا شخص جو شروع ہی سے اس کے لئے دنیا میں واحد دشمن کی حیثیت رکھتا تھا، بالکل ہی تمام رشتوں کے معنی بدل گیا تھا۔ اس کے متعلق وہیں میں سوچو تو تمام جہنمیں تو ختم ہو گئی تھیں مگر انہوں نے اس نے روپ پر لافا، وہ میرا کوہِ اسرار گر گیا تھا۔

”کب سے، بچاؤ کب سے۔“ اور مجھے بھی احساسِ شک نہیں ہوا۔

وہ بچے لپٹنے کے سمندر میں غوطہ زن تھی۔ پھر وہیں میں ایک کدوا سا لہرا۔ ”کس کی آنکھوں سے جھلکتی ہے یہی کے ساتھ اس طرح ہی آج دینی لیلیٰ کا یہی مطلب تو نہیں تھا؟ میں ہی اسے سمجھ نہ پاتی ہوں۔“

وہ جو تھل تھل سے پلٹی اندر کرے۔ میں آگئی جہاں وہ دونوں خواب تھیں۔ اس نے اپنے دل کو ڈال دیا وہاں ایک عجیب ترنا، انہوں کی کیفیت کو روٹھ لیتے پلٹا اس کا ہاتھ وہ خود بھی کھینچے سے تھوڑی تھی۔

گھر پا کر اس نے شوق اور زار کو بچا دیا۔

اتنی لمبے سہارے کے بعد جہنم میں سہارے جگے جگے ہائے زار کا کافی چہرہ ہو گئی تھی۔ تنہا بھی نیند کے جھجکوں کی دھند میں غرق تفصیل سن کر انہوں کی نیند اڑان چھوٹ گئی۔

”یہ سب تم سے بڑی نے کہا ہے؟“ زار کو بہت خوشی ہو گئی تھی۔ اس نے زور دیا کہ میں اگشت شہادت کا ناخن نہ چاہتے ہوئے اثبات میں سر ہلانا تو شوق نے چاہا کہ اس کا ہاتھ جھکے کھینچ لیا۔

”اس میں اتنی عجیب بات تو کوئی نہیں ہے۔ وہ بھی انسان ہی کا بچہ ہے۔“

”تم نے جواب میں کیا کہا؟“ زار کو بچے قرار دی گئی ہو گئی تھی۔ شوق بھی جواب طلب نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

”میری تو کچھ سمجھ میں ہی نہیں آ رہا تھا۔“ وہ انہیں بھرے لہجے میں بولی۔

”مجھے پتہ ہے۔ دل کی ہزاروں رقیق رفتاری سے چل رہی ہوگی، کلاؤں میں سائیں سائیں کی گولائیں آ رہی ہوں گی، ہاتھ لڑ رہے ہوں گے اور ناخنیں کچکچا رہی ہوں گی۔“ زار نے بڑے اطمینان سے مسکراتے ہوئے لٹو کھینچا تھا۔ میرا کہ ساتھ ساتھ شوق نے بھی اسے گھور کر دیکھا۔

”یہ کون سے تجربے ہوئے ہیں؟“

”جب وہاں نے مجھ سے لیا کچھ کہا تھا تب میرا بھی جیسا حال ہوا تھا۔“ وہ شرمیلی مسکراہٹ کے ساتھ بولی تھی۔

شوق نے اس وقت سے سر ہلایا اور میرا ہی طرف متوجہ ہو گئی۔

اگر کسی کی بہت دل میں جاکر اپنے ہڈیوں کی مارش سے اس کی آبیاری شروع کرو سکتے ہیں کہ اب بچہ۔ پر لہلہاتے دکھائی دیتے ہیں مگر میرا بچہ ہوتا ہوا تھا۔

”اپنے دل کو تو لو جس ایسے موقع پر اپنے دل سے زیادہ بچی کو ہی روک کر کی بھی نہیں ہوتی۔“ اس نے زور سے کہا تھا۔

”پہنچیں شوق امیری مثل جہنم ہے۔“ وہ بے بسی سے بولی۔ پھر قدرے توقف کے بعد پھر باز انداز میں انہیں بتانے لگی۔

”میں نے تو شروع ہی سے کسی مرد کے کسی بھی رشتے کو محسوس نہیں کیا ہے۔ میں بہت بھونکی تھی جب میرا بچہ پڑ گیا۔ وہ بچہ جیسے ادا اب وہاں رہی ہوئے کواڑے ہیں۔ مگر وہ وہاں نہیں لوئے بلکہ کوئی نئی فوج یا تحریری راہب بھی نہیں لکھا۔ وہ نہ صرف میری ماں کے لئے ایک بڑے عزیز بلکہ میرے لئے ایک بڑے باپ بھی ثابت ہوئے۔ یوں میرا بچہ اب وہی میرے لئے ایک بڑا تجربہ بن کر رہ گیا۔ ہر لڑکی اپنے باپ اور بھائی کی گود میں رہنا چاہتی ہے۔ ان کی اطمینان کو کھینچنے کے بعد ہی معاشرے کے دوسرے مردوں کو کچھ پاتی ہے، جن سے آئندہ زندگی میں اس کے تعلق رشتے جڑتے ہیں۔ اس کا شوہر، اس کے سسرالی رشتے دار وغیرہ۔ میری بچہ جیسی ہے کہ مجھے آئینہ دل کے روپ میں میرا باپ نہیں ملا اور میری الی نے مجھے ہمیشہ خود پر انحصار کرنے کا سبق دیا ہے۔ میں نے بھی سوچا ہی نہیں کہ زندگی میں کسی بھی مرد پر اس قدر انحصار کر پاؤں گی۔“ وہ بچے دماغی سے کہہ رہی تھی۔

”کسی پر بھی انحصار کرنے کے لئے اس کے کردار کی پچھلی کالچین ہونا کافی ہوتا ہے۔“ شوق نے عجیبے لہجے سے اسے سمجھانے کا آقا کیا تھا۔ پھر قدرے وقف کے بعد بولی۔ ”جیسی نے میں جنہیں کہہ رہی ہوں کہ اپنے دل سے رجوع کرو اور نا کسی تنگناست کے مڈا بجک فیصلہ کرو۔ اپنے طوائف زندگی میں کسی بھاری آستے ہیں۔ جب کوئی بہت مضمر ہندو تپ کو پروا کرتا ہے تو اتنا زیادہ سوچ میں پڑنا چاہیے کہ بہت مشکل بنا دیتا ہے۔ جتنا سوچو گی، اتنے ہی شدائد اور وہم ذہن کو بھڑکائیں گے۔“

میرا نے سانس اندھ کھینچتے ہوئے آنکھیں مہمہ لیں۔

"تو جیسے ڈاکٹر میں جیسے لڑی کے لئے کولس کر رہی ہو تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ میں کس قسم میں شوق و محبت کے چکر چلنے کی توفیق دے رہی ہوں۔ اس نے اپنا پورا دل انہماک سے سامنے رکھا ہے، جس میں پختہ ہے تو موقع مت گنواؤ کہ کسی ہائیکل انجیل شخص سے اتنا زکریہ جوڑنے سے پہلے کہ اسے ایسے شخص کو شیخ و جیسے تم اچھی طرح جان چکی ہو۔" شفیق نے اسے سنبھال دیا تھا۔

وہ جلد ہی آنکھیں کھول کر نکلا جس دیکھتے ہوئے اچھے لہجہ میں ہوئی۔

"پتھیں، میرا دل اس طرح کیوں نہیں بھٹتا۔"

"بھنا بہت سناں ہے۔" شفیق نے فی الحال اس کے بات کا جواب دیا۔ "تمتہ سالوں سے تم خود کو 'خود انحصاری' کا جو سبق پڑھاتی چلی آئی ہو اس کے رنگ آج بہت ہی چٹخیں گے۔ مرد و عورت ایک دوسرے کے سہارے کے بغیر کچھ بھی نہیں۔ دونوں کی جگہ ایک دوسرے کے بغیر ناممکن ہے۔ اگر دونوں فریق اپنی اپنی جگہ نہ ملے گا تو خود انحصاری کا سبق دہراتے رہیں، اور ہر کوئی اپنی زندگی، اپنی جا، اور اپنی ذات میں گزارنے لگے تو مکمل انسانی کونسا ہوئے میں بہت بے چارے لگے گی۔ یہی تو فطرت کا قانون ہے اور ہی کی وجہ سے کائنات میں زندگی کا احساس باقی ہے۔ کسی بھی رشتے سے یوں نظریں چڑھنے کا مطلب ہے اس رشتے کی بروہی۔ رشتے بھی ماذک مثل کی طرح ہوتے ہیں، جب تک کہ ظہور جذبوں کی بارش اور باہمی اعتماد کی کھاد ملتی رہے پھر وہ محبت کے خوش رنگ پھولوں سے بھی یہ بل زندگی کی دیوار کے ساتھ ساتھ رہتی چلی جاتی ہے۔ یہ بل اس میں جاہل پھول، میر پنا، آپ کی پوری تو جہ محبت اور اتحاد چاہتا ہے اور اگر ان میں سے کسی بھی احساس یا جہ بے کوفتہ پائے تو یہ بل دونوں میں سر ہما کرنا کی رو پر محض ہوجاتی ہے یا دوسرے لٹکوں میں اس رشتے کی موت ہوجاتی ہے۔ اور تم بھی اب تک بکھر رہی ہو۔ اپنی زندگی میں سے مردوں کا خاندان نے نکال ہی چھڑکا ہے جو قانون فطرت کی سر اسر خلاف ورزی کے زمرے میں آتا ہے۔ ہر رشتے کا ایک مقام اور ایک حیثیت ہوتی ہے جو کہ ہر ای روح پر فاضل ہے۔ ان اختلافات سے مدد ملتا ہے کہ کوئی خود ساختہ اصول بنا کر ان پر قائم ہو جائے، کم از کم جہاں مذہب تو اس بات کی اجازت نہیں دیتا۔ ہر رشتہ کی ایک شخص کے تجربے کو اپنی زندگی پر اپنائی کر کے اپنی من مرضی کا رزلت سوچ لینا کسی طور بھی دانش مندی نہیں کہلاتا ہے۔ اگر تم سوچتی ہو کہ تم اپنی پوری زندگی کسی مرد کے سہارے کے بغیر گزار سکتی ہو تو واقعی گزار سکتی ہو مگر تم میں اس کا رزلت اور مصائب کافی فوج انداز نہیں کر سکتیں جو کہ کسی بھی ایک عورت کو پیش آسکتے ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ انسان جہاں رہنے کا سرفہرہ ہے وہی جگہ پر رہنا نہیں سکتا۔" شفیق نے وقت میں کوئی توروئے دھا اور کندھا پر ہاتھ دھکا دیا۔

شفیق نے خالق زندگی کا دانش مندی سے تجربے کر ڈالا تھا۔ وہ گھٹنوں پر غروی لٹکے، غر حقیقت میں غریب زندگی تھی۔ زارا نے بکھرے کولب واکسے تو شفیق نے "کوہ" سے اسے ماسوشی کا اشارہ دیا۔ وہ دلی طور پر متنی تھی کہ میرا جلی اپنے بے جلیہ اور خود ساختہ "خود انحصاری" کے حساس سے باہر آکر ایک نابل انسان کی طرح زندگی بسر کرے۔ وہ اسے یہ بھی اچھی طرح پتہ تھی کہ اس نے بروقت پرت لگائی ہے اپنی اگال لوہا گرم تھا۔ سکا سمانی کے مکانات بھی نیا دوتھے۔



چھوڑا دل کا گھر

سوئے چا کے گھر

آج ہلا ہوا۔

نئی چاہے ایک کمرے سے زیادہ دوسرے کمرے ہی میں کیوں نہ جاری ہو، پائے ہو جانے کا احساس اس باپ کے دل میں جاگزیں ہوئی جاتا ہے۔ یہی حال زارا کا بھی تھا۔ میک اور سر ل ہائیکل ساتھ ساتھ ہونے کے باوجود پہلے کلاچ کے وقت اور پھر رفتی کے وقت ماحول خوب سو کو اس سو گیا تھا۔ خوشی کی ہر چھاپہ پر اس سے ہدائی کی سیات اپنا ڈیرہ ڈالنے لگے تو نہ چاہتے ہوئے بھی کئی آنکھیں ہلک گئیں۔

ایسے میں لڑی کی ہنجر اندر کوئی ایسے تمام ماحول میں محفل نے اچھی طرح ماحول میں پھلجی ہی چھوڑ دی۔

"کارڈ ان اپنی تم کوگ دہلیں کے لئے ڈولی لائے ہو، یہاں سے گیت تک تو ہم ہم نے کوئی ڈولی اٹھانا ہے۔ ہمیں چاہئے تھا پہلے زارا کا دل نہ کرا لیتے۔ اس نے تو بھی ڈانٹ بھی نہیں کی ہے۔"

سب سے پہلے ڈاؤن کی مٹی چھوئی تھی اور پھر ماحول کی اداسی میں قدرے مزاح کا رنگ چل گیا۔

"پلو بھی اتھاراجی دوست تو دھست ہو رہی ہے۔ تیار کیا نیل ہے؟"

وہ دونوں محبت سے زارا کو ڈول میں "مسائے" ہانپنے کا پروگرام دیکر رہی تھیں۔ ایسے میں لڑی کا سولہ میر کاکڑ ہوا ہی گیا۔ وہ اس کی فعل دیکر کرفس دیا۔

"میرا مطلب ہے کہ تم دونوں بھی ساتھ چلو۔" اس نے مناسحت کی تھی۔

"ابھی آئی ہے پوچھیں پھر ادھر ہی چلیں گے۔" شفیق نے سکر آکر کہا۔ میر وغیرہ محسوس کرنے سے اس کی موٹ میں ہوئی تھی۔ مگر مقابل بھی بہت ذریعہ تھا۔ لڑی نے اس کی احتیاط اور گریہ کے گون کوڑا رہا ہے لیا تھا۔ بکلی ہی سکر اب اس کے لبوں پر پھیل گئی۔ آخری نے ان دونوں کے پچھنے سے پہلے ہی ان کو ڈھان کے مگر جانے کی اجازت دے دی تھی۔

"ہائیکل، ابھی تو یہ لوگ گھر جا کر بھی پکاھا کریں گے۔" ٹوٹان کی اہی نے فوراً ان کی تائید کی تھی۔

سب کے منع کرنے کے باوجود وہ لہا کی گاڑی لڑی ہی ڈونڈ کر رہا تھا۔ گیت پر ڈول سے زارا کو نکال کر گاڑی میں بٹھانے کے بعد ٹوٹان نے ان دونوں کو بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔

"چلو، جاو ج جاو جن دہلیں کے آس پاس بیٹھ جاؤ۔" لڑی نے غصہ کرنا۔ میر دو چپ چاپ اندر بیٹھ گئی مگر شفیق نے اسے گھور کر دیکھا تھا۔

میر بٹال سے گھر کی طرف سفر شروع ہو گیا تھا۔

"وہیے تیار دیا بیٹھ بہت تھلا تھا یا رار" ٹوٹان مایوسی سے بولا تو وہ "تنہا میر نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

"میں جاو ج جاو جن لکھن پور بٹھانے والا۔"

اس کے بعد جتھلے پر لڑی نے پکا ساتھ تیار کر دیا تھی۔

"بہت فضول ہو تم ٹوٹان! بلکہ ڈھان بھی۔" بکلی کی پری ہے، ہوائی ڈھان۔ پتھیں رشتہ کرتے ہوئے آخری نے سوچا کیوں نہیں۔" شفیق نے ہوا چھوڑ کر دیکھا اور ٹوٹان کو ڈاؤن اسوچ ہی چاہتا تھا۔ پورے کا پورہ ان کی طرف مگھم گیا۔ "تو کو اسے سرخ جھللاتے دوپٹے کے جھلکے شخص نے تختی مگر کھڑیں خبر و کردی تھیں۔

نہ سے کس ہوئی یا پھر سے تیار ہو کر آ رہی ہیں بکلی کی پری صاحبہ؟" اس کے شرارتی سول پر انہیں ہنسی آئی تھی۔

"ہائیکل بھی سناڑت ہو، ہوا ٹانہ ہے جو تھارہ ہی بیکم سے چرے سے آج نو دیک رہا ہے، تائید کی کسی نکل کا نہیں بلکہ چرہ کو روپے کا کمال ہے۔" لڑی نے ویہرہ "دوست" کرتے ہوئے اسے تھپکی تھی۔ اس کی بات ہی ایسی تھی کہ زارا کی گھٹسناہٹ اور ان دونوں کی ہنسی بے ساختہ تھی۔

"ابھی تو نکل اتنی پٹیشن ہو چکی ہے کہ ابھی انہوں کا نور غائب ہو جاتا ہے۔" شفیق نے فحشی دے دیا۔

"تو کچھ بے ایسے بھی ہوتے ہیں، کسی بھی طرح کا پٹیشن ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔" لڑی نے سکرناہت سے بولے بیٹھ میں کہا تو ٹوٹان کی مٹی بڑی بات کی گروہ کو لگی۔

ویہرہ دہلیں نہ دیکھتے ہوئے بھی میر وہاں پہرے۔ ہر کسی کی جانوں کی ہنسی، اچھی طرح محسوس ہو رہی تھی۔ اس کی ہنسی جھلک کی پیٹ میں لگے گی۔

"یا دایلی! ایک بات میری کچھ میں نہیں آتی کہ ہر کوئی اپنی شاوی کے موقع پر اسے پیچھے رکھ کر کے ہلکا بڑی پٹی کا زور لگا کر اپنی خوبسورتی میں اضافہ کرتی ہے جو کیا یہ کر کے کوہ کو کا دینے والی بات نہیں ہے؟" صبح کو بے جا رہوئی کا احسا ہوا، اند دیکر کہ زارا ہوتا ہے کہ یہ کون آگئیں؟" وہ سیدھے سوئے ہوئے آواز بلند پر چہرہ ہٹا۔

"ابھی ہر کوئی حلق ہوتا ہے، شہین نظر آتا۔" شفیق نے غریبوں کی سانیڈ کی مٹی لڑی نے نہات پھل۔

"نظر آتا۔" یعنی باقی ہو کر لڑی حسین ہوتی نہیں بلکہ اتنا روا ہو کر نہ کرنے کے بعد ہی حسین نظر آتی ہے۔"

"تو خرے کون سا چیکے ہیں اس میدان میں۔ ابھی ٹوٹان کا نہ ملو تو جو سے زارا وہو اس کا بھی پانی کے ساتھ بہہ جائے گا۔" زارا کے مسلسل بھوکے ڈاکٹر میر ہ کوڑا نہ کھولنے پر مجبور ہو گئے تھے۔

"لکھنڈا بکس پیپر۔ یہ ان ٹیکوں کا نور ہے جو۔" ٹوٹان نے اس کی ملاوٹی ہو کر نے کی کوشش کی تو میر نے وہ میدان ہی میں اس کی بات کاٹ دی۔

"جو کہ لگی چلی ہی میں ہو یا کرنے پر بھی لڑیں آئیں۔"

"دیکھا، بہت تھلا بیٹھ تھا یہ تیار اور۔" ٹوٹان نے لڑی کو گھور دیا تو وہ بیٹھتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"کون سا؟"

"میں جاو ج جاو ج ساتھ لے والا۔ یہ بکلی کی پری کو گھر کر ہی بیٹھ گیا۔"

"ناک اس کو کوئی حیوانی سایہ نہ پڑے۔" شفیق نے بر جت کہا تو ٹوٹان کی تھلاہٹ پر ان سب کو خوب ہنسی آئی تھی۔



پوچھنے تک ان سب نے محفل سجائے رکھی بلکہ وہاں دہلیں کو سمانی شہسوی ہائے لکھا۔ ان میں سے کوئی بھی ٹوٹان کی اندھائی دہلیوں سے متاثر نہیں ہوا تھا بلکہ یوں انجان بچن کر کوئی دوسری بات شروع کر دیتے جیسے اس کی بات سمجھنے میں ناہن۔ وہ بے جا رہوں کی حیثیتوں میں پھنس کر رہ گیا تھا، جب تک کہ خود ٹوٹان کی اہی نے سب کو ڈانٹ کر کمرہ میں نہیں بھیج دیا۔ میر وہ شفیق کو بھی انہوں نے وہیں روک لیا تھا۔

صبح سب کی "صبح" ہوا ہے سے پہلے نہیں ہوئی تھی۔ میر نے وہاں سے ہر کوشش کو چھوڑ دیا۔

”یہ دن کا وقت ہے، بڑا رات کا“ شفق نے برائی روکتے ہوئے دریافت کیا۔

”ابھی سارا گھر سویا ہوا تھا۔ سچ چار بیچ تو سونے کو لپٹے تھے سب۔“

”تم تو آٹھ سوڑا کے پاس چلے ہیں، غریب بھر کر آ جاؤ گے۔ گھر تو بڑا بڑا ہے۔“

میر کو انہیں سو رہی تھی۔ مجھ کو شفق کو اس کے ساتھ اٹھنا پڑا، سو اٹھ آئی تھی۔ اس کے گھر کو خوب تھے۔ ان کو تار کو دھڑکائیں، جیسا کہ حال، وہاں والوں سے مختلف نہیں تھا۔ میر و آتے ہی وہ دم میں گھس گئی، جبکہ شفق اس صبح ۶ بجے کے خیال سے لیٹ گئی۔



ریت کی لوح پہ لکھے ہوئے ایسا کی طرح

یہ جو جڑا کے گھر پہ چلی آتی ہے

کبھی وہ بار ہے؟

از ازل تا پہ

غروب اور غروب کی تیسرے کے مابین جو یہ

بھاٹنے وقت کی تکراری لہریں ہیں

کبھی تو بار ہے؟

یہ جو ہر موڑ پہ گئے، دوڑتے ریت کی طرح

ڈولتے پاؤں کی زنجیر بنی جاتی ہے

کبھی رہتا رہتا ہے؟

نور کی دھوئیں، دھوئیں کی گزراہوں میں

کون سے جگہ کو چھپانے کے لئے

جھوٹے سچ کے پردے کی طرح مائل ہے

یہ بھی معلوم نہیں

کون کا رپ ہے یہاں اور تھکا گیا ہے؟

ریت کی لوح پہ لکھے ہوئے ایسا کی طرح

از ازل تا ازل

شب کی دیوار چلی جاتی ہے

شب کی دیوار کے اس پار کا خطر کیا ہے؟

کون جتا ہے مجھے؟

بات کا روپ ہے کیا بات کے اندر لپکا ہے؟

وہ ابھی تک شاک کی کیفیت میں تھی۔ وہ چاہتی کو اپنی غلطی کا شدت سے احساس تھا۔ چند لمحوں کی گزری تھی اسے ڈر گیا تھا کہ شاید وہ کی تو پوری سستی ہو چکی تھی۔ وہ چاہتی کی عزت، اس کی معافی دہلی، دل کو رکھنے سے نہیں چھاپتی تھی۔ ایک عورت کے پاس عزت اور گھر کی مضبوطی کے ساتھ ہونا ہی کیا ہے۔ شب کا چٹکا سا دھبہ اس کی پوری ہر کی ریاضت کو جھٹکا دیتا ہے۔ ہر لاکھ کو چارہ کر دیتا ہے وہ چٹکے وہاں نہیں لپکتی جوتی چھاپتی چھاپتی اور مصیبت سے سب کی چھاپوں کو خیر و کرتی رہتی ہے۔

ایک ایسا شخص جس کی خاطر وہ اپنے خون کے رشتوں کو تار خوش رہنے کے دعوے کے ساتھ لگھڑائی تھی، آج ہی مٹیوں پر گر کر چھڑا اس کی طرف پھینک دیتا تھا۔ جس کے متعلق وہ بھر پور کوشش کر رہی تھی، وہ اسے اپنی ہی نہیں بلکہ دوسروں کی نظر میں بھی ذلیل کر رہا تھا۔

اس کا سارا مان، سارا غرور پانی کے تباہ کی طرح بیل گیا۔ وہ چاہتی نے شرمساری کے تمام تر احساس کے ساتھ ہاتھ جوڑ کر اس سے معافی مانگی تھی اور وہ اس نالی نظروں سے اسے دیکھ کر رہ گئی۔

”کیا اس جرم کی کوئی معافی ہو سکتی ہے؟“ ایک عورت جسے چند لمحوں میں بہت برا سمجھ کر اس کے متعلق گہری ہوتی برائت ہو چکی تھی، اس کا وہ بھر سے چاہت اور ساتھ دے دعوے کے ساتھ سراسر اٹھ اٹھتی ہے۔ ”اسی عورت دوسروں سے تو کیا خود سے بھی نظر نہیں ملا پاتی؟“ وہ چاہتی اس کا اٹھنا دیکھ رہا تھا اور وہ گھبرا رہی تھی، اس کے گھر اور ان کو تار کی گزراہیں

”وہ جہاں معافی تو بہت چھوٹی ہے، وہاں بہت چھوٹی، یہ بچے سکتے دل پر باکا سار دیکھنا ہی کر سکتی نہیں لگ رہی۔“

اس کے بازوؤں کے آگے وہی حسد اور ہر دیکھنے والی تھی، جسے وہ چاہتی کا کوئی بھی راز جوڑ نہ چکا تھا۔

”انسان خطا کا پتلا ہے، تباہ دہر اور ہر غلطی اس سے نہیں ہوتی۔ اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ انسان انہی گناہ کا قیدی بن جائے۔ زندگی ایک جگہ بند ہونے کا نام نہیں ہے، یہی چھوٹی موٹی غلطیاں، ان کے پس پر دو چھوٹی محبت کی شدتیں اور پھیل جاتی خوشیاں زندگی کا محرک ہیں۔ شہر بہت محبت صرف محبت ہی کو نہیں اور بھی بہت چیزوں کو ساتھ لے کر پہنچتا ہے۔ کبھی کبھی سردی، کبھی گرمی، کبھی ٹھنڈی ہوا، کبھی ہمارا سچے ہو جی ہو جی ہے۔ ان تمام باتوں کو ساتھ دینا ہی سہا اور اپنے جذبوں کی تیاری کر کے رہنا ہی محبت کی کامیابی کا راز ہے۔ سادہ جھگڑے سے گھر کا ماحول صاف کا شہر نہیں ہوتا۔“

میر جیتہ بھائی اس کی بہت اونچی دوست دہرت ہوئی تھیں۔ شخص اور بچے کا ٹھکانہ، آواز و آواز بن کے دھڑوں سے بٹی تھی تو یہ انہی کی بریں اور شک کا کمال تھا۔ انہوں نے ایک ٹیڈی بھی اسے تھا چھوڑنے کی غرض سے نہیں کی تھی۔ ان دنوں وہ اپنی ساری دنیا کی بچہ دہرت تھی۔

”تو بہت بڑے۔“ حوصلے والوں کا کمال ہو گا، بھائی اور اس کے اس روپ نے تو مجھے پیٹنے کی مار ڈالا ہے۔ اس شخص سے محبت کی تھی میں نے انہوں میں جس نے میری سستی کو راز و راز کو کھلا دیا۔ میرا سارا مان، میرا غرور ساری میں ملا دیا۔ میں نے ساری دنیا کو چھوڑ کر اسے اپنے لئے چھوڑا اور اس نے چند لمحوں میں یوں کھڑے کھڑے مجھے اپنے فیصلے پر پہنچانے پر مجبور کر دیا۔“ اس کی آواز میں کھینچنے والی تھی۔

”زندگی سہولت پر گھس کر نہیں جیتے، تباہ دہر ہے۔“ انہیں ہم اپنی ساری قرب کر دیا۔ جو جھڑپت اسے ہوتا ہے۔ جو ہو گیا اس پر ہی پڑا، ازل کر بچے جاتے رہتا رہتا حقیقت مزید غلطی کی شرمات ہے۔ یہاں بڑی کے رشتے میں ایسے کی مولا آتے ہیں جہاں بڑی کو صبر کرنا پڑتا ہے۔ چاہے وہ جی پر ہی کیوں نہ ہو۔ ”انہوں نے اس کی سوت کو بے لگے کی چوری کو شش کی تھی کہ اس کا دل پر اس کی طرح سے ڈھانکا کب بقا اس میں ان لکھوں کو تھینکے کی طاقت رہی تھی اور نہ ہی جڑنے کی خواہش۔

”میں کسی کو بھی اٹھ نہیں دیتی، بھائی! گناہ کا راز تو خود ہوں۔ میں کیوں اس وقت اپنے بے لگام بندھتا ہوں؟“ بھائی نے اپنے گھٹنے پر ہاتھ رکھ کر دھڑکی دیا۔ ”میں نے اپنے آگاہی رشتوں کو پاؤں کی خوراک میں رکھ دیا تھا۔ خوشی سچ تھی، انسان کو اپنے دل کو ماننا ضرور ہونا چاہئے۔ دل کی خواہشات اور حقیقت گھس کی گھس ہوتی ہیں۔ اگر اس وقت میں اپنے دل کو مار لیتی تو آج مجھے اپنی عزت سے کس کو مارنا پڑتا؟“ اس کے لہجے میں جھنجھکی لگتی اور بڑھتی تھی۔ جیسے اس نے تمام عمر کی تیاری اور اس صبح کے اس کی بوس بانی شادی ہو۔

انہوں نے گھبرا کر اس کے سر پر ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا تھا۔

”تم بعد سے زیادہ حساس ہو رہی ہو، تباہ دہر واپس چلی کے رشتے میں تو ایسی باتوں کی گھبراہٹ کالی جا سکتی ہے۔ جہاں محبت ہو وہاں چھوٹی موٹی جھگڑا تو چلتی ہی رہتی ہے۔ چند لمحوں کو پوری زندگی گروان لیا، محض محبت ہے۔“

”مجھے سے بہتر اور کون اس حقیقت کو سمجھ پائے گا کہ اب یہی طاقت میں بھی کر چکی ہوں۔ اس کی محبت کے چند لمحوں کو میں نے پوری عمر پر محبت کرنے کا سوت لیا۔ میں نے سراسر گمانے کا سوا کیا تھا، ابھی انہیں ”محبت“ کو ترجیح دی ہو تو وہیں ”دل“ کو۔ یہ بھی نہیں سوچا کہ اتنی ساری محبتوں کو کھٹا کر کے صرف ایک محبت کو رہی رکھنا اور اسے سارے دنوں کو توڑ کر اپنے دل کو خوش رکھنا سب سے بڑی کمینگی ہے۔ محبتوں کو کھٹا کر دلوں کو کھو دینا اس سے بڑھ کر بھی گھٹا گناہ و بڑا گناہ بھائی! اس سزا کو ادا ہلدی ہی لگتی ہے مجھے۔“

اس کے منہ پر چڑے کو بھگنے لگے تھے۔

”تم سچ پانا، اُمید کی کاٹکا دھتا ہوا ہے، بہت غلط بات ہے۔ اُمید تو زندگی ہے۔ تم کیوں اس کی لوگوں کو نہیں دیتی؟“ بھائی بھی ڈھکا ڈھکا نہیں دے دیتا اسے سمجھا بھجا کر زندگی کی طرف لانے کی سعی کرتیں، اتنی وہ دل لگتی اور اپنی کاٹکا دھتی تھی۔

”اس اُمید کی لوگوں سے نہیں، وہاں نے شب کی آگ سے ڈر کر آج کیا ہے، بھائی! میں تو خود اس راکھ میں بنگاری و صوفیہ اُچھڑ کر پڑی ہوں۔“

”محبت کیا کہو؟ اُمید کی اُمید کی باتیں۔“ انہیں تو اپنے بچے کی کا۔ قتل و خود کی خاطر جیسے تو کیا ہے۔ سب تم اپنا نقصان بھول جاؤ اور اس جبار سے حق کے متعلق سوچو جس کی آمد میں بہت غور و سادقت پائی ہے۔ اس کے لئے رعبت قضا ہوتا ہے، تم لوگوں کے جھگڑے میں اس نے والی روح کا کوئی قصور نہیں۔ تم انہیں اس کا استیصال بہت اور خوشی سے کہو۔“ انہوں نے اس کا ہیمان نا پاتا وہ اپنے ہاتھ چھڑا کر چہرہ دھک کرتے ہوئے پچھلے انداز میں مسکرائی۔

”ایک لمحہ خیال تو سر نہیں دیا، بھائی! اور نہ شہر سارا باندہ امت نہ لگتی ہوں۔“ بچنے کی خواہش قائم ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔

”خیر اور کوئی فضول بات کی ہوتی۔ یہ کبھی محبت ہے جس میں معافی کا کوئی سولہ سی ہے، انہیں نے اسے ڈھانت دیا تھا۔

مگر میں مجھنے والے دل میں خوشی کی ریت کیسے پڑھوں۔“

جذبات کو کیسے سوچا میں
وہ بھی خود کو بے بس پاتی تھی۔

وہ تو ازل اس کے خویہ و ہمت پر ایک رسائی حاصل کرتے، انہیں چھوٹے اور پھر انہیں بڑھانے والا پیرا شخص، اس کا محبوب، وہ شخص جس کی ایک جگہ اسے بھٹکا کر پانی
وہ تھی جس کے نو ویدے جہاں نے اس کی ہزاروں کی ترتیب بدل کر رکھ دی تھی۔ جسے پا کر اس نے خود کو مکمل ہوئے محسوس کیا تھا۔ مگر پھر ایک روز جیسے جاوہر جی
نے اپنی چھری گھما دی ہو۔ اس شیریں گلستاں لبوں سے اس قدر شعلہ دار لہلاہٹ نکلے کہ تانہ بندہ کی روح تک جھلسا گئے۔

اس روز اسے اپنے نام مکمل ہونے کا شہدے سے احساس ہوا تھا۔ جب یہ تو باپ کا شفیق سایہ نصیب ہو ا تھا اور نہ ہی بہن اور ماں کی محبت بھری ہوا کہ جس میں چھپ کر رو کر
دل کا جو بھری پلکا کھینچی۔ انسان تو رشتوں سے بندھا ہوتا ہے۔ انسان ایک محبت اس کی تکمیل کا باعث نہیں بن سکتی۔ زندگی کے کسی کسی موڑ پر یہ کی جاتی
شہدے سے محسوس ہوتی ہے کہ کھرا ان کی وہابی کا سفر شروع ہو جاتا ہے۔ ہچکچاہٹوں کی طرف ڈبے کی طرف۔

”محبت کرنے والے بہتے خود غرض اور اپنا پسند ہوتے ہیں تانہ وہ اس کی خاطر یہ کچھ بھی کر جاتے ہیں۔ وہ تار کا ٹکڑا دل نہیں ہے کہ تم پر کسی قسم کا قبضہ کرے۔ اس تم
سے محبت نے اسے تیار۔ حلق سراسر ہلا ہوا ہے۔ شاید اسی لئے وہ ایسی تنگ نظری کا ثبوت دے گیا اور نیم سے اچھی طرح اسے کون جان اور کچھ سکتا ہے۔“

”مجھ سے زیادہ محبت کرنے والوں کی خواہش تھی اور اپنا پسند ہی سے کون وقف ہو گا بھائی اسی لئے، شاید اسی لئے محبت کا جائزہ نہیں دیا گیا بلکہ محلوں اور پارکوں میں
پر وہاں چھٹی ہے۔ یہ وہی محبت ہے جو آدمی کو اپنا پسند اور خود غرض بنا دیتی ہے کہ انسان سوائے اپنے جذبات کی آسودگی کے اور کچھ سوچتا ہی نہیں۔ پھر یہ بھی طے ہے
بھائی اکہل ہر اول، وہ دل نہیں رہا جس میں صرف وہ تواری کے کام کدے دیے جلتے تھے۔ اس کے تنگ داند روئے تھے تو میر۔ دل کو جانا دیا نا دیا ہے، جس میں
میر۔ رانوں کا تیل اور سری عریٹ ٹکس کے شعلہ پھیل رہے ہیں۔ اس نے ہاتھ کرتے وقت ٹیک لے کر کبھی میری انا میری عزت ٹکس کے متعلق نہیں سوچا۔ اس کا میر
کا میر۔ اور اس کے باجین دیو ریں کھڑی کرنا جا رہا تھا بھائی اب تو ان دیواروں کے پار اس کی صورت بھی دکھائی نہیں دیتی ہے۔“

”یہ میر بھرا شہدے تانہ بندہ ہی تو قسم نہیں ہو سکتا۔ اور پھر فری جھگرے۔ کس مگر میں نہیں ہوں۔ اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ میرات کو دل پر لے لیا جائے۔“ انہوں نے
اپنا ہیٹ بھری ڈانٹ کے ساتھ اسے بھگایا تھا مگر اس کے دل میں کوئی جوت نہیں چلی تھی۔

”میر معاملہ ہر مسئلہ اپنا پسند ہی کا متنازعہ نہیں ہوتا تانہ وہ اب ہم دونوں صرف اپنے حلق سوچنا چھوڑ کر اپنے کمنے والے بچے کے حلق سوچ رہے تھے صرف ماں یا صرف
باپ نہیں بلکہ اللہ پرین کی ضرورت ہوگی۔ تم لوگوں کی محبت کی نفاذی۔“

”ہاں۔“ اس نے سینے میں دہنی تو خارج کرتے ہوئے دھڑکنے والی نظروں سے انہیں دیکھا تھا۔ ”ایک بچی تو نانی روٹی ہے اس کم کشتہ محبت کی۔ ہوائی تو صرف بھوت
ہی تپا ہے اور پھر گزرنے والے طوفان کی تازیوں کے نشان ہوتی ہیں۔“ وہ پھر سے اپنا پسند ہی کے آخری مقام پر کھڑی ہوئی تھی اور جذباتیت کے ہجے و کھارے بیٹھتی
انسان اٹھاتے ہیں۔ چاہے چھوٹا نقصان ہو یا بڑا۔ چاہے صدیقہ بھائی کی عقلی ہو یا تواری کی محبت۔ وہ اپنی ذات کے نکل جاتی مضبوطی سے بندھ کر چھٹی تھی کہ کوئی بھی پانی
ان قلعوں کو کھول نہیں پاسی تھی۔ ”اچھا۔ کیا بلیڈ بھول گئی تھی۔“

”تم ہی اہم سوری بھائی! اس قدر ذلیق تو اس کے سامنے نظر نہیں اٹھا پار تانہ وہ بچکے اور اس میں مگر وہی شاید قسمت کی قسم خرابی پر
”آپ کا جانا اس سارے قصے میں کیا قصور ہے۔ یہ تو میری قسمت کی طرف تھی۔“

”مگر اگر اصل اتنی آسانی سے چھپ جیتنے والوں میں سے نہیں تھا۔ اس نے فوڈ پر کی اچھی خاصی کلاس لے ڈالی تھی۔“ ”میر وہ بچے والوں میں سے نہیں تھی اس لئے اپنی پشت
پر بہرہ وقت ہی ہان۔ اور بچے کے ہاتھ دھرے محسوس ہوتے تھے۔ وہ کس کساتے میں سر جھکا تھی، وہ اب بھی شیرینی کی طرح غرا جاتی تھی۔“

”نہیں اس غیر محبت کا اس قدر درد و اندھ رہا ہے کہ تم اپنی جی سے اس کی حمایت میں بھڑک رہے ہو؟“

اس قدر تیز انداز اور انگلیوں اور ازل کی دانتوں پر دانت جھانے پر مجبور کر گیا۔ وہ بچے وہ خدائی طبیعت کا کام تھا مگر یہ بھی فوڈ پر مٹی عورت کا مکمل تھا جنوں میں مقابل کو
چاکر کر کو دیتی تھی۔

”وہ غیر عورت نہیں بلکہ میری بھائی ہے۔ میر۔ بھائی کی بڑی ہے۔“

”اچھا۔“ اس نے خستہ نظروں سے ازل کی طرف دیکھتے ہوئے لٹکا میں نظر یہ مٹی بھری تھی۔ ”جس بھائی کی بیوی ہے، اس کی محبت اتنا جوش نہیں ماری جتنا کہ اس
کے دیکھ پر آپ۔ آپ۔ آپ۔“

”بہت گھپاؤ دینے ہے تھوڑی۔ کسی رشتے کی حرمت کا احساس نہیں ہے جنہیں۔“ اس کی کپکپاہٹیں رنگ اچھی تھیں۔ ”خسے سے رنگت تمنا اچھی تھی۔“

”یہ احساس مجھ سے زیادہ نہیں ہونا چاہئے اور ازل اور میں نے تو کوئی خاص اعتراض نہیں کیا تھا۔ بھائی ہی کو تھوڑا اس کی بڑی کے ساتھ فزی ہونا پسند نہیں تو میرا
کیا قصور ہے اس میں؟“ ”وہ جی مصوبیت سے بچ چوری تھی۔ اور ازل کا دماغ کھوم گیا۔“

”کس قدر رعایت میں تھوڑا سا اعتراض اس عورت کا۔“

”یہ سب تھوڑا۔“ ”مگر۔“ اس کی کارستانی ہے۔ جی نے بے جی کو بے بنیاد شکوک کا شکار بنا دیا ہے۔ مگر اچھی بات سمجھ لو فوڈ پر اگر وہ کار کا گھر بڑا دو تو آہم بھی نہیں رہو
گی۔“ ”وہ پسند نہ تھا۔“

”بہت مگر ہوں کے آواز ہونے کی نہیں، دل کے آواز ہونے کی ہوتی ہے۔ اور میں تو پہلے ہی دل بڑا دے ہوئے ہوں اور ازل اور کھارے دیکھو گے مجھے۔“ ”وہ میر طرح
سے مطمئن تھی۔“

”جب وقت آئے گا تو جنہیں اس کا بھی بہت اچھی طرح سے اندازہ ہو جائے گا۔“ ”وہ اپنی نظرت کے خشن۔“ ”ہاں کی وجہ سے مجبور تھا وہ نہ شاید ابھی کوئی انسانی
فیصلہ کر رہا تھا۔“



بہت دنوں کے بعد آج وہ واری کے ساتھ کہیں جانے کے لئے نکل تھی، وہ بھی وہاں کے شہرے ہر راہ پر۔ یہیں ڈاؤن ی میں اس کے کسی دوست نے اپنی پرورش کی
سلیپر لیٹ پائی رکھی تھی۔ ایک اینڈ پر وہ ریا تو اس نے تانہ بندہ کو ساتھ چلنے پر مجبور کر دیا۔

”کلیئر وہاں میر کی حالت دیکھیں۔ اسے ابھر سے سراپے کے ساتھ میں کہیں نہیں جاسکتی۔“ اس نے صاف انکار کر دیا تھا۔

”منقول مت بلوتم آج کل پہلے سے زیادہ خوب صورت دکھائی دے رہی ہو۔“ ”بلکہ تم ساتھ چلاؤ تو میری خواہش تھی میں بھی اٹھنا نہ دگا۔“ ”وہ خوشامد انداز میں کہتا
اسے چٹا کیا تھا۔“ ”اسی آپ تم فوراً اپنا ہر جاؤ۔“ اس کی مٹی پر وہاں سے ہند ہو تو تانہ بندہ نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی شدت ہی ہی پڑی تھی۔

”اچھا ہے۔ طبیعت پر خوشگوار ہونا۔“ اس کا چھوٹی سی تانہ کا۔ ”صدیقہ بھائی نے سراپا لٹا۔“

”وہ واقعی پوری پاری کے سورس و واری کے دوستوں کی دیواروں کے ساتھ خوش دلی سے گپ شپ لگاتے تھے اس کے بہن پر چلا ہوا دکانی حد تک ہٹ گیا تھا۔“

”اس کی طبیعت کی اس نفاذی سی تہ کی وہ واری نے بھی شہدے سے محسوس کیا تھا اور وہ ابھی پکاڑی میں اس کا ہتھکڑا لگا کر دیا۔“

”میں تو ترس کر رہ گیا تھا تھوڑی سی مٹی کو۔“

”خیر اب ایسا بھی کال نہیں پڑ گیا میری مٹی کا۔“ وہ اس کی طرف دیکھ کر ہنسنے لگی تھی۔ اس کے رخساروں کی خواہش تھی کہ وہ انھوں کی جھکائی روٹیاں اس کے سادہ سے
روپ کو بھی چکا رہی تھیں۔ یہ مٹی سروی کے باعث وہ بکے کے ٹکے سے کام لے رہے ویٹ کے بیک سوٹ اور ٹائل میں بلبس تھی۔ مگر یہ مٹی رات کے سڑ میں یہ
ساتھ واری کی زندگی کا جیسے دیا مگر سڑ تھا۔ اس کا نازک ہاتھ اپنے ہاتھ کی گرفت میں لے کر اسٹیرنگ پر رکھ لیا۔ وہ بچکے سے مسکے ہوئے۔ آج بہت دنوں کے بعد طبیعت
میں صلیف سا پکا ہونے لگا تھا۔

”کچھ کیسا عجیب ہوا، ترا میر۔ ہاتھ کو قحط
رنگ اچھر۔“ ”جس میرے اندر کئی چراغ بھل اٹھے۔“

”کہتے ہوئے جیت کی پشت سے ٹیک لگائے وہ مسکے اور ہی تھی۔ واری کے روم روم میں جیسے دل ہڑکنے لگا۔ کتنے دنوں کے بعد وہیں فریٹس دکھائی دیتی تھی۔“

”جے جنوں تری دیے کا، تجھے دیکھتے ہی اک نظر
ہوں ہوا ہے کہ پانی پر، کئی چراغ بھل اٹھے۔“

”وہ بے ساختہ ہوا تھا۔“

”کتنے دنوں کے بعد تو اس کا یہ روپ دیکھا تھا۔ کتنی اپنی اپنی ہی گھر ہی تھی وہ۔ وہ نہ کچھ مرے سے تو ایک عجیب سا بیچ نہ ہن اور سر جھری دونوں کے مابین روٹی تھی۔“

”جہاں اس کی چھٹی مٹی کاڑی کی نفاذی تنگ اچھی تھی۔“

”بھائیوں کے یہ چہرے انہوں نے جانیں کیں
جو دل گلاب ہیں رنوں سے بھر نہ جائیں کیں
یہ رنگ چہرے کے اور خواب اپنی آنکھوں کے
ہوا چلے کوئی ایسی کھر نہ جائیں کیں
بھگ رہا ہے جن آنکھوں سے ب وجود مرا

یہ آنکھیں ہائے یہ آنکھیں نہ ہائیں گئیں

"کب نہیں تابی اٹھوں گے یہ دریا تو بس غمزدہ سیلاب کی طرح بڑھتے ہی چلے جائیں گے اور دل کی کیتھیں میں صرف محبتوں کے گلاب ہی کا سنتہ ہوں گے۔ تمہارے من رنگوں اور حسین خوابوں کو میں کبھی کبھار نہیں دہن گا۔ ان آنکھوں میں ہمیشہ سے تمہارا عکس تھا اور دم "آئینہ" ہے گا۔ تم سے بگڑنا تو موت ہے تابی "کوہ بے حد جذباتی ہونے لگا اور ہوتوں پر مسکراہٹ سجائے تا بندہ کا رلی اس کے نکتوں کو جی اور جوت کے پیلوں میں قتل دی تھی۔ وہیں دل اور عین کے مابین آنکھ کھڑی ہونے والی اور امیں شکاف ڈالنے کی سعی کر رہی تھی۔ اور اس کے اندر بھی لنگش سے بے خبر، قاتل کی اسے اپنے جذبوں کی مین وستان ساز با تھا۔ اور پھر گزرتے وقت کے ساتھ اس نے ہر طرف سے کان بند کر کے جیتا ٹیکلایا تھا۔

وقت بہت بڑا اُٹا رہا ہے۔

اس کا ہر امتحان ایک سر پہ اُتر جاتا ہے۔ کبھی کبھار تو یہ ان دیکھے ان سوچے حالات کو سامنے لاکھڑا کرتا ہے اور کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ گم گشت محلات کو پھر سے دہرا کر دل کے دلم برے کر دیتا ہے۔ تا بندہ کے ساتھ کبھی کبھار ایسا کھیل کیا تھا اس وقت نے وہ جوت سکھائی سے اپنے ہنر پر وراڑنا لگا جو جہاز پر چڑھ کر تابی کچھ دی تھی۔

"لہاری کے چلنے فٹانے میں، میں نے تمہارے لئے دوسٹ نکال کر رکھے ہیں تریا او بھی لے جانا "تا بندہ نے کہا۔ "وہ یہ ہر باتیاں انکڑ کرتی رہتی تھی۔ ہنر کبھی کبھار اس کے ساتھ کاتی بننے لگی تھی اور وہ آنکھوں میں چلنے والے مسائل سے اسے آگاہ کرتی رہتی تھی جن سے اپنی لاپرواہ طبیعت کے ہا صحت وہ انجان ہی رہتی تھی۔ تریا نے اشتیاق کے مارے اس وقت لہاری سول کر چلنے فٹانے میں سے ٹاپ نکال کر دونوں سوٹ دیکھ لئے۔

"ہاں، بہت سوچنے میں بی بی بی "اس نے ہا جیس پیل نہیں تو تا بندہ مسکرا دی۔

"تم میرے لئے دنیا کیا تروہ وقت آئے گا تو بالکل نیا سوٹ بے کر دوں گی۔"

"بی بی بی ایشیہ تروہ پلے (وقت) آپ کے لئے دعا کرتی رہتی ہوں۔ آپ جیسی مصلی طبیعت تو اس پوری حویلی میں کسی ہو رہی ہیں۔" اس نے غور اپنی وقار و پوری کا ثبوت دیا تھا۔

"چھان! وہ ان کی خوشامد ان اے محفوظ ہوئی تھی۔ جب وہ روزوار انداز میں اس کے قریب پہنچی۔

"سب سے کوڑی (کوڑی) طبیعت تو فوزیہ بی بی کی ہے۔ تروہ میری۔" اس نے بات اور پوری چھوڑ کر پوری رانوں کو زبان لگاتے ہوئے اپنے مخصوص انداز میں باتوں سے کانوں کو چھوڑا تھا۔ پھر جوت انداز میں بولی۔ "آپ سے تو بچی دشمنی پالی ہوئی ہے نہیں نے۔ تروہ پلے جی کو آپ کے خلاف بھڑکاتی رہتی ہیں۔ اس دن بھی جب آپ کے پوجنے (مہمان) آئے ہوئے تھے تو انہوں نے ہی بے نی کے کان بھرے تھے۔ بے نی بھاری سیدھی سادی، ان کی پکڑ بڑی کوجھو ہی نہیں پائیں۔ آپ کے بھائی کو انہوں نے بغیر بتا دیا۔ بے نی بھاری تو اپنے بیٹے کی محبت میں آپ سے اچھے گئیں۔ اصل پکڑ تو فوزیہ بی بی نے چالایا تھا صرف آپ کو بدنام کرنے کے لئے۔"

اس کا مذاق سننا اٹھا تھا۔

دُشمنی لانا بی بی کی محبت کے ساتھ بھر سے پکڑا رہی تھی۔

"کیوں؟"

"سیدھی بات ہے۔ آپ نے ان کی جگہ جو لے لی ہے۔ وقار ہاؤ کے ساتھ ان کا رشتہ جو ملے تھا۔ اس روز انہوں نے بے نی کے سامنے آپ کے خلاف بڑی گندی باتیں کی تھیں تروہ میری۔" تریا نے اپنے مخصوص انداز میں بھرے کانوں کو چھوڑا تھا۔

وہ تا بندہ نے غور کو پھر سے اندر اوتارے تو ان کی قید میں پالی جنہوں نے اس کی خوشگوار زندگی میں کاٹنے کی کاٹنے بکھیر دیے تھے۔

"تم نے یہ سب وہاں کو کون نہیں بتایا؟" تا بندہ نے سائیں سائیں کرتے رہا ماع کے ساتھ جی سے پوچھا تو وہ مسکینہ انداز میں بولی۔

"مجھ سے کسی نے کچھ پوچھا ہی کب تھا تا بندہ بی بی پھر میری ایسی حال کہاں کر حویلی کے معاملات میں دخل دوں۔"

"مگر سب کچھ تا کوئی۔ وہ بھی سب کے سامنے۔" وہ بے ٹک انداز میں بولی تھی۔ اس نے اپنے اندر عجیب سی طاقت کو اکٹھے سے محسوس کیا تھا۔

"یہ دماغ بھی وحشی ہائے بھڑ بھڑ ہے وقار بی۔ تم اُنک بکچھوں پر سے سچری کے نکات دُست ہائیں گے، ان کی اصلیت تو سب پر واضح ہو جائے گی۔ تب تا یہ میری عزت نفس بھی کل کر سانس لینے لگے۔"

"چھان بی بی۔" تریا کو ہی کے لے جی جان سے چڑھا تھی۔

تا بندہ نے پانچ سو کا نوٹ اس کی محبت میں ادا کیا۔ کمرے میں داخل ہوتے وقار بی نے مسکرا کر اسے دیکھا تھا۔

"تریابی بی بہت بھرا ہاں ہو رہی ہیں کبھی۔"

"کابیر بے میرا اتنا خیال جو کرتی ہے۔" تریا کو ہانے کا اشارہ کرتے ہوئے تا بندہ نے خوشگوار انداز میں کہا تو وہ اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

"کیا بات ہے آج بہت خوش ہو؟"

"ابھی نہیں گھبرا گیا "اسکے ہوتوں پر ان چھوٹی سی مسکراہٹ بگڑا رہی تھی۔

"ابھی تو اتنی مگر رہی ہو کہ اتنا کر آنکھوں میں ہنسا لینے اور دل میں چھپا لینے کو ہی چاہ رہا ہے۔" اس کا ہاتھ تمام کر، وقار بھاری مسکراہٹ کے ساتھ کہہ رہا تھا۔

محبت محبت بہت

نیک تو ایک اہل حقیقت ہے اس کا ناک کی۔

کس کے کوہ بیت نے وہ دم بھٹا ہے سوائے محبت کے۔ ہر چیز کھٹک رہا جاتی ہے سوائے محبت کے۔

محبت تو جوں کی ساکنی ساکنی کی طرح ہوتی ہے۔ نہ کھاتی دیتی ہے نہ بکھرتی آتی ہے بس اپنے دھار میں لے لیتی ہے۔

وہ دونوں بھی اس کھنڈ پر ہمساری گرفت میں تھے۔

تا بندہ خوش تھی کہ وہ سب کے سامنے اپنی بے گناہی اور فوزیہ کی بے گناہی ثابت کرنے والی تھی اور وقار بی اپنے آپ میں مطمئن تھا کہ تا بندہ جزری بر بات کو بھلا کر بھلا کر اور زندگی پر اس کی محبتوں کے جلو میں ہنر ہے۔

رات کھانے کی چیز پر تا بندہ نے بہت غیر یقینی طور پر پڑا ہے حقیقت "کھانہ کرنے کی لڑائی میں کراہی تھی۔

وقار بی دنگ سا لے دیکر رہا تھا، جواب بھی بہت مطمئن اور بڑھتی ہی مگر رہی تھی۔

"کیا مسئلہ ہے پڑا کھانے کے بات کر رہا۔"

لہاری مگر کے "غواہی" مسائل میں کمی، لکھی لیتے تھے۔ اس سارے معاملے سے بھی لاعلم تھے بڑی سے تا بندہ کو بڑھلا، وقار اس نے تریا کی طرف اتار دیا۔

"اس سے پوچھیں لہاری اگر سارے معاملے کی گواہ ہے، آنکھوں دیکھنے والی بھی اور کانوں سننے والی بھی۔"

فوزیہ نے جھپٹا کر اس پر وار کیا تھا۔

"تو جوں کو کچھ نے مگر میں جا سوں پال رکھے ہیں۔ ہاں جی، ہر وقت تمہارے خلاف پالیسی ہی تو بنتی رہتی ہے یہاں۔"

"یہ تو تمہیں بھی پتہ چل جائے گا۔ اس نے خود تمہیں وہ مگھیا لنگھو کر تے ساٹھا جوت اسن کے اور میرے متعلق کر رہی تھیں۔ جی نے ساری غلامیاں پیدا کی تھیں۔ کچھ کا کچھ کبھی بھی مجھے اس مگر میں خوش نہیں دیکھ سکتیں۔" تا بندہ نے جی سے کہا تو وہ بھڑک اُٹی۔

"دیکھ رہی ہیں آپ بے بی؟"

"یہ کیا ہو رہا ہے تا بندہ؟ کیا مسئلہ ہے؟" وقار حیرت کے سمندر میں غوطہ ڈال رہا تھا۔

صدر قید بھائی اور بھائی بھائی پریشانی سے سب کچھ دیکھ رہے تھے۔

"جب سب معاملہ ختم ہو چکا ہے تو یہ بے نیازتا ش گزرنے کی کیا ضرورت ہے؟" جے جی کو غصہ آچکا تھا۔ پہلے ہی بھٹکنا انہوں نے اپنے ہاتھ جڈا ہات کو کھٹک کھٹک کر سلا یا تھا، اب وہ ایک نیا قیہ کھڑا کر رہی تھی۔

"کیا سنا تم نے حرم خور اب بھتی کیوں نہیں لکھا بی بی سانی ہے اس نے تمہیں؟" فوزیہ لرزتی، کپکپاتی تریا پر اپن پڑی تو وہ گھٹایا لے گئی۔

"مجھے کچھ نہیں پتہ۔ لہہ پاک کی قسم لے لو جو میں نے کچھ سنا بھی ہو۔"

"ایک لٹھ کی جوت کہا تو میں زبان کا تاروں کا تمہاری۔" بھڑا اُٹل غورا تو وہ اپنی چندی چندی آنکھوں میں آنسو بھرا لی۔

"میتو جی اس حویلی کی نوکریوں تک کھلا ہے میں نے آپ سب کا۔ میں کیوں جوت ہوں گی۔ میری زبان میں ہائے، جسم میں کیز۔ پڑ جائیں۔ مجھے تو تا بندہ بی بی نے پانچ سوہ پلے دیے تھے کہ میں فوزیہ بی بی اور بے بی کے خلاف باتیں کروں۔ میری ہمت نہیں چڑی۔ میں ملک غور اٹھا اسکی بات کیسے کر سکتی ہوں؟"

کا پنے انہوں سے وہ پٹے کھولنے سے بندھلا اُتر اس پانچ سوہ پلے کا نوٹ نکال کر میر پر رکھتے ہوئے وہ بڑا بھرا داری کا ایک نیلا بگڑا رہی تھی۔

فوزیہ کی بھڑ میں جس جیت کی چٹ ہڑاتی۔ اس کی خاموشی بھڑوں سے جھلکتی ٹھانڈی تریا نے خاموشی ہی سے وصول کر لی تھی۔

"نہم۔ تم کو کیا بڑا بھلا جوت ہے میرے ساتھ۔" پکارتے سر کے ساتھ وقار پر اپن پڑی تھی جو بے جی کے پیروں پر ہاتھ رکھنے لگی تھی۔ مگر کیا کیا جائے کہ بڑی بی بی اُٹن چکی تھی۔

"نہ چھڑا سکو گے دامن، نہ نظر بچا سکو گے
جو میں دل کی بات کہہ دوں تو کہیں نہ ہا سکو گے"
لکھن کے سکوت کے بعد اس کے دماغ نے اسے بولنے پر سبکی فسی بلند ہوتے لگی تھی۔

"بہت بد تمیز ہو تم لوگ۔" ڈارائن ای ہوئی تھی۔

"تو تمہیں کون کہہ رہا ہے پسند نکال دے دیکھانے کو۔" مسمر نے کئی روکتے ہوئے کہا تو ڈارائن نے اس کا جملہ اچک لیا۔

"جبکہ ہم بھی اس محفل میں روٹی فروز ہیں۔"

تو کیسے خوب سے جاگی ہیں انکھیں
کسی مہر پہ دل بنتا نہیں
جو دیکھوں تو ہر اک جانب سمندر
مگر پینے کو اک تھرو نہیں ہے

فرمان کے شعر پر سب نے سرزد ہوتا۔

"اس قدر مایوس کن شعر کے بعد نہایت عزت و احترام کے ساتھ یہ محفل برخواست کی جاتی ہے۔" ڈارائن نے شاہانہ انداز میں کہا۔

"مسمر دینا آپ کے لئے فون ہے۔" ڈارائن کی بی بی نے اسے آکر بتایا تو وہ حیران ہوئی۔

"کس کا فون ہے؟"

"تمہارے گھر سے ہے۔ کوئی شاہد بات کر رہی ہیں۔" انہوں نے اپنی پریشانی چھپاتے ہوئے بتایا تو مسمر بتائی فون سینے میں لی۔

"کیا بات ہے؟" ڈارائن نے پوچھا تو وہ سرف سے بولیں۔

"مسمر وہ کی ای ہاسٹوڑا ہیں۔"

"کوہڑ؟"

"سبھی ہنسنے لگے تھکڑے ہوئے تھے۔ شفیق بی بی سے لاؤٹی کی طرف بھاگی، جہاں وہ زبردستی رکھتے لئے بیٹھی تھی۔"

"کیا ہو اسی؟"

"میری بی بی۔"

"شفیق نے ہلا سے کے لئے اسے شانے سے لگایا تو وہ ہلک کر رو دی۔ وہ گھبرا گئی۔"

"کیا بات ہوئی ہے؟"

"انہوں نے لیس بھی بتایا ہے کہ ای ہاسٹوڑا ہیں تین روز سے۔"

"کون سے ہاسٹوڑا ہیں؟" بی بی نے ہلدی سے پوچھا تھا۔

"میں۔۔۔ ڈاکٹر ز ہاسٹوڑا ہیں۔"

"اپنی جھک سیریں؟"

"وہ کہہ رہی تھیں کہ اب ای ٹھیک ہیں۔"

"پلو ہر ہم لوگ بھی چلتے ہیں۔ ڈارائن کی بی بی نے آکر کہا تو وہ بھی مسمر ہو گئے۔

"میں گاڑی کاٹا ہوں۔" ڈارائن، بی بی کے ساتھ باہر نکل گیا۔ ڈارائن کا طبیہ ساتھ چلنے والے ڈاکٹر شمس، بی بی اور فرمان کے ساتھ آئی، شفیق اور مسمر وہ ہاسٹوڑا ہیں۔

"ڈاکٹر زنگ؟" وہ ڈاکٹر کے ساتھ آئے تھے۔ اس لئے قہور سویت کر پڑا۔ ڈارائن نے آکر مطلع کیا تھا۔

اسے چپکے چپکے آواز پوچھنے دیکھ کر بی بی نے کہا۔

"میں دیکھتا ہوں جا کر شاہ مسمر کو جانے کی اجازت مل ہی جائے۔"

اس منہوں کے بعد وہ کامیابی کے سڑکے کے ساتھ واپس آیا تھا۔

"کسی بھی چیز کی ضرورت ہو آئی ہے پوچھ لینا، ہم نہیں ہیں۔" بی بی نے کہا تو وہ تھک کر حیران نظروں سے آئے دیکھتی اندر چلی گئی۔

اور سب نے بت ہی رہی۔ گرد و روئے چلی جا رہی تھی۔

"شاہنشاہ میں نے تمہیں مع بھی کیا تھا کہ اس ٹری کو مت تانا۔" وہ گھٹا بولے انکھیں۔ شاہ نے بھائی کے مسمر سے شکایت کی تھی۔

"ایڈس پست کیا تھا، کانپنی پر اٹھ ہو گئی تھی۔ اسی لئے ہاسٹوڑا میں نے غصہ کرنا ہے، اگر یہ کسی بات کو سیرس لیتی ہی نہیں ہیں۔" انہوں نے سب کا کتہ کر پھینک دیا۔

آگے بھی گئی۔ شاہ کی ساس مسمر کو قتل دینے لگیں۔

"بہت بھاری ہے تمہاری ماں۔ یہ سب تو چھوٹی موٹی نکلیں ہیں او کیو لو اب بالکل ٹھیک ہے۔"

مگر منہ کی بجائے اس کے دل کو ایک تکلیف پہنچی تھی۔

"لیس اب میں اس کے پاس ہی رہوں گی۔ بہت کرلی پر حائل، مجھے نہیں رہنا ہو مل میں۔ اب میں بھی آپ کے ساتھ دیر تا دیر جاؤں گی۔" وہ رو پڑی تھی۔

"لوہو، ایک تھوڑی جگہ بھی بنا۔" وہ بچھڑ گئیں۔ مسمر اس کا دھیان نہ لے کر پوچھنے لگیں۔ "جھا پتا کہ کس کے ساتھ آئی ہو؟"

"سب باہر ہیں، ابھی ملاقات کا کام نہیں تھا اس لئے انتظار کر رہے ہیں۔" وہ ڈارائن سے بتا رہی تھی۔

اور جب ملاقات کا وقت آیا تو سب بی بی کی جانب تھا۔

"اس کا کوئی بی بی دوست مل گیا تھا، وہی جس کے منہ میں وہ کالم گستا ہے۔" ڈارائن نے کہا ہے اسے ابھی کسی کالم سے شاہ کوئی مسئلہ کھڑا ہوا ہے۔ بی بی تم سے

سو رہی ہو لے کر کہہ گیا ہے۔" شفیق نے سرکش میں اسے بتا دیا۔

مسمر جا بھی تھا تو کراؤ سب کا۔" شاہ نے بھائی نے بے تکلفی سے کہا تو وہ مسر، اول۔

"یہ ڈارائن کی بی بی، اور یہ جو محفل اور بی بی دونوں سے دیکھا کہ باہر یہ وہاں ہے اور یہ جان ہے۔ یہ دونوں تار۔ بہت اچھے بھائی ہیں۔"

"تھیک گوا بی بی غیر حاضر ہے۔" ڈارائن کی بی بی بہت نے مسمر کو گڑبڑا۔" اس کے بری طرح جھپٹنے جانے کو ڈارائن نے بہت الجھائے کیا تھا۔ وہ بی بی پر ہلشکل اٹھنے کو تیار ہوئی تھی۔

"ایڈس نکھڑ میں جوڑے۔" وہ ان ہیں، پھر جانا وہاں۔" اس درمیان میں تو برعکس مت چھوڑو۔" بی بی نے کہہ کا تو وہ منہ پھوڑتی ان کے گلے لگ گئی۔

اگلے صبح کبھی نے رات سے سڑا بعد دیا۔ ڈارائن اور شاہ ان دن اندر سے۔ مثالی ملاقات کے لئے روانہ ہوئے۔ بی بی نے شفیق کو مسمر کو ڈارائن کے لئے کی ذمہ داری اپنے سر لے لی تھی۔ ڈارائن کی بی بی نے ان دونوں کو خوبصورت سوٹ اور ٹیک کے ایک ایک پر ارد پھینکا۔ ان کے معترض ہونے پر اپنا بیت سے ڈانٹ بھی دیا۔

"ڈارائن کی نکھڑ ہو تم غیر درجہ کا کار کیا تمہارا حق بنتا ہے۔"

مسمر وہ کہتے چھوڑا تھا۔

شفیق کو مسمر ڈارائن کیا تو اس کی بی بی نے چائے پلائے بغیر گھر سے نکلتے نہیں دیا تھا۔

وہ اس پر دوس کے لئے اگلی نشست کا دروازہ کھول کر لکھڑا ہوا تھا۔

"تم تیرے برادر بھائی، مسمر۔" نے عزا کا کاٹھ ہوا۔" بہت شاعری سے وہ اگھر بڑی میں ہوا تھا۔

کانوں میں گنا آٹھنے والی دھڑکن نے مسمر کو اندر نہیں لگائے۔" پاکر وہ عجیب و غریب مذاق کے منہ میں۔ وہ خاموشی سے بیٹھ گئی۔ وہ تو ہند کرنا وہ ڈارائن تک بیٹ پر بیٹھ گیا۔

"یہ گاڑی فرمان کی ہے۔ اس کی فرٹ بیٹ پر تو جانے کون کون جیٹا ہکا مگر جب میں گاڑی میں گا تو اس کی فرٹ بیٹ پر صرف تمہیں اٹھاؤں گا۔" گاڑی اسرار سے کرتے ہوئے اس کی طرف سے یہ پڑھا لال اٹھا تھا۔

مسمر نے آنے پر۔ سے آگ کی نہیں کٹی محسوس کی تھیں۔ اسے کچھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ جواب میں کس درجہ کا اٹھا کر۔ ہے توجیب دھڑکنیں لئے سر جھکا گئے اٹھیاں مسکلی رہی۔

وہ اپنی مات جاری رکھتے ہوئے بولا۔

"تو نے مجھے اسپرٹس ایک پہنڈ ہے مگر تمہیں شاید اچھی نہیں تھی۔ اسی لئے تم نے اس روز بھیری آفر قبول نہیں کی۔" وہ مل ڈارائن کرنے والی۔"

وہ مسمر کو ڈارائن لے کر بی بی سر جھکا گئے بیٹھی تھی۔

بی بی نے پھر وہ ڈارائن کی طرف دیکھا۔ اس کے دل میں وہ درد تک ہے۔ وہ اٹھیاں اور خوشی پہنچتی چلی گئی۔

یہ لڑکی اس سے بدلتی رہا کرتی تھی یہ لڑکی اس کے دل سے بڑھتا۔

کبھی کبھی لڑکیوں میں، بچی نہ رکھے والا لڑائی جاتے کب اور کیسے تقریری مقابلوں میں سے باہر بھی اس سے مخالفت برتنے والی اکثر اور بڑے بد جہالتی کی لڑکی کا اس پر ہوتا چلا گیا تھا۔

اسے چاہئے کہ وہ لڑکی اس کی تعریفی رنگت دیکھتا اسے پیشہ کی ایک طرف عمل لگا کر تھا۔ جسے اور جھگڑا بہت میں وہ اسے بے سہارہ بنا جاتی تھی۔ جہاں اس کی سرکراہت دیکھ کر اس کے جسم میں مزاج اضافہ ہوتا تھا۔ اس نے ہنسل خود کو دوسری ٹکاہ کی بے ادبی سے روکا تھا۔ وہ اسکرین کے پار دیکھتے ہوئے بچہ لڑکی سے نکلا۔

”شاہ اس سارے معاملے میں میری سی لڑکی ہے۔ میرے وہ بچے کی وہ ہے سی تم مجھ سے متنفر ہو گئی تھیں۔“
”نہیں۔ اس میں تباہی کوئی غلطی نہیں تھی۔“ وہ بے ساختہ اس کی بات کاٹ گئی۔ پھر مدہم لہجے میں بولی۔ ”بچہ نہیں۔ میں سی کیوں ہر معاملے میں اتنی جہالتی ہو جاتی ہوں؟“

”فصحا میرے معاملے میں۔“ لڑکی نے شرارت سے کہا تو وہ بچہ لڑکی سے اسے دیکھنے لگی۔

”تب تو میں تمہیں معاف کر چکی ہوں۔“

”اے۔۔۔“ وہ اس کی بات سن کر بدلتا پھر بدلتا ہی چلا گیا۔ میرا کو بھی اپنی غلطی کا احساس ہو تو دوسرے ہی دن کر رہی تھی۔

”بچی تم کو تمہارے قصور میرے تھے۔ مجھے صاف کر دیا ہے۔ اے سنگھ۔“ وہ بھی تنک ٹھٹھوڑا دیا تھا۔

”میرا مطلب ہے کہ تمہارے متعلق جو لڑکیاں ہیں۔ دل میں تمہیں وہ اب قسم ہو گئی ہیں۔ میں نے گزری باتوں کو بھلا دیا ہے۔ مگر مزاج بڑے تکان ہو لئے والی میری طبی کی ہتیلیاں بچ رہی تھیں۔ کہنا کچھ چاہتی تھی وہ زبان سے نکل کچھ دور تھا۔“

”میری گندا۔“ اس نے سرکراہت سے بولے سر ہلایا تھا۔ پھر اظہار ہو۔ سر سرنی انداز میں بولا۔ ”وہ ایسے اب تمہارا۔ دل میں میرے لئے کیا ہے؟“

”میری گندا۔“ وہ لڑکی نے پچھلے دنوں سے میری ہلی جس کے تصور سے ہی غلطی تھی۔ اس سوچ کو وہ نظر نہ دیکھتی تھی۔ اس سوچ کو وہ نظر نہ دیکھتی تھی کہ لڑکی نے بڑھاپا سے اس سے یہ سب پوچھ لیا تو وہ کیا کر گئی۔

گزارے لوگوں پر خاموشی کی چادر دھیز بولنے لگی تو لڑکی نے گاڑی کی رفتار آہستہ کر کے دے اس کی طرف دیکھا جو سر جھکائے خاموش بیٹھی تھی۔ اسے احساس ہوا کہ وہ خاموشی تو غلطی تھی مگر وہ غلط نہیں۔ سوچ نہ پ کر کے اس کی ہتیلیاں بھگور رہے تھے۔ اس نے خالی سڑک کے کنارے پر گاڑی روک دی۔ میری دیکھ کر اس احساس پر اٹھائی اسے اسے کوئی خوشی نہیں دینی تھی۔

”میں نے تم سے پہلے کہا تھا میرا وہ بڑھاپا متعلق لڑکیوں کو کچھ نہ سمجھانے کی خاطر تھا ہے۔ چاہے وہ اچھا ہو یا نہ اچھا تو قسمت کے سلسلے میں نہیں گزرتا میرے۔ اس اٹھارے سے خوش نہیں ہو تو بھی میں تم سے مصدقہ کر سکتا ہوں۔ ہاں اٹھارہ کیوں گا اپنے حق میں کہ میری نظر سے دل تنک پچھتے والی تم پہلی اور آخری لڑکی ہو۔ میں اس معاملات میں کبھی کبھی جہالتی نہیں رہا۔ پھر بھی ہانے کیوں تمہارا۔ معاملے میں خود میرا دل میرے مقابل ڈٹ گیا ہے۔ میرا حال غلط تھا۔ میری خوشی کا ہو گا۔“ وہ پھر بھی خاموش رہی تھی۔

اس خاموشی نے لڑکی کے اعصاب پر کافی اثر ڈالا۔ دل کے کسی کونے سے سر دھڑکی لہر اٹھی تھی۔

”اگر ہم کہیں اور وہ مسکرا دیا
ہم ان لئے زندہ بچائی انا دیا
مرا دیا۔ صلہ دیا۔ بنا دیا۔ دیا
مگر وہ کوئی فیصلہ تو بنا دیا۔“

اس کی پوچھ لڑکی تو دیکھ کر اس کے دل کے کناروں میں زبردست سارا تھا۔ یہ لڑکی تھی۔

یگانہ ہی یوں لگا جیسے زندگی میں کسی کڑواہٹ نہ ہو۔ اس نے سن کر کہا۔ پوری اب وہ اب تمہارے ساتھ آگیا۔ دے دی ہو۔ ساتھ بیٹھا یہ شخص جو بھائی کے ساتھ اس کے جواب کا منتظر تھا۔ اس کی تمام بے وقوفیوں کا گواہ اس کی پورے پورے فحش برداشت کرنے کے باوجود پورے غلوں اور صحت کے ساتھ اس کا ساتھ چاہ رہا تھا۔
”وہ والا کر کے خود کو کانا دیا نہیں کرنا چاہتی تھی۔“

”خوشیوں کے بعد اس نے پھر وہ صاف کہتے ہوئے بہت جیت جیت کر اس کی طرف دیکھا جو انکھوں میں اشتیاق مومے اس کے فیصلے کا شدت سے منتظر تھا۔“

”میں۔۔۔ خوش ہوں۔ بہت خوش۔“ اپنی تمام بے وقوفیوں کو اپنی ہی زبان سے کہنے کے ساتھ کہتے ہوئے اس کی آواز بھگتی گئی مگر لڑکی کو جیسے اس نے خود کو زندہ ہی لگتی تھی۔

”مجھ کو مسکرا دیا۔“ وہ اس کی طرف دیکھ کر خوش ہوئی۔ ”اس کی آواز میں کبھی خوشی میری دیکھی طرح نہیں دیکھی تھی۔“

”میں بھائی ہوں لڑکی! کیا کہنا؟ آج اس فیصلے نے مجھے بھی اتنی خوشی دی ہے۔ سوچتے ہوئے اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی آواز سن کر اب تک لگتی تھی۔“

اسے بے سہارہ ڈھپ کر دے وقت بہت سی جھگڑاؤں کے ساتھ ساتھ اس نے خاص طور پر اسے بدلتی تھی۔

”نول تو شہزادہ گزرا۔“ اب کوئی مزے بدلتی نہیں کرے گا۔ اور اگر یہ کچھ ہو تو اس کی سیدھی کہہ لے گا۔ ”میں نے بھائی کی کوئی ضرورت نہیں۔ ویسے میں نے اس کی اچھی طرح سن سکا دیا تھا۔“

”لوگے۔“ اس نے بہت نرمابہر لڑکی کا منتظر کیا تو وہ نہیں بولی۔

”آج یہی ہے تم اپنے چنگوڑا اس کے زیادہ اچھی لگ رہی ہو۔“

”خدا حافظ۔“ وہ جیسے کہ گیت سے اندر داخل ہو گئی۔ لڑکی کی نظر نے دور تک اس کا دیکھا کیا تھا۔

وہی ہی اس کے دل و دماغ بہت خوشنما سے خیالات کی گرفت میں تھے۔



جانے سے پہلے ہی اسے لے کر وہاں آتی تھیں۔ نہیں دیکھ کر وہ بہت خوش ہوئی تھی۔

”شاہ بھائی جیتنا ہے جیتنے سے مدد کی ہو گی۔“ ان کے کہتے ہوئے اس نے غصے سے کہا۔ ”میں نے بھائی کو کھانا لایا۔“

”وہ میرے ساتھ جانا چاہی تھی۔ میں نے ہی کہا کہ اب اتنی ہی دیر دوں۔ وہ رونا دہا۔“ انہوں نے مسکراتے ہوئے بتایا تھا۔

”پورا آج کو گھر ہیں۔“ اس نے شاہ کی سانس کے متعلق احتیاط کیا جو کہن کی بھرپور کھلی تھیں۔

”وہ بھی اس کے ساتھ ہی ہے۔“ اچھی دیکھی پر میرے ساتھ ہی جانے لگی۔ ”انہوں نے اطمینان سے کہا تو وہ بھی مطمئن ہو گئی۔ مگر ساتھ ہی دل دھکیلی اور دھکیلی نے بھی اپنے گھر۔ میں لے لیا تھا۔“

”کتنی اچھی تھی! اب اتنی ہی ہو رہا تھا۔ بھائی بھی زندگی کے کسی بھی موسم پر نہیں نے ہمیں انھوں کی کسی محسوس نہیں ہو گئی۔“ اس کی آنکھوں سے جھٹکتے احساس غریبی نے ہمیشہ کی طرح ہی کی رنگت چمک کر دی تھی۔

انکھوں سے اب تک انھوں نے اسے ہر سانس کی تھی۔ ہر سانس اچھا۔ محبت پھر بھی ایک سی رہی تھی۔

”جو کہ میں نے یہ سب کہیں ان کے کہتے ہوئے تو وہ کسی کی ضرورت ہی نہیں رہ جاتی۔“ انہوں نے اس سے زیادہ خود کو تسلیم ہی تھی۔ آج سے پہلے میری ہلی بھی کیا کرتی تھی۔ مگر کسی کے زندگی میں آج ہی جیسے زندگی کا سنبھال دیا گیا تھا۔ بہت سے دشمنوں کی کھلی کا احساس شدت سے ہوئے لگا تھا۔

”وہاں سے کہنے غریب صورت دیکھتے ہوئے جینا اسی لانا امانی، دادا، دوتی، ماماں، دھپا اور میرا سارے کھڑے۔“ یہ سن کر ان کے دل میں اتنا جھگڑا تھا کہ اس نے دیکھا تھا۔“ وہ اتنی اس کی ہلی تھی۔ انہیں اس کے اندر محسوس کہ ہلی کا احساس ہوا تھا۔ اور کچھ ہی سیات پھر۔ اندازہ تھا کہ لڑکی اندر غلطی ہی چاہتی تھی۔

”اسے خوشی ہے۔ ہم بھی ہم بھی بہت ناگہمی ہو۔“ خود کو سنبھالتے ہوئے انہوں نے اسے اپنے والے انداز میں کہا اور پھر اس کی پیشانی پر آنے والی ٹھیک کرتے ہوئے بولیں۔

”تم یہ بتاؤ کہ لڑکی کا تعلق کیا ہے؟“

”وہ جو شہزادی تھی تھی۔“

”بہت مزہ آتا۔ اے انجوائے کیا سب نے۔“ سب معنوں میں ایک جہلی کا احساس پایا ہے میں نے۔ ”وہ کہہ رہی تھی کہ وہ ایک عجیب سائنس پھر۔ احساس میں مگر ہی اس کے جھگڑاتے پھر۔ کو دیکھ رہی تھیں۔“

”پھر وہ اتنی تھے مجھے تو خوشی کو کچھ نہ روئے۔ اور ایک ایک بہت بڑا انوکھ بھی دیا ہے۔ میں نے تو بہت منع کیا تھا۔“

”میں اب میری جان انہیں سب سے جھلی کی کھلی کا احساس ہونے لگا ہے؟“ انہوں نے اپنی تفصیل کے جواب میں یہ سوال کیا تو وہ جیت سے انہیں دیکھنے لگی۔ پھر ان کی جھلک پڑتی رنگت دیکھ کر وہ ان کے گھٹے میں انہیں ڈال دیں۔ ”اسے اپنی غلطی کا بہت شدت سے احساس ہوا تھا۔ وہ انجانے ہی میں ان کے ڈھم کرے سے جا رہی تھی۔

بہت قسمت پر بھی کسی کا زور ہوا ہے؟

”میرا وہ مطلب نہیں تھا۔ بس یوں ہی سب کو اپنی کھلی جھلی کے ساتھ دیکھ کر اپنی خیال کیا تھا۔“ کاش میرے۔ پھر بھی ہمارے ساتھ ہے تو ہم کتنا انجوائے کرتے زندگی کو؟

”میں نے سوچا ہے بلکہ میں نے سوچا ہوا ہے کہ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں اور نوروز کی شادی کروں جائے۔“

تاہم وہ کہہ کر ہر جیسے بھڑک اٹھا۔

وہ بچھیں چار لڑکیاں تک مشہوری و قاری کو دیکھنے لگی تھی۔ پھر ایک دم نے کہا کہ اس کی گود سے چھٹی بہت پڑی۔

”وہاں تو خراب نہیں ہو گیا آپ کا؟“ اس نے کہا کہ لے آپ ایسے فلول فیصلہ پاگل ہو گئے ہیں آپ۔“ وہ بچہ کی حرکت میں تھی۔

”اس میں ایسی عجیب کوئی بات نہیں ہے۔ ابھی بچوں کا نکاح ہو جائے گا تو شروع ہی سے ایک مضبوط رشتہ ہو رہا ہے۔ اس کا احساس ہے گا۔“

”خاموش رہیں وہاں میں آپ کو اپنی بیٹی کے لئے ایسا کوئی فیصلہ کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دوں گی۔“ وہ بچہ کرتے ہوئے بھی درشتی کا مظاہرہ کرتی تھی۔

مگر وہ نرم انداز میں اسے سمجھانے لگا۔

”وہ بیٹی اپنی اس طرح کے رشتوں سے تپتی ہوئی اور اختلاف کو فتح کرنے میں مدد ملتی ہے۔“ وہ بچہ کی زوریاں دوہرتی ہیں۔

”مگر میں اپنی بیٹی کو برا نہیں کر سکتی۔ وہ بھی ان خود غرض لوگوں کے لئے جن کے لئے میری کوئی اہمیت نہیں۔“ وہ جبری بیٹی کو کیا سمجھیں گے؟“ اس کی بات کانٹے ہوئے

تاہم وہ بچہ کی سے کہا تھا۔

مگر یہاں سے گھر لے گا، اور نہیں نے بیچہ وہی دل کے والی میں بیوں سے بچنے کا ٹولہ عید کر دیا تھا۔ چھٹی تو وہ اپنے فیصلے پر اڑ گیا تھا۔

”دیکھیں میں یہاں آپ۔ کس قدر سنگ دل ہو رہے ہیں وہاں۔ وہ جانتے ہیں کہ فوڑیہ لے لے گی بھی مجھے دل سے قبول نہیں کیا ہے۔ پھر بھی اس خنثی سی ضد پر اڑے

ہوئے ہیں۔“ وہ رو رہی تھی۔

نوروز نے لے تو ایک زمانے میں تاشا لگا دیا۔

”میں تو اس عورت کو نہ لگا، ابھی پسند نہیں کرتی اس کی اصلی اجڑا آپ کی بہت کیسے ہوئی میرے ہونے کے لئے اس کی بیٹی کا نام لینے کی؟“

”کہہ دیجئے کہ وہ جانی عورت اس کی بیٹی سے میری بیٹی کا رشتہ ہے۔“ بچہ کی بھری ہوئی۔

”آپ کے دل میں چاہے اس عورت کی کوئی بھی تہہ ہو۔ مگر میرے لئے وہ کسی سون سے کم نہیں ہے۔“

وہ بہت گنہگار بن کر اڑتی تھی۔ ایک دم ہی جیسے شہر پا ہوا گیا ہو۔ ہر ازلی کا ہاتھ بے ساختہ ہی اٹھ گیا تھا۔

اس نے ایک تیز و مستر رشتوں کو وہ زبان کی دھار سے جھجکی لگی تھی۔

مگر وہ اس کے اشتعال سے بچنے کی بجائے آتش نکلان کی طرح اٹھ پڑی۔ اس قدر دلوں کا کھڑا ہوا کہ کھڑا کی پتا۔

مقدور لابی کی مدد سے اس نے کہا۔

”مگر یہ حالات بھی آپ کو کچھ ہے جی، اب یہ لوگ دل ہی سے اس رشتے پر سنا منہ نہیں ہیں تو پھر منہ زبانی ایسے فیصلے کرنے کی کیا ضرورت ہے؟“ تاہم وہ نے بہت

ضبط و تواضع کا مظاہرہ کر رکھا تھا۔

نوروز نے یہ بچہ کی کوئی باندی لاکھیں تھی۔

اس نے کوئی بھی کڑی دیکھا اور بچہ کی سامنے بھی اسی خنثی اور گڑبگڑ کا مظاہرہ کیا تھا۔

”میں تو ایک فیصلہ بھی اس رشتے کے حق میں نہیں ہوں۔“ تاہم یہاں تو ٹائیس موجود ہیں بہت حاصل کر لے گی۔ اور بچہ تو والدین ہی کا پوتا ہوتا ہے۔ کیا فائدہ

کلی کا میرا بیٹا بھی میرے ہاتھ کر کر دے۔ تو سب کے ہاں کورشتے بنائے گا مگر اتنا ہے اور نہ ہی اس کو۔“ لہذا یہ کڑی ہی سکر ہوتے جانے وہ سب کے سب تانہ و کوری

طرح طرح کی تھی۔

اپنی ذات سے باہر رہنے والا شخص بیٹھ دوسروں کی غم خوئی میں مبتلا رہتا ہے۔ بچہ اپنی ذات کے اندر رہنے والا شخص کچھ اس قدر حساس ہوتا ہے کہ خود پر آنے والی ہر بات

اس کی جڑوں تک کو جلا دیتی ہے۔

اور تاہم تو بیٹھ سے اپنی ذات میں قدرتی بن کر رہی تھی۔ اسے تو یہ کچھ جملہ سراسر اپنے کردار پر کچھ اچھا لگے کہ مڑا ہوا لگا تھا۔ اور یہ تو وہاں کو بھی بہت لگا تھا مگر بے

جی نے اپنے دل کے لیے میں ہی بات ہی تم کر دی۔

”یہ میرا فیصلہ ہے۔ میں اپنی زندگی میں تم کو کبھی گھر سے دور نہیں دیکھ سکتی۔“ ان کے والدین نے تو جی میں مایاں کرنا نہیں کر لیں مگر میں اپنی نسل کو اس بے ریا

روٹی کی اجازت سے شرمیں دوں گی۔ اس لئے میں جانتی ہوں کہ ان کے لیے شری رشتے میں ہلکا سا جانے کے لئے سے پہلے یہ بڑا درد سوجھیں۔“

تاہم وہ کابروا دیا ہے کہ رہا رہا تھا۔

مرد پ

ہاں بھی شاید وہ ایک بار پھر اس پر دم لگیا۔ اس وقت بھی صدیق بھائی ہی تھی جسے غرضتے کی طرح اس کی مدد ہو گئی تھی۔

”اگر ایسی ہی بات ہے جی تو پھر پہلا حق میرا ہوتا ہے۔ میرے بعد ہم کا۔ میں سب کا رشتہ اس کے لئے جانتی ہوں۔“ شہزادہ ان کو جو ذکر ہی رکھتا ہے سب کی رضا

سے کیوں نہیں لے۔

بھائی انکس اور غرضتے اپنی دل نوازی کو بیکر کر دے۔ وہیں وقاری کے ساتھ ساتھ عزت و اہلی بھی تم انکسوں سے منکر ہو چکا تھا۔

”اے اے اے اے۔ سب سے پہلا حق نوازی کا ہے۔ سہاوی کی بوجہ نہ گی۔“ لہذا یہ فیصلہ بھی پھر پھر کیلیر کی مانند ہو کر باقی فوڑیہ فائدہ نظروں سے غرضتے کو دیکھنے

لگی جی اس وقت غور کو بہت ہر دو محسوس کر رہا تھا۔ محبت کی بساط پر غرضتے کی بساط پر اور تاج شہزادہ رشتوں کی بساط پر بھی۔

”اور میں۔“ میرا کوئی حق نہیں اپنی بیٹی پر؟ میں اس کی ماں ہوں اور میرا بھی نے نام ہی نہیں لیا اس لئے میں۔“ تاہم وہ صد سے کی گرفت میں تھی۔

”خیر پر بھی یقین نہیں ہے۔ تاہم؟“ بھائی کی محبت اسے امتحان میں ڈال گئی تھی۔ وہ ان کے گلے تک کر رہی تھی۔

”اب ان آسوں کو نہ ماننا کہ وہاں ہندو قوم نے تو انہیں مستقل مہمان ہی بنا لیا ہے۔“ سمجھتی تھی ان کا تعلق کا وقت ختم ہوں۔ اور یہ گھوڑا میرا بیٹا بھی ہے۔ یہ تہاوی بیٹی کا

کس قدر دیر ہوا ہے۔“ انہیں نے پیار سے کہتے ہوئے اس کی تو جہم کی طرف مہذبوں کو لائی جو کبھی ہی صبا کو کوڑا میں لینے کیلئے زور و کوشش کر رہا تھا۔ وہ بھی خوب ہاتھ

دو چا کر خوش ہو رہی تھی۔ مگر وہ اس صخر سے ٹھوکانے کی بجائے خوب روٹی تھی۔

یہ بچہ کھانے کا سطر۔ انہی کا سطر۔

اور انکس ہی ہتے نہایت وقیم و وقیم سے جن سالہ ہم اور ایک ہادی سب کا نکاح ہو گیا۔ لڑکی کی طرف سے وقاری ہارو کے کی طرف سے نوازی لے ایجاب وقول کے

مراحل لے کے تھے۔

خوشیاں، ہنگامے، بچہ مری۔

مگر لڑکا کا لپٹا تاہم وہاں۔

یہ بیٹی والدین کی نافرمانی کو نہا کر نہیں کہا تھا۔ یہ تو وہ بچہ کھاتا ہے۔ جہر پھر انسان کا بچہ نہیں چھوڑتا۔“ تاہم وہاں کو بھلی آواز سڑتا۔

اس نے نہایت مائتزی کے ساتھ بھائی کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے۔

”بھائی! کبھی میری سیاہ بختی کا اصرار میری بیٹی کو مت دینا۔ کبھی میری ناراضیوں کو ہم طریقوں کا طعنہ اس کے سر پر نہ رکھنا۔“ یہ تو اپنی سزا بھگت رہی ہوں بھائی! کبھی میری

ہنگامے سے تاہم نہایت بچنے کی جگہ۔

صدیق بھائی نے اسے میں اور بیٹی لکھا ہی نہیں، ملا بھی تھا۔ اس کے ہاتھ کھول کر اسے لے لایا۔

”کب تک وہ کب سر زمین پر سڑ کرتی رہی تاہم وہ اب اس خود ساختہ طاقت کو خود سے جو کر دو۔ یہ نہ تو تہاوی زندگی کے ہر خوبصورت احساس اور ہر بچہ کو تک کہ وہ

کہہ دے گی۔ اپنی زندگی کی تمام خوشیاں اپنی بیٹی سے جوڑ لو۔ ابھی ایک خوش دیکھی ہے۔ آگے تو پوری مر پڑی ہے۔“ وہ ہر راستے پر خوشیوں کے ڈیمر لگے ہوئے ہیں۔“

اس کا دل غم نہ لے گا تھا۔

وہ واقعی زندگی ایک تہہ سادہ و سادہ ہو جانے کا کام ہر گز نہیں ہے۔

جیاری ہی سہا اور غرضتے ہر دم اسے بہت حد تک طبیعت کے اس حصار سے باہر کھینچ لائے تھے۔

مگر بھائی اب بھی عذاب بھی ہو رہا تھا۔ اس کے لئے وہ ہر تپا پر قاب۔

وہ اکثر اس کی بے انتہائی اور خود ساختہ سرکھٹ سے سنا خوش رہتا تھا مگر اب تاہم وہ نے اس کی ہر دھڑکنا چھوڑ دی تھی۔ جانے کیوں وہ اپنے دل کو اس کی طرف سے پہلے

کے سے انداز میں مائل نہیں کر پاتی تھی۔ کہ ابھی چاہتی تھی مگر غرضتے کے طعنہ کو جیسے گھبراہٹ میں کھینچ کر بازگشت آلودہ کر لیتی تھی وہ اس سے بھاگنے لگتی تھی۔

”خیر تو لگتا ہے کہ میرے ذہن کا اب نہیں لگا رہتا ہے۔“

وہ جیاری ہو کر آئینے کے سامنے سے اٹھ کر انکسوں پہاڑوں کے بظاہر لاپرواہیہ وقاری نے انھ کو اس کی رورنگ لگائی تھی۔

”جب لگتا ہے تو اب نہیں لگا؟“ اب کیا فائدہ؟ ہر بات کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے۔“ وہ اس سے نظر ہلائے بغیر، پچھتے لگے میں بولی تو وہ جیسے اپنی ذات کے گہر۔

انکسوں سے تیز و سادہ پچھتے لگا۔

”اور میں؟ میری محبت کے لئے کون سا وقت رکھا ہے تم نے؟“

"میری فکر چھوڑو۔ تم اپنا بیان کرنا انتہائی ہی سب کو بہت ضرورت ہے۔ خصوصاً ماہر اور قاتلوں۔ ان خوشامد رکھوں اور بچہ کشوں کے جال سے باہر نکل آؤ تاہی زندگی تو یوں بھی بربکس و فاکس سے شراب ہونے پر چار دقتی ہے۔ مگر خود کو اپنی لاپرواہی سے اس کے تہ و تیز و مدار پر چھوڑے بیٹھی ہوئی۔"

انہوں نے اس کی چیٹائی چوتھے ہوئے بیٹھ کر طرح خوشیوں کی طرف ڈال دیا تھا۔ وہ مسکروئی۔

گھٹکی تھیں راتیں۔ ان گزاری تھیں راتوں میں سے کوئی بھی دولت ایسی نہیں تھی جب وہ اپنی دل لگتی نے اسے بے چین نہ کیا ہو۔ وہ خود گھصے میں پڑتی تھی۔ اپنے تئیں وہ خود کو ایک بہت مشہور جڑے کسی و بے انتہائی کے غول میں بند کر چکی تھی مگر حیران رہ گئی کہ اب بھی وہ اپنی کی بے کسی اسے بے چین کر جاتی تھی۔ رات کو سونے سے پہلے اسے سوچنا ہوتا تھا کہ ایک صدمہ بن گیا تھا۔ عورت کی ملی میں شاید سب سے زیادہ صاف گردینے اور صحت کرنے کا بہتر پتہ ملتا ہو۔ اسی کی وجہ سے علم سہہ کر، ہر قسم برداشت کر کے بھی محبوب کی ایک ٹھاوے سے جھٹکی چلی جاتی ہے۔ بولا دکا ایک آئینہ اسے صدمہ موم کر دیتا ہے۔ شاید اسی نے حال کی شکل میں سب سے زیادہ جھٹکی بھی عورت ہی بنے۔

وہ سب سے دل کرازی میں بیٹھی۔ مدد دینے والی کے تمام گھر والوں نے انہیں بے حد اپنائیت سے رخصت کیا۔ بہت سے خط و کتابتوں سے کرائی بھجوں کا اظہار کیا تھا۔

مگر ہم بے چارہ صبا کو جاتے دیکھ کر وہ بانسا ہو رہا تھا۔ گاڑی پہلے تک اتر کر اسے قلعی رات رہا۔

"مومنم تو واقعی شاد ہو رہا ہے۔" صبا کو کو میں سنہا لیتے ہوئے تانہ بندے نے تھمر دیا تو وہ اپروائی سے بولا۔

"سوہات؟" اپنی گانہ کی۔ "تو بھر ڈر کیا؟"

"نہیں مگر راستہ تو خطرناک ہی ہے۔" ڈرائیو مارش ہوئی تو کہیں گئے کام سے۔ "اس نے شام کے پڑھنے ساہن کو دست سے مجھے بلانے دیکھ کر کہا مگر وہ مطمئن تھا۔ صبا کی فطرت یوں گاڑی میں کوئی بھی نہیں۔ باہر کی سرائی سے لاپرواہی سے گرم ہوتے ماحول میں وہ اپنی خوشی کا اظہار کر رہی تھی۔

"میں نے کتنے خوش قسمت ہوتے ہیں بھائی! کسی غم کا احساس نہ کی خوشی کی پروا ہو۔ بس اپنے مومن کے تابع۔ جب ہی چاہیں لے، جب ہی چاہو روئیے۔ دنیا کی کچھ فکر، کچھ دوا نہیں۔" وہ درشت انداز میں بچے میں کھد رہا تھا۔

"میں نے تو زندگی سے وہ سبق لیا ہے۔" عزا اڑا رہی تھی کہ میرے غم کو ایک انسان کی چھ رہنے ہی میں ممانعت ہے۔ چاہے زندگی میں ہو کوئی رشتہ نہ ملے مگر وہ یہی فکرت شہقت سادہ پر تو رہے۔ مگر کوئی دوا کوئی پٹائی نہ ہو کہ اس باپ تو بولا دم تو کون سا بچہ بھی نہیں پڑے دیتے یا۔

"کیا تو قدرت کا کمال ہے بھائی! انسان کو زندگی میں ہر شے و ہر روپے کو بھرتا ہے۔ کسی سے لطف و محبت ہی کی امید باندھ لینا تو خود غرضی ہی کی چاہی ہے۔ کیونکہ ہر انسان کی فطرت مختلف رنگوں سے گندھی ہوتی ہے۔ مختلف روپوں کے شکار میں فطرت کے رنگوں کی جھلک بھی دیکھی ہوتی ہے۔" وہ بہت بچیداری سے کہہ رہا تھا۔ اس کی دامن تانہ بندہ کے دل کو لگتی تھیں۔

"میں تو اس دور سے گزر چکی ہوں۔" مجھ سے اچھی طرح تو شاید کوئی بھی انسانی فطرت کے ان رنگوں سے واقف نہ ہو گا۔ "وہ آرزوئی کی ہیبت میں چھٹی۔

بلکی بلکی بارش شروع ہوئی تو اتر دلی کے گاڑی کی اسپینڈر سا کرنا اور بچا روئے جو تیرا ہی سے وہ اسکو پرین پچھتہ فطرتوں کو کہنے لگے۔

"یہ رنگ تو صحیحوں کے رنگوں کو اور پکا کرتے ہیں بھائی! چھوٹی موٹی ریشمیں تو صحیحوں کو برا معلوم ہوتی ہیں۔" اس نے اپنی بات کا تسلسل جاری رکھے ہوئے کہا تو وہ دل لگتی سے مسکرائی۔

"ریشمیں بھی تب ہی بھجوں کو برا معلوم ہوتی ہیں جب تک کہ آپ اپنی اہم اور انتہائی فضا قائم رہے۔ خصوصاً سب سے بڑی کے رشتے میں۔ کیونکہ جب فضاؤں میں بدامنی کا زہر پھیل جائے تو ہر سب سے پہلے محبت ہی کا سلسلہ بند ہوتا ہے۔"

"آپ وہ کار کو ہاگل لٹکا کچھ رہی ہیں بھائی! وہ فضا چننا ہوتی ہے، خصوصاً آپ کے معاملے میں اور بس۔ اپنی پان سے براہ کر وہ آپ پر اٹھا کر رہا ہے۔ ریشموں کو ٹکڑے فیمبوں میں تبدیل کرنا انہی زندگی کی سب سے بڑی غلطی ہوتی ہے بھائی! ایک کوئی خوشی رشتہ نہیں ہوتا۔ یہ تو انسان کو ہانے دیکھتے ہو۔" وہ وہ دلی کی حمایت میں بول رہا تھا مگر گاڑی کے سچے سڑک میں ایک دم بندہ ہانے پانے اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

"نات؟" اس نے سمجھنا کر اسنے بھگ پر ہاتھ مارا تھا۔

باہر بارش اپنے پرے مسکروئی چھوڑ کر اس کی اپنی بارش نے بڑھنے کو اپنے مسکن میں رہے رہنے پر مجب کر دیا تھا۔

گاڑی اشارت کرنے کی ہر جگہ کوشش کے بعد وہ ڈرائیو کمرے میں بے کاندہ اڑھ کر نے لگا۔ مگر کمرہ کھولا۔

"نکھر کریں کہ کمرشل یہاں ہے جھوڑی دیر ہم اس ہٹل میں بیٹھ سکتے ہیں۔ اور شاید گاڑی بھی کوئی مکینک لٹیک کر ہی دے۔"

تانبہ سے مسکر کر اشارت میں سر ہلا دیا۔

مگر وہ نہیں باقی تھی کہ ابھی قدرت نے اسے صاف نہیں کیا ہے۔

اس کی آنکھوں میں محبت کا ستارہ ہوگا
ایک دن آئے گا وہ غصے کا ہوگا
جس کے ہونے سے مری سانس پلا کرتی ہے
اس طرح اس کے بغیر پتہ گزرا ہوگا
وہ کیا کہ جو اہل سا ہوا جاتا ہے؟
دل نے پچھلے سے تیرا نام پکارا ہوگا؟
مشتق کرنا چاہے تو دن رات اسے سوچنا ہے
ہو۔ کچھ دین میں آیا تو شہاد ہوگا
کام مشکل ہے مگر جیت ہی لوں گا اس کو
میر۔ مولا کا وہی جوں ہی اشارہ ہوگا

وہ بہت زیادہ دور کے لیے تھوکر مشتق کے ساتھ لائبریری سے باہر نہیں گئی تھی مگر جب لوٹی تو فائل اٹھاتے اس کے ہاتھ ساکت ہو گئے۔

شکاف کی چنڈر رائیجنگ اور خوب صورت الفاظ مشتق کا کند پر چھٹی تھی۔ جب کہ صبر و نے بے ساختہ حذر کے دل کے ساتھ اپنے گروہ میں تو وہ دلی۔

"یہ ایسی ہی کام ہے۔" مشتق پر یقین تھی۔

"کوئی اور بھی تو شہادت کر سکتا ہے۔" صبر و نے اس سے مشتق ہونے کے باوجود ہتھ اڑا کر دیکھا تو وہ ہنسنے ہوئے بولی۔

"وہی کیا مشتق میں ہے؟" یہ بھی دیکھ لیا تھی۔

وہ دونوں لائبریری سے باہر نکل آئیں۔

ابھی انہوں نے یقین میں اکرین سنہالی تھی کہ اس وقت لابی کا ٹروپ بھی اندر داخل ہوا صبر و اور لوانا اس سردار مشتق کی طرف متوجہ ہو گئی۔

"ابھی تم ہاگل خاموش رہنا جیسے یہی نہیں کہ یہ سب کس نے لکھا ہے۔" مشتق نے سر کوئی میں کہا تھا۔

وہ سب اپنی غفلت کے گرد بیٹھ گئے جب کہ لابی ان دونوں کی طرف چلا آئی۔

"پوڈرنگرو۔" اس کے گلے اندر پر صبر و نے اندر رہا نہ پری اکتفا کیا جب کہ مشتق نے اسے بیٹھ کر بعد حال احوال بھی پوچھا۔

"کورا باہر رہے آج؟" وہ مسکراتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ بے حد فیملی اور بے کون صبر و اسے لطف لیکھ کر ہی دیکھ پاتی تھی۔

"بس آج تو وقت انگریز کی ٹینس سوار ہے۔" مشتق نے صندھی سانس بھری تو وہ صبر و کی اند میں بولا۔

"اس کا مطلب ہے کہ اب لبریری کو باقاعدگی سے روٹی چھٹی جاری ہے؟" اس کے سوال کے جواب میں مشتق نے یوں بڑھنے کی اداکاری کی جیسے لپا تک کچھ یاد آتا ہو۔

"میر۔ ہاں لائبریری سے لڑا دیا۔" یہی کچھ وہ پہلے کیا تم بھی لائبریری میں جے؟"

"کہیں صبح سے نام ہی نہیں لگا۔" وہ بھڑک گیا قاصد صبر و نے بے ساختہ مشتق کی طرف دیکھا جس نے پوچھنا اپنی مسکراہٹ دہانی تھی۔ مگر قدرے آگے جھکتے ہوئے راز دارانہ انداز میں بولی۔

"اس کا مطلب ہے کہ تم دونوں ہاگل سچا بندہ تک پہنچ گئے ہیں۔"

"کیا مطلب؟" وہ ابھی کی یقینیت میں سمجھوں کو خلیف ہی چنل دیتے ہوئے پوچھنے لگا تو وہ صبر و کی آنکھوں کے نشا۔ سے بے نیاز ہو۔ وہ براہ انداز میں بولی۔

"کسی نے صبر و کی فائل میں بہت اچھی فزول لکھی ہے۔ میں نے تو بھی سمجھا کہ تم نے لکھی ہوئی۔ مگر صبر و نے کہا کہ ایک بلیک جٹ بولا کہ اس نازک صنف سے کیا

واسطے۔ تو تیار رہ۔ بعد اس فیفا پارٹنرشپ میں ایک سیکنڈ رو جا تا ہے۔ ابھی ابھی میرا اس کا شکریہ ادا کر کے رہی ہے۔

”کیا مطلب؟ کس کا شکریہ ادا کیا ہے اس نے؟“ وہ اچھلی بیڑا اٹھا۔

”شہباز گروہی کی۔“ شفیق نے اطمینان سے کہا تو گھر میں جہاں میرا کے حواس گریز لگے وہیں لایا بھی سناکت رہ گیا۔

”تم شہباز گروہی کا شکریہ ادا کر کے رہی ہو؟“ وہ بے یقینی کے حصار میں تھا۔ بے ساختہ میرا کوئی اس شرارت سے لطف دیا تھا۔ کچھ کہے بانا موٹی سے سر جھکا لیا۔

”وہ مانی کا؟“ لائی نے سر ہاتھوں میں تھام لیا۔

”جی نہیں کیا؟“ شفیق نے ”موسیقی کی حد گزری تھی۔ دوسرا اٹھا کر کھانا جانے والی نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔ پھر رات میں کمرہ لایا۔

”میری تو کچھ میں نہیں آتا کہ تم لوگ ہر وقت اس قدر حواس باندھ کیوں رہتی ہو؟“ وہ بات کرتے کرتے لہجہ میرا کی طرف چلا جو فنی طبع گھرنے کی کوشش میں سر نہ رہی تھی۔

”اور تم، بے حد بے وقوف ہو کی ہو۔ کچھ نہیں سکتی تھیں کہ وہ بول میں نے تمہی ہے۔“

”کیسے کیا دی۔“ شفیق کوئی ٹھٹھا کر لکھ لکھ کر دیتی تھی۔ پھر شرارت سے بولی: ”میں رات رات ڈر نہیں کرتا۔“

اس کے جاتے ہی وہ چاروں طرف سے ہر طرف سے تہہ نہ گیا۔ جو وہ مل کر پرائی فرائی اٹھایاں پھیر رہی تھی۔

”ابھی تو تم نے کہا کہ تم لاہور ہی گئے ہی نہیں۔“ اس کے بولوں میں وہی مسکراہٹ لائی کی کونٹ کرتے تھی۔

”تو اس کا یہ مطلب خود ہی ہے کہ تم بھاگتی ہوئی اس صوبہ کے پاس چلی جاؤ۔ یونیورسٹی میں ایک سواک باذوق آتی ہیں۔ جنہیں اس دور باؤ کے علاوہ کو کوئی نہیں سونہا؟ اور مجھے تم کسی گھنٹی میں لاتی ہی نہیں ہو۔“

اس کی جھجھلاہٹ، جھنجھلاہٹ اور نفی۔ بہت دلچسپ سے روپ تھے اس کی طبع کے۔ جنہیں میرا نے بہت الجھا لیا تھا تو ساتھ ہی ساتھ اس کی منظرانہ کیفیت پر ترس آئی آگیا۔ یونیورسٹی میں جتنا تھکے تھکے محسوس میں ہوئی۔

”بہت ملال دیت ہے یہ بلین آئے۔ اور ابھی تم نے اپنا نام نہیں لکھا تو میں وہ شہباز گروہی کا شکریہ ادا کرنے نے چلی جاؤں گی۔“

”بس۔“ جس نے اس کے چلنے والے کسی نے سر دیانی کے چھینے مارے کئے تھے۔ بے اختیار اس کی طرف دیکھا جو ہونوں کی ترش میں جھلی مسکراہٹ دیا لگے جتنا اس کی حالت سے لطف اٹھ رہی تھی۔ گہری سانس عذر پہنچاؤ کہ کسی کی پشت سے ٹک لگا کر بیٹھ گیا۔ اندر پہلا اشتکار بکھڑے ہی سبک روی کی شکل اختیار کر گیا تھا۔

”بہت بری بات کہ میرا دہلی۔“ اس نے حاشا لاندہ لڑ میں سر جھکا دیا تھا۔ میرا کی مسکراہٹ بھل گئی۔

”اور جو خود چوت بول رہے تھے اس کا کیا؟“

”میں تو یونیورسٹی کے لئے گھر گئے تو میرے قدموں سے زمین کھینچ لی تھی۔“ وہ جیسے میرا ہی کیفیت کی گرفت میں آکر جھجھکا تو وہ بچیدہ ہو گئی۔

”جی ایم سوری۔“ شفیق کی شرارت تھی۔

”شرارت؟“ وہ جھنجھلا کر اسے دیکھنے لگا۔ جلد کھم لگے میں ہوا۔

”بہت جان لیوا شرارت تھی۔ جان بھی کھا سکتی تھی میرا۔“ رقیب کی۔ ”تو رتے وقت کے بعد اس نے کہا تو میرا کی بھی ہنسی آگئی۔“

”جھٹکا؟“ وہ چلن صاف ہے۔ ”شفیق نے آتے ہی تکرار کا سانس لیا تھا۔“

”بہت بری بات ہے شفیق تم تو سراسر بی بیلا کا رول ہو کر رہی ہو۔“ لائی نے اسے شرم دلائی تھی۔ ”جہاں وہ ہونے پڑے تھیں۔“

”شین کو دیکھا ہے تم نے؟“ شفیق کو کیا آیا تھا۔ لائی بچیدہ ہو گیا۔

”تاکرگٹ اسے شفیق۔“

”میں نے اسے صاحت طلی کے گروپ کے ساتھ دیکھا تھا۔“

میرا بھی آڈر لگی کا شکار ہونے لگی۔

”وہ تھری دوست رہی ہے لائی۔“ شفیق نے ناسط سے کہا تھا۔

”دوست وہ تو ہے۔ جو وہ تو چھیرے رہتے تو جھانا جاتا تو اور شین میں ایسی کوئی خصوصیت تھیں ہے۔“ سرفارگٹ اٹ۔ اسے صاحت طلی جی دوستی کی ضرورت تھی۔ ”وہ بے حد بچیدگی سے کہہ رہا تھا۔“

شفیق کے ہونٹوں پر ہلکے سی مسکراہٹ کھیل گئی۔

”کیسے لائی؟“ تم الجھو لے کر وہ لگے ہی میرا ہی گھر کا گروپ جو بیٹا جا رہا ہے۔ پہلے صاحت طلی کیا تم کی کوہ پر سے شین بھی۔“

”اپنی بیوی شفیق۔“ میرا نے اسے گھبراہٹ میں دیکھتے ہوئے لائی کو دیکھنے لگی۔

”اب تم جا کر کچھ کھا لے لو۔“ وہ تو بہتر ہوگا۔ اس سے پہلے کہ تم میرا میرا دیکھ لگے جیسا نہیں۔“

”ف۔“ جہاں میرا اس کے کمرے کھینچنے کھینچنے کے گروہی لائی لائی ہے ساتھ ساتھ جھکا سا مقبوضہ گروہی تھی۔ خود شفیق نے کمرے کا کمرہ میرا کے کمرے پہنچا دیا تھا۔

”بہت ہے ہو رہی ہو؟“ لائی کے ہاتھ ہی میرا نے اس کی بیڑی لائی تو وہ شرارت سے بولی۔

”شکر کرو بیٹے شہناے تھیں اس کی نیکی یاد دیا۔“

”شفیق! اس کی رنگت خراب ہو چکی تھی اور شفیق اسے دیکھ کر شرم رہی تھی۔“



فیفا پارٹنرشپ کی ایپی میں لائی نے غرور اٹھو کیا تو وہ اپنے گروپ کو آگے بھیجے خود اس کی طرف چلا آئی۔

”اب کیا رہ گیا ہے؟ کس میں۔“ سب ہی تھی ہو گئے ہیں۔ ایجنسی کی تیاری بلدی ہے اور تم۔“

”مجھے لاہور ہی کی کچھ کس دیکھ کر تھیں۔“ میرا نے اس کی بات کاٹنے کو نہ دیا۔ ”تو وہ تو میرا میرا۔“

”کاشی طے کو دیکھتے ہو تو جی دیکھو تو کھانا کھیں اور تم کسی خاتم سانچ کے خوف کے بغیر تھیں ہو گئے۔“

”کیا مطلب؟“ وہ میرا ہی تھی۔ ”میرا میرا جہاں کے لباس میں وہ بہت دلکش گہری تھی۔“ سوائی راجہ سے اس کی طرف دیکھتی وہ اسے اپنی روح سے بھی قرب تر محسوس ہوتی تھی۔

”مطلب یہ کہ آفاق شفیق بھی تھیں آئی۔“ سجاد ملت نہیں کہتی دینے کا شرف حاصل کریں گے۔“ اسے سامنے پا کر ول واپس پر میرا کی آواز جی چھاری تھی۔ ”وہ لائی۔“

”دل منظر ہو چلے۔“

”اور اس ایک دن کے ان دنوں کے ذہن پر انہی نقش چھوڑے۔“ وہوں کا ہنر میں کچھ اور مضبوط ہو اٹھا۔ ”جہاں نے ایک دوسرے کی مزید چہرے لائی کی تھی۔“

”وہ اپنے تو مجھ سے پہلے وہ سبیں بھی میں گھر میرا۔“ جی جیت کسی کو نہیں ملی۔ ”لائی نے اسے تھلا تو وہ بے ساختہ اسے دیکھنے لگی۔“

”میری تم سے ملنے ہوئے کی سب سے بڑی۔“ جہاں لائی کی آزادی چھتہ میں آگے آگے جھکا۔ ”تو رتے وقت کے بعد وہ بچیدگی سے بولی تو وہ اس کی بچیدگی کو محسوس کرتے ہوئے نہیں دیا۔“ پھر گھٹ کرتے ہوئے ہوا۔

”آزادی نہیں صرف ہے۔“ جہاں لائی کی آزادی ایک سسٹری کی بیڑی مل اور دوسری پر ہی الجھتا تک میں ہے۔“

”کونٹ نلی کی جین تو گھر ہی تھی کہ۔“ وہ جیڑا جھجھکا دھڑکے ہوئے رنگ ہی کی پھر میرا سانس لے کر ہر وقت کے تہہ پر چھتہ لکھ کر دیکھنے لگی۔

”اس کا کائنات میں موت کا بہت معتبر مقام ہے میرا۔“ اس کو فنی گریز کرنے کا سوچا بھی کیسے ملتا ہوں۔ ”اب جھنپرت اور انعام الہی کی خاف وزی کرنے والی گروہی جھنپرت اور انعام آؤت کرتا رہوں گا۔“ میرا بھی سوچنا بھی صحت میرا۔ ”میں نے تمہی کسی لمحے میں جنہیں ڈائی گریز کر کے سوچا ہو۔“ میرا صرف ایک ہی سوچ ایک ہی چاہت ہے۔ خود سے وابستہ تمام محروموں کو جس میں میرا میں بکھلے ہو۔ اپنی ہی بکھلے میں رکھتا ہے۔

”لگاتار اس کا سامنا کرنا گرم و سرد سبوتا تو کھانا کھانا ہے۔“ جیڑی کی بات اگے ہے۔ ”گھر میں کسی طور بھی گروہی کے کھانا کر کے خود بخود ہونے کے شوق کو بند نہیں کرتا۔“ وہ بچیدگی سے اپنا منظر دیکھ کر ہٹا۔ ”اسے لگتا ہے کہ کھانا کھانا میں چلنے رہنے کے بعد بکھلتا ہی وہ گھٹے سامنے آگئی ہو۔“

”جب اس نے کچھ بھی نہیں چھپلا تو میرا وہیں کے حوالے سے اپنے آپ کے حوالے سے تمام گھر جہاں اسے تھوڑی۔“

”تمہاری ہی ایک ہے۔“ وہ صحت مند عورت ہیں۔ ”اس نے دل سے لگایا تھا۔ وہ بھی آنکھوں سے مسکرا رہی۔“

”اب تم یہ تازہ کھانا اپنی ہی کھانا۔“ مصلحت کب تازہ؟ ”آزاد ہی انعام اس کے سوال نے جلا کھلی جہاں تھی۔“

”کیا آگیا تھا؟“ ہے میرا۔ ”مصلحت؟“ ”ناگھی کا تازہ دیتے ہوئے جیڑی وہاں جلد سے اٹھنے والے گروہی کو چھپا نہیں لائی تھی جس نے اس کی پہلوی رگت میں سرخی کھول دی تھی۔“ وہ جھجھکا اس کو دیکھنے کے بعد شرم دیا۔

”جنہیں نیٹن دیکھنے کی بات نہیں کروں گا۔“ جھجھکا میرا آئینہ جھجھکا۔

جیسے نکل ہی کر گئی۔

”مجھے فوراً یہ اور پے جی نے سب کچھ بتا دیا ہے۔ میں سچ گھر وہاں آ رہا ہوں اور اتنے ہی سب سے پہلے میں تمہارا فیصلہ کروں گا۔“

پتہ نہیں لائی کس گئی تھی کیا اسی نے فون رکھ دیا تھا۔

وہ کتنی ہی دیر بے جان رہا اور کوفتے ٹٹکی رہی۔ حد سے کی شدت نے اسے رونا بھلا دیا تھا۔

تو یہ کتنی تمہاری کہانی تاہم وہ کارڈ بھی بچے کی کہانی۔

ایک سال اور دھماکہ۔

جن میں سے وہ گن کر خوشیوں پر۔ میں بتا سکتی تھی۔

پورا ایک سال اور دھماکہ کے لیے وہ اپنے ماں باپ کی شش برسوں کی محبت کو کھو کر راتی تھی۔

ان ظالم اور جاذبیت لوگوں کے لیے اس قدر چاہنے والوں کو چھوڑتی تھی۔

’اور اب تم فیصلہ کر لو گے۔ وہ جلدی اقم۔ تم میرے ساتھ کونک کے دار سے پیار کرو گے۔‘

وہ ایک دہائی کی کیفیت میں اپنے کمر۔ میں آگئی۔

کتنی ہی دیر وہ نائب دہائی کی حالت میں ادھر ادھر پھرتی رہی تھی۔ اس کا ذہن جیسے ایک ہی نظر پر ایک لیا تھا۔ جب وہ سب اسے بوجھ بوجھ کو محرم ہوا ہے تھے

پورا ساتوں میں ایک ہی کھوکھلا رہا تھا۔ فیصلہ فیصلہ وہ ٹوٹ کر رہی تھی۔

شاید آدھی بار۔

پھر کبھی نہ رونے کے لیے۔

پھر کبھی نہ ڈونے اور ٹوٹ کر کھرنے کے لیے۔

’میں یہ اذیت کئی سیاحی اپنی بیٹائی کا قدر بچے نہیں دوس جی وارا‘

اس نے اپنے اور سب کے کچھ کپڑے۔ ایک بیگ میں ڈالے۔ اپنے زیورات اور کچھ فٹنی بھی ساتھ رکھ لی۔

پھر وہ کمانڈر اور پین سنہال کر بیٹھ گئی۔

سکون بے حد سکون۔

جانے کیسے ایک دم سے تمام جذبات میں گھر آکر سما گیا تھا۔

وہ کارڈی۔

میں نے تمہاری بیوی کے بہت سے روپ دیکھے ہیں تمہاری عزت کا ایک بھی روپ دیکھنے کی گھر میں تاب نہیں ہے۔ تم نے تو بہت آسانی سے فیصلہ کرنے کی بات کر

ڈالی۔ اتنی آسانی سے تو ہمارا مل بھی نہیں ہوا تھا۔ جس بیٹائی پر تم ہمیشہ محبت شہت کرتے رہے ہو میں اس پر طلاق کا وجہ یہ دوست نہیں کر پاؤں گی۔ اس لیے تمہارے۔

نام کو سدا کے لیے اپنے نام کے ساتھ لے جاتی ہوں۔ تم میری طرف سے ہر وعدے سے آزاہ ہو تم میں ہمارے تمہاری پابند رہنے کی سزا کا کچھ باقی ہوں۔

تو

تاہم وہ کارڈی۔ جس نے کبھی صرف تمہاری چاہ میں ہر چاہت کو ٹھکرا دیا تھا اور آج دنیا نے اسے اپنی محروکی میں رکھ لیا ہے۔

دوسرا اس نے صدمہ بھالی کھانا کھا تھا۔

جاری نہائی!

اس گھر میں واحد فنی، جس نے مجھے بے غرض محبت دی۔ مگر آج میں اس دور سے پرکھتی ہوں جہاں آپ بھی میری کوئی مدد نہیں کر سکتیں۔ سو یہاں سے ہمارے طریقے

سے چٹا جانے ہی میں میری بھلائی ہے۔ (اور جو ملی والوں کی خوشی بھی) مگر میں کبھی بھی نہیں بھولوں گی کہ میری گود میں آپ کی نالت ہے۔ اس کا آپ سے رشتہ ٹوٹ

ہے۔ یہ سدا ہم ہی کے نام سے منسوب رہے گی اور مناسب وقت سے ہر آپ کی نالت آپ تک پہنچانے کی ذمہ داری میرے سر ہے۔ مجھ سے ہر گمان مت ہوئے

گا۔ میرے لیے آسانے کی دیکھیں گے گا کہانی ایک نام میرے لیے دے مارنے والے فب تو مناسب ہو چکے ہیں۔

بے نصیب

تاہم وہ کارڈی۔

اس نے دلوں پہ چپے شیعہ کے پاس رکھ دیے۔ بڑی ہی گرم چادر پہنے مہا گوشتانے سے لگے دوسرے ہاتھوں تک قہارے وہ کمرے سے نکلی تو لکھ بھر گوا سے لگا جیسے

بدن سے روح نکلنے لگی ہو۔

آنسوؤں نے پھر جانے کہاں سے نکلی کار امت و صومہ لیا تھا۔

وہ جو پہلے تینا اس فلم اس بڑی پر تمام آنسو بہا چکی تھی۔ شوکر بے حسی کے خول میں قید کر چکی تھی۔

”کاردار کیا مرنا تاہم“ ایک ہی بار مکمل موت کیوں نہیں؟ اس نے بار بار کھوکھوٹی کاہر سے دینے کے بعد ہی چہرہ کی اس راہ پر قدم رکھا تھا۔

گھر پہاں تو ہر قدم پہنچو وہ تنہا آ رہا تھا۔

تمام وفا نہیں، تمام خوب۔

تمام لقمہ نہیں، تمام ہاں۔

آج ان سب کا ناتھ ہو گیا تھا۔

یہ کچھ کھانے کا سفر تھا۔ اسی کا سفر۔

حوصلی کی سرور و یاروں میں خاموشی اور سناٹے کا ران تھا۔

جیسے تیسے ہو گئے تھے وہ کھانے کا سفر آئی تھی۔

سرور امت کی بہت اس کے احساں کا شیعہ کرنے لگی۔ ذہن پہلے ہی پر کندہ ہو رہا تھا۔ اس پر مستزاد بچی کے ساتھ ساتھ بیک کو بھی سنبھالنا کٹ اسینڈ چھپنے تک وہ

نہ حال ہو چکی تھی۔

ایک ایک قدم پر وہ دہلی کی چائیں بھٹیوں کی دنوں پیریاں اور درباریاں پاؤں رہی۔

وہ جو ہر پہاں کی پانچویں کی کھٹ کو اس پاس محسوس کرنے کی دیکھ کر ٹوٹا کھٹا تھا۔

ایک پر کھٹ کر اس نے وہ پر کھٹ کر کھٹ لیا تھا۔

تنہا اتنی رات کو انکی عورت کا سفر کچھ بہت مٹی پر تھا۔ وہ اپنے ہی دیکھ میں پہلی بار میں چہرہ چھپانے نہ حال ہی تھی تھی۔

وہ اسی کے اس سفر میں ہر روز وہ خود بند کرتی تھی تھی۔ سو اب کسی بھی طور اس کے ہر پر واپس جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

آج رات کو وہ جنرل محسوس ہو چکی تھی۔ کٹ میں چھڑ کر گن ویلا سے ڈھکی دھرائوں والے اس گھر کے سامنے مڑ کر کتنی ہی دیر وہ کھڑی رہی تھی۔

پھر اپنی تمام تر ہمت جمع کر کے اس نے ڈوٹل پر ہاتھ رکھ دیا۔ ایک تو مڑ کے ساتھ کچھ دھلی نکل لے کیوں کو پتہ نہیں پڑا تھا۔

’اکنون ہے؟‘ مردانہ آواز نے بار بار انداز میں پوچھا تو وہ آنسوؤں بھری توڑ میں ہوئی۔

”میں تاہم ہوں، سنا بندہ ہوتا۔“

چند منوں کے لیے دوسری جانب خاموشی چھا گئی تھی پھر کسی نے بہت بے تابانے کچھ کھول دیا۔ مرد کے پیچھے کھڑی عورت تھی۔ آگے بڑھ کر اس کا چہرہ دکھانے لگی۔

”نانی۔ تاہم۔“

وہ تیرے وہ چھپنے کے سندر میں غرق تھی۔ پھر وہ تاہم سے پلٹ گئی۔

پھر کبھی اس کی بھڑک نہ سکتی۔

خدا کے بعد اس کی آغوشی امید اور آغوشی سہارا۔

”آپ بیلڈرم میں جائیں۔ میں تاہم کے پاس ہوں۔“ کھیرانے اپنے شوہر کو گھٹکا اشارہ کیا تو وہ خاموشی سے اپنے بیلڈرم میں چلا گیا۔ وہ تاہم کو دوسرے بیلڈرم

میں لے آئی تھی۔

”بے سب کیا جتنا ہے۔ تم اتنی رات کو انکی بے سروسامانی کے عالم میں؟“ کھیرانے کی بیٹائی یہی تھی۔

پورا تمام رات بہت بہادر کی کا نظارہ کرتی آئے والی تاہم وہی ٹوٹ مروئی جیسے تمام عمر کے آنسو بھی بہا دیے کا ارادہ ہو۔ حالانکہ وہ خود سے کبھی نہ رونے کا عہد

کر چکی تھی۔ مگر یہ احساس تو ابھی ابھی کا تھا کہ جب جب زندگی میں وہ جلدی کی لڑاؤ آئے گی۔ اس کے دل کی گھر و مری میں جو ننھا غم رہے گا لہروں کی عورتیں مری ٹٹنی

اپنا زور دکھانے کی ہر آنکھوں کی دھڑکی پر سناں کا موسم بڑا کرے گا۔

اس کی حالت دیکر کس بھڑکی تھی۔ منہ سے ایک بھی کلمہ انہیں ہو رہا تھا۔

”میرے سچے دوستوں کے عالم میں بھائی بھائی بھائی میں لگی۔ جلدی سے روزہ گرم گرم کے گلاس میں ڈالا اور لے آئی۔ اس کے انکار کے باوجود میرے انے اسے روزہ کے ساتھ تین کی ٹیبلٹ بھی کھلائی۔

”میں بات کریں گے۔ ابھی نہیں ایک اجنبی اور فوری تین کی سخت ضرورت ہے۔“ اس نے مکمل میں اپنی مصیبت سے سونی مبارکواچی کو دیکھ کر لے لیا تھا۔ ہندی کی شدت گرہ سے سرخ ہوتی سوچی آنکھوں کو دیکھ کر خود اس کا دل جیسے کوئی مسمی میں سمجھ رہا تھا۔

ان کی، ان کی ہر بات کچھ میں تری تھی۔



پورے میرے دوست کے ساتھ تھے بھائی تھے اس کے شوہر چارہ لے رہا تھا۔ اس کے بھائیوں جیسے سامان دیا۔ اسے انکشاف ہونے کے مواقع دینے۔ جس روز اسے ایک بھری آنکھ فیضیم میں جاب ملی ای ۲۰ ڈاس لے میرے انکشی کا کراپ تھا۔

”بہت ہی ہوشیاری۔“ وہ فضا ہو گئی تھی۔

”پلیز میرے ہر نہ ہری انا کو نہیں کر۔“ میں تھرا۔ ہاں رہتا۔ ”وہ بے حد عجیب تھی۔“ پھر میرے انکو بار بار تائی پڑی۔ ساتھ ہی ساتھ وہ تندر کو سمجھانے کا کام بھی جاری رکھے ہوئے تھی۔

”اب رہائی کا کوئی راستہ نہیں ہے میرا۔ میں ماضی کے مغلطات کو چھوڑ کر اکاب زندگی سے اگے کر چکی ہوں۔“ اس نے غلطی سے کہا مگر دل میں اٹھنے والی بیسیں ابھی تک قہر کا زہ کا پتہ۔۔۔ رہی تھی۔

”یہ مت بھولتا ہندو کہتا رہا نہیں بلکہ تہا رہی تھی کاغذ بھی اسی چوکھٹ سے ہے۔“ میرے بہت عجیب طرح حقیقت اس کے سامنے لا کر تھی جس کے خیال نے اسے لٹھ لٹھ کر کے لیے سکت کر دیا۔

”اپنے اہل سفر میں تم کسی بھی پہنچے گا وہ اپنی مرسا کے لیے رہائی کا دروازہ کھلا دی رکھتا۔“ اس نے بہت خلوص کے ساتھ شروع کیا تھا۔ جسے تا ہند لے اپنے لیے سے باوجود لیا۔

”دشمن کی تمام فوجیں میں تو کر رہی طرح سپاہ میں ہم ہو گئی تھی۔“

پورے روزہ وہ وقت بھی آیا جب وہ سال بھر میں سال مبارکواچی ہی اسکول میں داخل کرانے لگی۔

جب ہاں بھی اس کے جسم کی خفیف کشش نے مبارکواچی کو کھڑی کر دیا۔

میرے ریل، وہ ریل کی بنی اور ریل کی بیو۔

بھرا کا کاب تھہر کے لئے کوئی پناہ سکتا ہے کبھی؟



آج پھر کوئی کے دروازے میں جس میں پتھر والی ترانیں کوئی اچھی تھیں۔ اس کو داہدہ لہو مجھے تھے۔

”تندر ہوتی ہے اس تندر است پرستی کی واردہ و سادہ۔“ وہ غصے میں پوٹی طرح یہ ادب پر اتار کر تھا۔ اب بھی بھولتا کہ کتنا کڑا ہوا تھا۔

صدیقہ بھائی نے نظر پھر کر اپنے اوچے لیے غور رہنے کو دیکھا اور ہاتھ تمام کر پھر سے اپنے پاس بٹھا لیا۔

”یہ تاری خوب صورت رہا تین تین بیانی۔“ جن کی پاسداری کرتا ہوا فرض ہے۔“

”جا ہے اس فرض کی ہوائی میں کسی کی زندگی کی پرفی لٹ جائے۔“ وہ دھڑک رہا تھا۔

”تھریم۔“ وہاں تھیں۔ پھر میری میں تھپتھپ گئیں۔

”یہ کوئی انکشاف تو نہیں ہے تھہر۔“ لیے تم تو اسی حقیقت کے ساتھ رہو۔“ ہوئے ہو کیم شروع ہی سے کسی سے شک نہ ہو چکے ہو۔ اس دنیا میں کوئی ہے جو تھہر۔ نام سے وابستہ ہے۔“

”مگر کہاں ہے اسی جان؟“ ایک بیولا، ایک یاد دہریم۔“ قدموں کے نشان تھپتھپ نہیں ہے کوئی سراغ مل جائے۔ اگر انہیں ایسی ہی اس رشتے کی چار ہوتی تو وہ کبھی نہ کبھی زندگی میں ایک باقی بھی ہم سے بھڑک رہے تھیں۔“ زور تھی سے کہہ رہا تھا۔

”تا ہند لے وہ کھانا تھا میرے سام اس نے صاف لٹکوں میں کھانا کھا کر دیا ہے جہاں کبھی رہے۔ مبارکواچی کا رشتہ ٹوٹ ہے۔ مناسب وقت پر وہ خود ہم سے الگ کر لے گئی اور تاری مانت ہم تک پہنچا دے گی۔“ انہوں نے اطمینان سے کہا تو وہ بے اطمینان ہو گئے۔

”اس وقت وہ دروازہ، یعنی نہ جان نہ پناہ کی خال سام۔“ ایسی ہی گیسے ہم ساتوں کے بعد کسی انسان کو انہیں ہند کر کے کھلی کر سکتے ہیں؟“

”تا ہندو اس کی جی کو کر سکتے ہیں۔“ وہ بے شک انداز میں بولیں تو وہ عجیب سا کھٹکھڑا ہوا۔

”مگر میں نہیں کر سکتا۔ اپنی زندگی کے اس اہم ترین فیصلے کو میں کسی کبھرتے کی نظر نہیں کرنا چاہتا۔“ پھر میں اس غری کے ہم سب کے متعلق کیا خیالات ہیں اور شاید اچھے بھی ہوں مگر میں اس خوفناک کے رہنے کا کھم کھم کا عمل نہیں کرنا چاہتا۔“ تاری میں اپنی پسند کی غری سے کروں گا وہ آپ میرے ساتھ اس کے گھر چلیں گی۔“

”مفضل باتیں مت گھر جہدیم اہم کوئی چھوٹے کپڑے نہیں ہو جسے اس طرح کی باتیں سمجھانی پڑیں۔“ میں شروع ہی سے اس رہنے کے متعلق بتانے کا قصد یہی تھا کہ تم اپنے آپ کو شک کبھرتے۔“ انہیں ضد کیا تھا مگر وہ بڑے پھر آرام سے بولا۔

”میں اہل خیال باتوں پر یقین نہیں رکھتا۔“ اب اگر وہ اس نہیں کوئی تو میں ساری عمر کٹر چھوڑی دینا ہوں گا۔ سوئی کھن شادی کرنی ہے۔ آج ہی کیوں نہیں۔ آپ میری پسند کی غری سے میں لگی تو داد میں لگی میری نظر کی۔“

”میں سب سے کبھی اور کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتی۔“ وہ کوکھ پاؤ اسے شدید دیکھ پھینچے گا۔“

”انہیں مدد سے لے لیا گیا تھا۔“ ہم کو ان کی طرف دیکھتے ہی ان کی حالت کا اندازہ ہو گیا تھا۔ ان کے سامنے بیٹھے ہوئے اس نے ان کے ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھوں میں قائم کر رہا تھا۔ اس لیے پھر سمجھ رہے تھے بولا۔

”یہ رشتہ یوں چڑھاتی ہو کر طے کرنا نہیں ہوتا ہے۔ بہت مضبوط رشتہ ان کا مذکور ہوتا ہے۔ ہماری حوصلی میں تو مثالیں موجود ہیں۔ چھوٹے چاہے ہوتا ہی چلی ہی کو لے لیں۔ ان کی جہد و جدیت سے کس قدر دکھائے والے رنگ دکھایا تھا وہ رہا۔“ چاہے اس قربانی دینے اور کبھرتے کرنے کے کہیں میں سب سے زیادہ نقصان تو انہی کا ہوتا تھا۔ چھوٹے چاہے چاہے چاہے خوشی کی خاطر اپنی محبت کی قربانی دے کر زندگی میں پہلی بار جہد و جدیت کر گئے تھے۔ مگر اسی فیصلے نے ان کی زندگی برباد کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا سکی۔ فوری پہنچنے نے ان کا جہد و جدیم کر دیا تھا کہ وہ کبھی سمجھتے تھے اپنے فیصلے پر۔ یہ تو ان کی قربانی چھوٹے چاہے کھنکھن ساسکی ہر نہی و ناعہ ان کو جوڑ کر رکھ پائے۔ نتیجتاً اپنی چینی کے جانے کے اٹھ ہی روز انہوں نے فوری پہنچنے کو ملائی دے دی۔ خود چھوٹے چاہے چاہے دل میں پوچھیں کسی غلطی اور مانت لیے ملکوں ملکوں درجہ ہوتے پھر تے ہیں۔ یہ آپ کی اور پاپ کی کہہ رہا تھا۔ یہ جو فوری پہنچنے کی دوسری شادی ہو کر تڑپا گیا جاتے ہی ہو۔ چاہے کے دل کی دنیا پھر سے بے ادبی۔ نو شاپ چینی نے انہیں تنگ مانتوں میں خوشیں پھر کر زندگی دی ہے۔ خود روز نے تنگ مانتوں میں انہیں سوتیلی ماں نہیں کہا ہے۔ ماں نہیں ای، مجھوری اور زور تھی کے سوا وہ میں کبھی بھی دل کا متعلق نہیں بندھ پاتا۔“ یہ باتیں ایک ایک غری کی ہوئی تھیں ابھی چیز نار۔“ لیے نہیں ہوتی۔“ میں اس اہم ترین رشتے کو بے ایمانی کی غیاب پر استوار نہیں کرنا چاہتا کہ میرے دل میں کوئی اور رہتا ہو ہر زندگی میں کسی اور کے ساتھ ہمالوں۔ ہم انکم میں تو اپنی انکم میں کسی خاتون کو یوں ڈی کر لے کر کے کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتا۔“ اس نے نہایت غیر جہد و جدیم انداز میں بات ختم کی تھی۔

”وہ وہ جو ساری عمر سے تھہرے ہم پھر بھی ہے؟“ انہوں نے جی سے کہا تو ہندو یوں تک پلٹ چھوٹے پھر انہیں دیکھتے رہنے کے بعد وہ آہستگی سے بولا۔

”مگر آپ نے بھی تو ہند نہیں کر سکی کی اس مگر میں ایک بار پھر زور دے دو اور حوصلی کی کہانی دہرائی جائے گا۔“

وہ بے بسی سے اسے دیکھ کر کہ گئیں۔



اگے ایک ماہ بعد میرے ایک بڑے بھائی کا عافیت گزارنے کے ایک مہر کی ہی تمام زار اور شان بھی واپس لوٹ آئے۔

زارا نے آتے ہی اسے خون کیا تھا۔

”کلم سالوں میرے ساتھ تو نہ رہی۔“ شفیق کو بھی خون کر ہوں گی۔“ اس نے بڑے دھب سے کہا تو وہ سہمی۔

”میری پر تھیں ہو گئی بت دھب جہاں نے کی۔“

”شادی کے بہت سے قاعدوں میں سے ایک قاعدہ یہ بھی ہے۔“ وہ بے فکر۔“ میں سے کہہ رہی تھی۔ پھر اسے متنبہ کرنے والے انداز میں بولی۔

”تم لازمی آ رہی ہو۔“

”مگر تو میں مگر جاری ہوں لار۔“ ائی کو اطلاع بھی کر دی ہے۔“ میرے نے مضرت غور ہاں انداز اپنا کر میں نے ہاں سنا ہوا ہے ڈانٹ دیا تھا۔

”کسی قسم کی کوئی مضرت ہو کوئی نہیں نہیں چلے گا۔“ تم آ رہی ہو غلط نہیں چک کر لے گئے وہ دن میں ٹھان کو بھیج دوں گی۔“

”وہ کہے۔“ میرے دے جیسا دل دے دیے تھے۔ پھر اس سے کہہ دیا۔“ شفیق سے کہہ دیا کہ پک کر لے۔“

”وہ کہے مکمل مانت ہو گئی۔“ چند ایک مہرے ہاتھوں کے بعد زارا نے غور عافیت کیا تھا۔

پہری حویلی میں خوشیوں کی لہر سی اوڑا اُٹھی تھی۔

از اسلامی خوشی سے ہے حال۔ ہے پی کے پاچہ و جرنیل کے پاس مانتے ہو سکتے ہی سالوں سے چلے دھر' ہورائیں بازو کے فالج کی وجہ سے ہر سے مگہ پکی قیسیں۔ فالج کے شدید جھٹکے نے ان کی زبان کو بھی مٹاڑ کیا تھا جس کی وجہ سے ان کی کوئی بات بھی سمجھ میں نہیں آتی تھی۔

”جیسے جی اچھا بندہ بھائی کا خون قتل ہے۔ وہ اور مبادوںوں کا اکل خیر جس سے جینا۔“ بے جی کا اچھا مقام کرسلا! تے ہوئے انہیں نے ہر چشہ انداز میں خوشخبری عطا کی تھی کہ وہ جو کوہ کا ساگ۔ ان کی آنکھوں میں نمی ہی تیرے لگی تھی۔

”نشدہ اللہ: ”ان کی زبان محض اڑی تھی۔ حق اڑی کی۔“ کہیں غم ہو گئیں۔
 ”ہاں، ہے جی، یہ سب اللہ کی ہر بات ہے۔ اب میں خود ہمانی کے پاس جاتا ہوں گا۔ صدیقہ ہمانی جا نہیں گی۔ انہیں ساری مصیبت بتائیں گے کہ اس روز وہ حق اڑی کو با افسانہ
 ملا کر پھینچی تھی۔ حوالی میں پھر سے خوشیاں اڑیں گی جی جی۔“ وہ انہیں قہقہے سے کہتے تھے۔

”نو - نو -“ وہی کہتا ہے۔ ”اے جی کی آنکھوں کے کونوں سے آنسو نکل کو گھٹیوں کے سفید بالوں میں چنپ کر رہے تھے۔“

”میں نے وہ آنکھوں کر دیکھے ہیں جی، نکل ٹام کی ٹکانٹہ سے وہ سدا سے آ رہا ہے۔ اب تپ کے ہر کسی کا سلب نہیں رہا ہے جی۔“ وہ بھاری ہوتے لہجے میں بڑا ہاتھ بے جی سرکائی میں ہلاتے نکلتا ہے۔

میں نے کہا: "ابھی تو تم نے کہا تھا کہ تم نے اسے دیکھا ہے۔" وہ نے کہا: "جی ہاں، میں نے اسے دیکھا ہے۔" وہ نے کہا: "جی ہاں، میں نے اسے دیکھا ہے۔"

”مبارک ہو، بھائی جان! آپ کا رینک بڑھ رہا ہے۔ ساس کے بارعب حمد چو غارتز ہو رہی ہیں۔“ انہوں نے طلیف سا حراج کیا تو وہ ہاتھ روٹی سے پولیس۔
 ”غدارانہ زور۔ جو میں دیکھا۔ کبھی رعب دیکھا تو سزا۔“ تھوچھے الٹی ساس ٹیس صوفی میں اپنی بیوی پر ایسا تاجر کرنے کی حوصلہ کبھی ہوں۔“
 سزا لڑائی ختم ہو گئی۔

”واقعی، یہ سب بڑا لحاظ سے ایک بجز ہیں ماں اور انجی ساس رہی تیں مگر سب سے بڑی اور اہم بات ہوتی ہے۔ خود پر یقین رکھنا۔ دوسروں کی بات کن کو بھی پہلے اپنے دل و دماغ سے رجحان کرنا۔ کیا کسی بات سمجھنے کے بعد اس کی تحقیق کرنا اور پھر کوئی نقد طریق کاٹنی پر لا کر سامنے نہیں لے بھی اپنی سامانی میں ملک کی خانو۔ فیصد حقوق کی طرح دوسروں کی آکھوں سے دیکھا اور دوسرے کے کانوں سے سنا وغیرہ لے آئیں کسی کمر۔ کی طرح استعمال کیا تاکہ وہ نہ کہلی ماں اپنی آواز کا ذکر کیے مگر باوجود کتنی ہے؟ اسی لیے تو ہر قدم چوک چوک کر اٹھنا کے کاظم دیا گیا ہے۔ جلد بازی کو شیالی مادت قرار دیا گیا ہے۔ خدا ہم سب پر رحم کرے۔ ہم لوگوں نے غوری اپنی زندگیوں کو اس قدر مشکل بنالیا ہے۔ ایک دوسرے کا سامنا کرتے ہوئے ڈرتے رہتے ہیں کہ اگر کہیں سے اسے چھ مل گیا تو کیا ہوگا۔ مگر یہ چ مادت پھر بھی ترک نہیں کرتے۔ تو جتنا سامنا کئے میں کہہ رہے تھے۔

”لوہ سب سے زیادہ عجیبیت کرنے کی مانتا ہے، مگر میں ہوں ہی ہوں، ہوتی ہے۔ خود ہی اعزاز۔ ابھی میں بھائی سے آپ کی حکایتیں لگا رہی تھی۔“ نوشابہ نے ماحول کی سچی سچی کو ختم کرنے کی خاطر سادہ سی بھری شروعات سے کہا تو وہ ہنس دئے۔

”آپ یہ بتائیں کہ بھائی اور صاحب کو اپنے کوئی کون ہمارا ہے؟“ انہوں نے سنجیدہ ہوتے ہوئے پوچھا تو صمدیت بھائی نے بے ساختہ اپنے ہونٹوں پر اٹھل کر کوکر انھیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا۔ پھر دھیسے لکے میں چلی گئی۔

”بس چپکے سے پروگرام نہ لیں۔ ورنہ یہ بچہ پارٹی ہم سے پہلے جاری ہو کر۔ ٹیٹھی نے وزیر آباد کی طرف اشارہ کیا۔“

”بھئی نہیں! عزت۔“ مصدقہ بھائی سے متعلق کرتے ہوئے کہا۔

”پہلے میں جا کر نالہ و سے بہت سی غلطیاں اور کرتوتیں۔ دو چور کی بے گناہی ثابت کرتی ہے۔ پھر نہیں گھبرا احوال بنے۔ بچوں نے ذہن پر اگندہ ہوں گے۔ ان کا اس سارے معاملے سے دور رہنا ہی بہتر ہے۔“

”مؤمنوں!“ اہل بیت نے ہر جم کے حقیقی استفسار کیا تو وہ ان کے نظریں چہ انگلیں۔

”اس سے تو قہر و غصہ ہوتا ہے۔ چھ نہیں سہی رہی، چلتے چلتے اس لڑکے کو کیا ہو گیا ہے۔ نہ صدمہ، نہ بھائی ان کے کانوں میں پہلے بھی یہ بات نہ لگ چکی تھیں، سو اب بھی وہ شکریہ ادا کرتے ہوئے۔“

”ایک ہی رشتہ مکمل رہے گھڑوں کے ملن کا۔ اے نونوا کسی بھی طور دانشمندی نہیں ہوگی بھائی!“

”فی الحال تو آپ بھلا کسے کو نقل میں نہ ڈیرا دیا جانے کے لیے تیار ہیں۔ ساتھ میں آپ اور نو شاہ جو جاگیں گے۔ بچوں کے جانے سے پہلے ہی ہم لوگ نکلیں جائیں گے۔“ انہوں نے ہر گز کو دامن سے نہ جھٹکتے ہوئے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ بھی خوش ہو گئیں۔

”بچہ نہیں سہا کیسی ہوگی؟“ بچے تو ماں پر جاتے ہیں پاپا پر اور سہا کے تو ماں باپ دونوں ہی خوب صبر ہیں۔ ”نوشا نے سہا کو کہا تو ظہر وائل ہو جے نوروز نے اس کا جملہ اچک لیا۔

”آپ کی ملاقاتی ہے، والدہ حضور نور بھی بہت سی ساریاں تیں انسان رشتہ پر قیاس پر بھی ہا سکتا ہے تاہم از اولیٰ اور صدیقہ بھائی اس کی جملہ مادی پر مبنی ہے۔ مگر لاشائے اس کے بہت سیٹ کر اسے خفیہ ماکھو کر دیکھا۔“

”میں نے تو آج تک کسی انسان کی ہنسی یا رش سے ملتی ہوئی نہیں دیکھی ہے۔“

"کیونکہ یہ ایک جاسوسی ہے۔" قوماپ کے لہجے میں اس کے لیے چار پانچ الفاظ۔

جائیں گے۔ "خیر ہم بھی تو دیکھیں گے کیا حال ہے! اپنے لشکر ہون گوارہ کے ہوا کی ہیں بھی یا گڑبڑ ہی ہیں۔" وہ وٹھارت لئے کہہ رہا تھا۔

”جائزہ کا ٹکڑا یعنی اپنے مومن بھائی کا بچہ حصہ یعنی کمال کی نصف بھر۔“

مقبول ہو گیا۔

”کیونکہ انہیں اچھی طرح پتہ ہے کہ دوسری صورت میں ڈاکٹر فوٹو ہومز ان کا علاج شروع کر دیں گے۔“ ممبر اپ چائے نوشہرہ کو اوقات نے بھری زلی گھسیٹتی اور دراصل

ہوئی۔ یورو نے اسے گھر کر دیا تھا۔

”پاپا آپ بھی۔“ وہ چہچہاتی نظروں سے انہیں دیکھنے لگا۔

”یہاں ہی اگلے قطرہ کی دوا بند دیا گیا تو زیادتی جتنا۔“ انہوں نے اپنی مغالی نہیں کی تھی۔

اس کے لئے کیا تو میرے آپ کو اس کے چہرے پر ہاتھ رکھ کر یہ ایک گانا پڑائی۔
 یہ کیا تیرنی ہے؟ "سہراب نے غصے سے اسے دیکھا تو وہ جڑواہنت چلنے لگا کر بولا۔

”یہی سوال ابھی میں وہاں کر۔ شہنم سے پوچھیں وہ لقا۔ شرم نہیں قتل ہونے والے جو کہ کائنات افراتے ہوئے؟ انہیں کی رنگت لال پہاڑی کروڑوں بی ورا بھی نہیں تھی۔“

"میں واپس ہانپنے سے پہلے اپنی ماں کے پاس ضرور جاؤں گی۔ میں ان سے معافی ضرور مانگوں گی۔ ہانپنے ان لوگوں کا دل بھری دینے سے کتنا دکھا ہوا۔ کتنی راتیں انہوں نے بھی رو کر گزاری ہوئی گی۔"

وہ خود بھی روری تھی اور دوسروں کو بھی رلا رہی تھیں۔

رات گئے آئے وہ اساطیر ان کی زندگی کی فوج بن کر اٹھا۔

دروازہ بند ہوئی لے کھلا تھا۔

پورے سائے زندگی بائیں بجلیاں لے کھڑی تھی۔ وہ کسی کا بھی خیال کیے بغیر وہ تاریکی کی باتوں میں سست کی تو ان کے ساتھ ساتھ گرد و غبار چرائی کے کرب میں مگر وہ تاریکی بھی رہا ہے۔

☆☆☆

وہ خوب تو بھر گیا، خیال تھا وہ
مگر یہ مل کو کیا ہوا، یہ کیوں بھگا بچا نہیں
ہر ایک دن اس دن، تمام شب وہاں
کسی سے کیا گھڑنے کے جیسے کچھ بچا نہیں
زارا نے اسے پار۔ وہاں تک بہت پہنچ کر لے کے بعد حقیقت سے آگاہ کیا تو وہ بے چینی سے ساکت کھڑا رہ گیا۔

"تم اچل تو نہیں جاؤ گئیں زارا، وہ کبھی نہ ہوتی تو مجھے نہ کسی تم کو کون کچھ پتہ ہوتا۔" وہ تنگدل اس بات پر جھٹکے سے سنبھلا تھا۔

"خود میرا کوئی نہیں پتہ تھا۔ وہ کبھی ہی سے کبھی نہ۔" زارا نے آہستگی سے کہا۔ وہ بے چین ساتھ کھڑا ہوا تھا۔

"کچھ دن کی عقلی کی کیا کیفیت ہو سکتی ہے۔ وہ اس شخص کو پتہ تو نہیں کرتی تھی۔ اچھا وہ پڑل نہ دیکھو انوں گا۔ میرا میر۔" لیرنہ ہر اسٹینڈ لے گی۔ "وہ اپنی بے چینی پر اطمینان کا ہر وہ ڈالنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"اسے تیار ہی ناظر اسٹینڈ لینا بھی پاپ ہے۔ پادریہ کوئی کھیل تو نہیں کہ ہوا، اور اچھا ہوا تو کوئی بات نہیں۔" ٹوٹان نے خبیثی سے اس کا ساتھ دیا تھا۔

"تم سیدھے اپنی اپنی لکھو آؤ۔ اتنی بھینا اس پر وہ ڈال کر گھٹکٹ نہیں کر رہی گی۔ وہ بھی اس سوسٹ میں جب میرا بھی تیار ہوا ساتھ لے گی۔ تم ابھی طرح چاہتے ہو اسے وہاں لڑکی نہیں لے کر بیچو راتے میں ساتھ چاہو چاہے۔"

زارا نے میرا وہی حمایت کی تھی۔

"تو ابھی اس سے بات کرو۔ تمام حقیقت کا پتہ چل جائے گا۔ بیوی نے میرا ہاتھ پر میرا دھکا دیا اور پھر اس کے زار کو اٹھا دیا۔ اچھے چند منٹوں میں شائینہ بھائی اس سے بات کر رہی تھیں۔

"میرا ہاتھ نہیں ہے۔"

"ابھی پہلی گئی؟" زارا نے پوچھا۔

"کیا تاؤں؟" زارا نے خوشی کا لہر لٹا دیا۔ "میں برس کی چھٹی کے بعد وہاں سے ملی ہے۔ وہاں بھونکے دونوں ماں میں لڑکیوں کے دن کٹ گئے۔"

زارا کی بھونک میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ میرا ہوتا بندہ کی آزمائش کٹ جانے پر خوشی کا اظہار کرے۔ لیرنہ کی کھل کر دینا تاہم ایک ہو جانے کا ماتم کر۔

"میرا ہوتا ہوئے چھٹی تھی کہ تیس فون کر گئی۔ اتنی جلدی میں یہ سب کچھ ہوا کہ وہ کسی سے بھی رابطہ نہیں کر پائی۔ تم بھی تیار رہا۔ وہاں جاتے ہی اس کی ٹاڈی کی تیاریاں شروع ہو چکیں گی۔ بتاؤ تو ہو گا تمہیں آگئی نے۔" وہ اپنے مخصوص ماں اناپ اندر میں باری تھیں۔

چند ایک مزے باتوں کے بعد اس نے ٹھٹھٹے پار۔ اندر میں وہاں آگ کرے بیوی کی طرف بڑھا دیا۔

"میرا ہوتا وہاں کو اپنے ساتھ لے گئے ہیں۔" زارا نے رنجیدگی سے غلاما تو وہ ہر شکر خانوں سے اسے دیکھ رہا تھا شائد وہ گیا۔

"موتی؟"

"ظاہر ہے وہیں لے گئے ہوں گے۔ یہاں تو ان کا کوئی رشتہ دار نہیں ہے۔" زارا نے ہنس سے اسے دیکھا تھا۔

وہاں بن کے شہید احساس میں مگر کھڑا رہ گیا۔

ٹوٹان کو اس کی دلی روہنی کیفیت کا شدت سے احساس تھا اسے گھٹے کا کر رہا تھا۔

"وہ ضرور تیار رہی ناظر اسٹینڈ لے گی۔ وہاں چپ چاپ رہا ملے والوں میں سے نہیں ہے۔ اپنے ہو کے ساتھ ہانا اس کی مجبوری میں مگر اپنی زندگی کے اسے بڑے فیصلے کے وقت تو وہاں لڑکی نہیں کر سکتی تھی۔" وہ اسے تسلی دے رہا تھا۔

"موتی سنا ہے، وہاں کا قاتل ہوا نہیں۔" لیرنہ نے اسے چپکے بتا دیا۔ "اپنی اسے چپکے بتا دیا۔" لیرنہ نے اسے چپکے بتا دیا۔ "اپنی اسے چپکے بتا دیا۔" لیرنہ نے اسے چپکے بتا دیا۔

"جلد بازی مت کر لینے، وہ ہم سے رابطہ ضرور کرے گی۔" زارا کو پورا یقین تھا۔ وہ ہر باتوں پر قہار سے بیٹھ گیا۔

☆☆☆

انہوں نے روئے ہوئے تاریکی کے بندھے ہاتھوں کو کھول دیا تھا۔

"مجھے اس قدر گناہ کا رمت کریں وہاں۔" ٹوٹان (ابھی برس کے بعد وہاں رہا ہوا ہے ہر سے ایک دوسرے کے درمیان تھے۔) بھی تو یوں کہ ایک سال ۱۱۰۰ ماہ کی قربان ہو سالوں کی گزرم چکی تھی مگر وقت نے دونوں کے خد و خال میں اپنی واضح نشانیاں چھوڑی تھیں۔

رائیگن مسافرت سورسور زندگی۔

یہ نساں اتنی آسانی سے نظر انداز کیے جانے والے نہیں تھا۔

وہ بڑا بھی روئے کم تھا۔

پورا ان کا کہ اس قدر رشتہ پر تھا کہ وہ کھینچنے والی بڑا کم تھی۔

یہ قدرت کے فیصلے تھے۔ قدرت کا انصاف تھا۔ خد اپنے انصاف کا حق کسی بھی انسانوں کو تو نہیں بخش کرنا ہو رہا ہے خد فیصلہ کرتا ہے تو وہوں پڑے۔ ایک برہہ دیکھتا ہے۔

"موتی کوئی تو پکونی بھی معافی میرا دل کو سکون نہیں دیتی تھا۔ میں سب سے پہلے اپنی ماں سے معافی مانگنا چاہتی ہوں اس کے بعد آپ کے ساتھ اس پاک پرور دیکار کے گھر میں معافی مانگنے کی بھی میرا دل کو سکون لے گا مگر ایک اطمینان ضرور ہے کہ میں نے اپنی کرتی کا بھٹکان بھٹکان لیا ہے۔ اب میں خد کے حضور معافی کی اپیل کر سکتی ہوں۔"

وہ درجہ ٹھٹھکی سے کھینچ رہا تھا۔ ہر سے ہر امت کی عینک مگر تیروں میں گرا لے گی۔

"میں زارا بہت وقت کو کہنے انساں ڈاؤن بندہ۔ میں بہت کمزور بہت خد و خلاف لگا۔ اپنے خدوں کو بھلا نہیں پایا۔ تمہیں کچھ بھی تو نہیں۔" لیرنہ سوائے درجہ کے۔

"اب اتنی ناشکری مت کرو کہ وہاں۔ اس بزرگ ویرت کا شکر ادا کرو جس نے تم دونوں کی آبلہ پانی حق کر دی۔ اس آزمائش سے نکال دیا۔ ورت لوگ تو ساری عمر معافی کو ترستے رہتے ہیں مگر ان کی آزمائش تم نہیں ہوئی۔" زارا نے اپنی بھی دل گزرتا ہو رہے تھے۔ جان سے عزیز معافی کی دیکھوں بھری زندگی نے انہیں بھی ہر پل سے بھین رکھا تھا۔ ان کا نہیں نہیں پتا تھا کہ زمانے بھری خوشیاں اور سکھ لاکر اس کی زندگی کو گھڑا ہوا ہے۔ مگر وہاں ہی تھا جو خد نے اپنا اور بھی جب اس کی مرضی بہت شدت سے دیکھنی پڑتی ہے اور جب غلط ہوتا کہ ایک ہی دیکھا دکھائی دیتا ہے۔

تو ہر کار جو کچھ بھی بند نہیں ہوتا۔

جو نجات کا رہے۔

پورا بتا دیا بندہ اور تاریکی نے اپنے سے کسی تمام سزا تمام آبلہ پانی بھیل لی تھی تو تمام ہر ملے اسات آسان ہوئے چلے جا رہے تھے۔

ملن کے، استار و تیار کے۔

انے روئے ہوئے تا بندہ دیکھ گئے سے لگا لیا تو وہ بھی ہوں ٹوٹ کر رہ گئے جیسے آج ہی دنیا احمد کا پتا ڈھنسا ہو۔

"میں دیکھ رہی ہوں جیسے تا بندہ، بچی والدین کی ناراضگی میں وہ شدت نہیں ہوتی جو بچوں کی ضد میں ہوتی ہے۔ میں تو کب سے دروازے کھلے ہوئے اس انتظار میں تھی کہ تم کب آ جاؤ۔"

انے وقت سے پہلے ہی شیف ہو چکی تھیں۔ تا بندہ کسی ان کا نہ چھٹیں تو کبھی ہاتھ۔ خد جاننے نے ہی وقت دشمنی اور اسٹینڈ کو کھول کر دیا جو باب کے طے میں کر رہی میں رہا ہے پتہ تھا۔

—

کتنی ہی دلوں سے وہ زاراکوٹن کر گئے کاسوٹا دی گئی مگر ہر دلاس کی دیوار جاں نثوت کرو جاتی۔
"کیا تاؤں، جیسے تاؤں؟"

لیٹی سے ہر اور است بات کرنے کے متعلق تو وہ سوچ بھی نہیں رہی تھی۔

وہ جانتی تھی کہ جو کچھ کہنے سے ایک چل بھی نہیں گئے گا۔ ہاں، اس نے دل کو چھری تو کر لیا تھا۔

بے حد غیر جانبداری سے حقیقت کو سچا تو قبول کرنے کا تہا زبانی ہو گیا۔

کیا کسی بدمن میں ہنر ہے۔ ہونے کے بعد کسی باغی کو سونپنا کسی کی جاہت کرنا کتنا نہیں اہم یعنی نہیں مخراب اور بے محنتی کی انتہا نہیں؟

لاشعوری طور پر وہ حاشی کی لیا دلوں میں گھر جاتی تو ایک بات تھی مگر شہو، ہی طور پر وہ ہمیشہ لیٹی کی یاد کو چھپے، بہت پیچھے دل دوسراغ کے کہاں خانوں میں دھیلنے کی کوشش کرتی رہتی تھی۔

خود کو خوش ہو مطمئن ظاہر کرنا بھی تو خوش ہونے کی پہلی بڑی سی ہے۔ سو اس نے بھی اس بڑی سی قدم پر گھر کر اس حلق کو پران چڑھانے کی کھان کی تھی۔ جس کی دنیا و میں بہت سی گھٹنیں، جذبات و، دسائیں شامل تھیں۔ اس خاندان کو ہمیشہ ایک ناگروہ تھے اور گھٹنوں کو برا حالے کی۔

وہ خود کو اپنی ماں کے لیے تم بھی؟ کاٹھ نہیں بنانا چاہتی تھی۔ اس کی فرما میر واری ہی اس کی ماں کی اتنے سالوں کی ریاضت کا پھل ہو سکتی تھی۔

بہت سوچ کر اس نے نوروز سے کانٹیک کا روٹنگو لیا تھا جو کہ اس نے ہر۔۔۔ روٹنگو کے بعد لاٹو دیا تھا۔

"مگر میں لون کی بھولت ہے ہر ایک کے پاس موبائل ہے بلکہ آپ کی تو ذاتی طبیعت کے پاس بھی ایک دھندلے موبائل موجود ہے۔ پتہ پھر یہ نیل کا روٹیکوں؟"

"نیل؟ ایسا، اچھا رہتا ہے مگر مارکٹ وغیرہ جاکر فون کرنے فوٹ روٹ پڑ جاتی ہے؟" مسرہ نے پہلے ہی سے جواب گھر رکھا تھا۔

"تو پھر موبائل کی بھولت کس لیے ہے؟" وہ بھی پتھا گھر رہی تھا۔

"بھی جب موبائل میری قریب میں آئے گا تب دیکھی جائے گی۔" اسی فی الحال تم پر کام تو کرو۔ نیلے مانت ہے کہ اس کی اس کی۔ مسرہ کو کوئی کہہ رہا تھا۔

"آپ آئی ہیں ناں لائن پہ۔" وہ ہنستا ہوا پتھا گیا تھا۔ مسرہ وہ پے پے اسے تو از اس ہی دیتی رہی مگر شام تک وہ حال میر جانی سے ہر روز کے ہاتھ اسے ہر روز پے کر لیتے۔
کاٹھ کی کار بگڑا ہوا تھا۔

"بھائی نے کہا تھا کہ اگر پیٹہ پنے کی کوشش کریں تو کارڈ وائس لے آتا۔"

مہر و نے سداوے سے بتاؤ تو وہ مسرہ کر رہی تھی۔

بواب وہ نیلے کارڈ ہاتھ میں لیے فون کے پاس پہنچی تھی۔ جسے استعمال کرنے کا قصد صرف یہ تھا کہ وہ فون لوگوں میں سے کسی کو بھی اپنا کنٹیکٹ نمبر نہیں دینا چاہتی تھی۔
جس کا حصول اب سی ایل آئی کی بدولت ہر ایک کے لیے بہت آسان ہو چکا تھا اور وہ فون چاہتی تھی کہ ان لوگوں کی ہندو تہیت یا کوئی بھی رجسٹری کی آئندہ زندگی کی دنیا۔

کو کو لگتا تھا۔۔۔

اپنے چہرے جو حلقے کے ساتھ بہت سے لٹکوں کا ذخیرہ اکٹھا کرتے ہوئے اس نے فون کے مگر کا پھر بلایا تھا۔

خوش قسمتی سے فون زارہ ہی نے اٹھایا تھا۔ اس کی آواز مسرہ کو سناکت کر گئی۔

کتنی پیاری تھی یہ آواز بہت کی آواز دوتی کی آواز گھرا بستی دور، کتنی اجنبی ہوئی تھی اس لیے۔

"ہیلو! ڈیئر سارے! آتو جاے کہاں سے ٹھ۔۔۔ چلے آ رہے تھے۔ اس کا گھر رندہ گیا۔

"جی کسی سے بات کرتی ہے آپ کو؟" تو زارہ کا یہی اندھا تھا۔ تمام کا نام پوچھنے سے زیادہ اسے کام اہم لگا رہا تھا۔

"مجھے سچ بتاؤ، کیوں اور کیا پتھر میں ہم کیوں پڑیں۔ جس سے بات کرتی ہو وہ جانا پھر۔۔۔"

وہ اکٹو بنا کرتی تھی۔

"زارا! میں مسرہ بول رہی ہوں۔" بدولت اس سے کہا گیا تو دوسری جانب لٹو بھری خاموشی کے بعد زارہ کا جیسے سکوت ٹوٹ گیا تھا۔

"اسی آتم؟" وہ گالے جیسے لہجے میں کہہ کر کہاں کہاں؟ اتنے دلوں سے رابطہ کیوں نہیں کیا؟ ہم سب اتنے پریشان تھے۔ کتنے دلوں سے تھمادی کال کا ویٹ کر رہے ہیں اور
لیٹی تو پاگل ہو رہا تھا ناگل۔"

"میں پاگل ٹھیک ہوں اور میں ہوں زندہ سلامت۔" وہ بے اختیار اس کی بات کاٹ گئی تھی۔

یہاں تو دلوں سے لے کر باتوں تک کام ہر اسی شخص سے ملتا تھا جسے بھولے ہوئے واپس دماغ دھول سے نکالنے کی سعی کرنے میں وہ جتی ہوئی تھی۔

"میں نے ٹائیڈ بھائی کو فون کیا تھا۔" انہوں نے مجھے بتایا کہ تیار۔ ہر دم لوگوں کو ساتھ لے گئے ہیں۔ بہت مبارک ہو بھی مگر یہ رشتے کا کیا پتہ ہے۔ اس روز ان کی لے
بھی لیٹی کے پر وچ و زل کو سفاک من کر دیا تھا اور ب ٹائیڈ بھائی بھی کہہ رہی تھی کہ تیار ہی ٹائیڈ لے دیکھی ہے۔"

"زارا! یہ بد پریشان تھی مگر اتنا ضرور ہو گیا کہ اس کے بات ٹھنک کرنے کے دوران مسرہ کو شہر کو سنبھالے ہو تو قبول کیا تھا۔

"ٹائیڈ بھائی بھی زارہ! بلکہ ہو چکی ہے۔" اب کی بار اس کی آواز بے حد صاف اور بوجہ بنا تھا۔

زارہ کو بھینکا سا لگا۔

"واٹ؟"

"میں صرف کوشش کر سکتا ہے زارہ! اپنی بہترین کوشش اپنی زندگی میں بہتری لانے کی۔ ہر انجی اور حب صورت چیز پانے کی مگر حقیقت میں وہ کبھی ہے جو طے اے
اس کے منصب میں لگدبا ہے۔ میں گڑبڑی ہوئی کی بھی بات کو دہرا نہیں چاہتی زارہ! کیونکہ۔ یہ ب میرے لیے سر بھاگتا ہے۔ ہم دونوں نے ایک دوسرے کو بچا ہوا نظر

ہائے کی کوشش کی تھی مگر میں بن گئے مگر میں خوش ہوں اور مطمئن بھی کہ میں اپنے خاندان کی عزت کا نشان بن کر اپنے گھر میں لوٹا ہوں میں لیٹی سے بات نہیں کرنا
چاہتی زارہ! وہ ایک بہت اچھا اور بہت مہربان اور بہترین دوست ہے۔ اسے کہنا وہ دوجا ہے تو مجھے برا کچھ سکتا ہے مگر صرف اس بات کا یقین کر لے کہ میں نے اسے دھوکا
نہیں دیا یہ سب قدرت کا کھٹکا تھا اور اسے ہی طور پر اہوا تھا اور یہی کہہ دینا کہ زندگی میں کبھی کسی موڑ پر بھی اگر مجھے سے سادہ ہو تو مجھے آواز نہ۔ میں اپنی زندگی
بہت ایماندار ہی سے جیتا چاہتی ہوں۔"

"مگر جس سے سب ہو گئے؟" ورم نے لیٹی کے لیے اسے سنبھالنے کیوں نہیں لیا؟

زارہ کو اس قدر سہراج حالات وہ واقعات نے در حقیقت بہت اچھا دیا تھا۔ جو باصبر و نے اسے مختلف اہتمام مالا تہا دیے تھے۔ وہ دن کر خاموش رہی مگر قہر سے تو اتنے
کے بعد ہندو اپنی انداز میں ہوئی۔

"تو بھینچن کی بات تھی جس اہم لوگوں کو اپنی مرضی سے اپنی زندگی گزارنے کا پھر اہم مائل ہے۔ تم بات تو کرتی آتی ہے۔"

"تم نہیں سمجھتی زارہ! میرے لیے اس دشمن کو جوڑے۔ کہنے کا مطلب ہے اس خاندان کو جوڑے۔ رکھنا۔ اپنے اندر میں کو سب کی نظروں میں مرطوب کرنا۔"

"اس ٹھیکہ سالا میں تمہاری خوش کہاں ہے مسرہ؟"

"میں اپنے والدین کی انجس ہر سون کی ریاضت کو کاترتے جانے سے بچا ہوں، ان کی آج پانی کے لیے مریم بن جاؤں، اس سے بڑی حوشی اور ایمان کیا ہوگا میرے
لیے؟ زارہ! بلکہ مجھے کمزور مت بناؤ۔ آج اگر میں نے تم سے رابطہ کیا ہے تو اس کا مطلب اپنی صفائی پاؤنا جس دینا ہر گز نہیں ہے۔ میں صرف کسی کی آس، کسی کے
انتکار کو تم کرنا چاہتی تھی۔ میں نہیں چاہتی کہ لیٹی یا لا مائل انتکار میں اپنی زندگی بڑا کر لے۔ اس کے لیے خوشیوں کے بڑا دلوں اور طے ہیں۔ میں جب تک اس کے
ساتھ چلی بہت ایماندار ہی سے چلی گریب جب کہ زندگی ایک کچھ موڑ پر مڑی ہے تو میں بٹاپا یہ سڑ بھی بہت ایماندار ہی کے ساتھ شروع کرنا چاہتی ہوں۔ لیٹی سے کہنا
مجھے معاف کرو۔ سناؤ انکی ہی میں، میں اسے دیکھ دیکھ کر کھٹ بن گئی اور اس سے یہ بھی کہہ کہ وہ ایک بہت اچھا انسان ہے اور اچھے لوگ کسی نیا وہ ہر کچھ سمجھا نہیں
رہے۔"

اس کے پوچھنے کے لیے میں آتو دوس کی کھینچنے مڑنے لگی تو خود سے ہار کر اس نے رسیور رکھ دیا اور ہاتھوں میں منہ چپا کر بیٹھ گئی پھر بھی دل نہ تار با تو وہ تیزی سے اٹھ کر اپنے
کمرے میں چلی گئی کہ اس وقت خود کو سنبھالنا اہمیت کی سب سے بڑی اور اہم ضرورت تھا۔

پورا پوری رو میں چلتی ہوئی وہ کوفہ و کر کے فانی مڑے۔ ہر کچھ کھڑے۔ یہ تو اڑھلی کو دیکھ نہیں پاتی تھی۔ جو بچانے اسے دیکھ کر سناکت ہو رہا تھا۔

"بچپن میں ملے کیے گئے رشتے محض ایک ہندو اپنی قدم اوتے ہیں اور بڑو اپنی کا ایک بدمن میں اس اور کچھ نہیں۔" اس نے ملنا رائسلا سے کہہ رہے تھے۔

صدیقہ بھائی تو پ کر رہ گئیں۔

"نورم، بیماری خوشیاں، جہاں اپنے بچوں پر ٹوٹی حق نہیں ہٹا؟"

"تو زمانے تو گئے بھائی۔" بواب بھی خست ملاوٹی کا دکھار تھے۔ ہر مڑا۔ مانا لہجے میں بولے۔ "میری تو یہ کچھ نہیں آتا کہ اس وقت کے حالات دیکھ لینے کے باوجود
وہ چلی کور فوڈ کی بہت ٹوٹ جاتے تھے کہ باوجود ہم نے سب کچھ کرنا شروع کر دیا ہے۔ ہم نے اس سے کبھی بھی اس حقیقت کو چھپا کر نہیں رکھا پھر اب سب سب با
انکار کی کیا تک ہے۔" بھائی کو خضر نے لگا تھا۔

”آپ بھی کر دیکھیں وہ مجھے بھی وہ آپ سے کم لڑ نہیں دیتا۔ بہت آرام سے اس نے اپنا سیکر وکس کر لیا تھا۔ دھنسی بھی قیست پر اپنی کھنٹ بھانا چاہتا ہے۔ جڑیاہٹس نے اس کے سامنے سب اوروں کا کام رکھا ہے۔“

”اگر اڑی لے جیسے ہم بلاست کیا تھا۔“

دونوں میاں بیوی لڑنے لگے تو کچھ شہر ہو گئے۔

”گھر آئیں صحت۔ یہ وقتا فوقتاً کاہرہ والی تھی۔ صبا اور ہر اب دونوں کے ساتھ میرا ایک ہی جیسا رشتہ ہے۔ میں بھلا ایک کی خوشی پر دوسری بیوی کے کھڑکڑاؤں سے کیسے سکتا ہوں۔ میرا مطلب تھا کہ اس طرح ہم اس لڑکی کو چھوڑ کر اپنی جگہ کی کرنا اس کے متعلق سوچے گا۔“

”تم نے تو میری جان ہی نکال لی تھی افراتفر۔“

صدیقہ بھائی کے ہاتھ پاؤں ابھی تک سننا رہے تھے۔ بھلائے ہوئے دھڑکے ان کی طرف دیکھا اور جتا۔ کان لچکے میں بولے۔

”اس راسی بات سے تم تائبندہ کے رد عمل کا اندازہ لگائے ہو۔ یہاں مغربی کا فتنہ ہو جاتا ہے قیامت سے کم نہیں ہوتا اور قیامت چار برسوں کے نکاح کو کسی گھنٹی میں نہیں لارہا۔“

”بھئی آپ لوگ اس سے کچھ مت کہیں بھلا۔ اچھا تو اسوچے گا تو اسے اندازہ ہو گا کہ اگر اس کا فیصلہ سنانے کے لیے تکلیف کا باعث ہو سکتا ہے تو میرا فیصلہ بھی وہ اب کی خوشی کا باعث نہیں ہوگا۔“ افراتفر نے انہیں سنبھال دیا۔

”میرا کیا نیلنگ چل رہی ہے چپکے چپکے؟“ تائبندہ کے ایک دم سے صدیقہ بھائی کے کمرے میں آجائے تو وہ بیٹوں ناموس ہو گئے تھے تائبندہ کے پیچھے ہی نوٹا بھی تھیں۔

”بھئی ہو گیا ہو سکتا ہے، اسی عہد میں وہاں کی شادی کی بحث چل رہی ہے۔“ افراتفر نے قدرے فکشنل سے بات بنائی تو ان کے چہرے پر مسرتوں کے چٹاٹ مل گئے۔

”جی جی بی بی بڑی بھٹ کی کیا ضرورت ہے افراتفر بھائی۔ مگر کی سی تو بات ہے۔ سادگی سے رخصتی ہو جائے تو میری بھی فخر فتنہ ہو۔“ تائبندہ نے کہا تو صدیقہ بھائی نے انہیں ٹوک دیا۔

”سادگی سے کیوں؟ میں پورے دم ہرگز کے ساتھ اپنی اہلیوں اور بیاری بہو کو یاد کر لائی گی۔“ بے ساختہ کہہ کر وہ دونوں بھائیوں سے نظر چرائی تھیں۔

”اس بھائی آپ کی امانت ہے جیسے چاہے لے جائیں۔“ تائبندہ نے بے حد خوشی تھیں۔

”وہ ایسے ایک بات ہے بھائی، اگلی نوپ صورت جوڑیاں کسی ہی ہوتی ہیں۔ جیسی ہم اب اور صبا کی ہے ماننا دلشہ۔“ نوٹا نے بے تحاشی کی تھی۔

اور واقعی یہ بات بھائی نے والی تھیں تھی اگر میرے حسن میں سادگی اور معصومیت کے پانچویں پیرا کی تھی تو بعد میں افراتفر کی مردانہ ہاست اور خوبصورتی بھی نظر انداز کرنے کے قابل نہیں تھی۔

”وہاں کریں بھائی، دونوں کی قسمت بھی اتنی ہی خوب صورت ہو۔“ جو دو کو صوبہ میں ہم نے دیکھی ہیں۔ خدا ان کے صورتوں سے بھی انہیں بچائے رکھے۔“

تائبندہ کے مایوسانہ لہجے سے انہیں برسوں کے دن اس کا دھوکہ چھڑا دیا تھا۔

”کہہ کے دن شہر میں ہو چکے ہیں تائبندہ۔ اپنے خدا پر اور سارے کھو۔ وہ اگر کسی انسان پر اڑا کر لے جاتا ہے تو اسے تیار کر نہیں چھوڑتا۔ بندے کے کسمپرسی اور بدداشت کے ساتھ ساتھ اس کے لیے آسانی پیدا کرتا رہتا ہے اور اس کا کہہ ہی تو ہے کہ اتنی تم دوبارہ اسی ملاقات و احترام کے ساتھ ہم سب کے درمیان ہو۔“

بھائی نے انہیں سنبھال دیا وہ ہم آگے کو تھیلے لے کر چلتی ہوئی مسکرائیں۔

”بس بھلا، انسان کو کھانا کھانے کے لیے تو کہتے ہیں۔ دیکھیں بھی رہتا ہے۔ اور سبک میں بھی اس کا کوئی ذکر کر کے اس کو روک کر رہا کرتا ہے۔“

”جی تو سب سے بڑی غلطی ہے ہماری۔ میں تو سمجھتی ہوں کہ شادی صرف ایک سنو کی مانند ہونا چاہیے، جہاں پرانے رنگوں میں سارے کھو، سکھ خوشیاں اور غم بند کر دینے چاہئیں۔ کبھی کبھار کوئی دن تو ہمارے خون کی جھانچ پر چھوڑ کر لینے میں کوئی حرج نہیں۔ ورنہ انسان کو سب سے زیادہ اپنے حال میں بندہ رہنا چاہیے۔ گزرنے والا کل تو گزرتا اور آنے والے کل کا تو کیا، آنے والے لپکا کبھی کوئی ستارہ نہیں رہتا تو پھر اہمیت کسی کی ہوتی؟“ ان کی باتوں کو دیکھ کر اس سے پہلے کہ وہ جی سے دینے والے بیٹا کل کا حصہ بن جائیں، انہیں بہترین طریقے سے گزارنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ باقی سب خدا پر چھوڑ دیا جائے کہ اس کے حکم کے بغیر تو ایک تکاملی حرکت سے معذور ہے۔ اگر اس ساری شے کو ایک خطے میں مٹا دیا جائے تو کچھ اس طرح کہ اسے لپکا کر وہاں وہاں میں زندگی کے کسمپرسی سے قحط کا دور رہا ہے۔ یعنی ماضی اور مستقبل کی غمروں سے زیادہ موجودہ پر غور کیا جائے۔ اسے بہتر بنانے کی کوشش کی جائے۔ جو گزرتا گیا تو اس پر آپ کا ہاتھ رکھا اور آنے والے کل پر گھر اس آتی کھڑے ہم سنوارنے کی کوشش کر سکتے ہیں۔“

نوٹا بھی کمر کوڑتے لے بے حد حیرت سے اگلی زندگی کا ایک نقشہ سامنے رکھتی دیا تو افراتفر انہیں ہوشیار نظروں سے دیکھنے لگے جب کہ باقی سب نفوس ناموسی سے انہیں ہی رہنے تھے۔

”بہت بہترین بات کسی نے نوٹا نے۔ انسان کو بہر وقت اپنے حال پر غور کر کے رہنا چاہیے۔“ بھلائے بھی انہیں سراہا تھا۔

”آپ اس روزہ ہم سے بات کرنے والے تھے کیا نتیجہ رہا؟“ رات سوئے وقت نوٹا کو کھانا کھا دیا تھا۔ تائبندہ ان کی ہر بات کرنے کی مانند تھی اور بی افراتفر فرخندہ اس طرح کے معاملات کو پھیلانے پر یقین رکھتے تھے جس کو چچی کو نوٹا پر بھی صبر و تحمل سے بے چارے نہیں لیں اب جب کہ انہوں نے یہ چھوڑا تو افراتفر نے انہیں ساری بات تادی۔

”وہاں گھر ہم اس کے باوجود وہاں سے شادی کو نہ مانا تو؟“ وہ دھڑکے ہوئی تھیں۔

”تو“ انہوں نے گہری سانس معلق سے غارتگری کرتے ہوئے بے بسی سے مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ ”میں تو بس اپنی ہی کش کر سکتا تھا نوٹا پر باقی سب تو ذات ہماری تھا ہی کے ہاتھ میں ہے۔ اس سے آگے حالات کے مطابق ہی کوئی قدم اٹھایا جا سکتا ہے۔“

”سب کچھ جانتے ہو جیسے ہم کمر، رہوں پر چل چاہے؟“ نوٹا بھی پریشان تھیں۔

”وہ بھی اپنی جگہ غلط نہیں ہے نوٹا۔ تائبندہ وہاں ہی کا نام اس رشتے پر قائم رہنا چاہتے تھیں تھا۔ حالات جس رخ پر جارہے تھے وہ ہم نے بھی انہی کے مطابق قدم اٹھایا۔ بہر حال یہ سب قسمت کے تھیلے ہیں۔ ہمیں کے نصب میں کیا کھو دیا گیا ہے۔ یہ تو صرف خدا ہی بہر حال ہے۔ بعض مواقع انسان ہائے جس کس ڈر کی ہر کرتا ہے مگر درحقیقت وہ ایک کھوئے سے بندھا ہوتا ہے۔ وہی کی درازی کہ تو اس کو آزادی ہوتی ہے مگر اس کا اصل مقام وہ کھو جائی ہوتا ہے۔“

وہاں کے ساتھ خود کو کبھی قتل نہ رہے تھے۔

نوٹا نے بھی مسکرائے وہی تھیں یا انہیں مگر انہوں نے اثبات میں مرضی اور بلا لیا تھا۔



ان دنوں گھر میں شادی کی تاریخ رکھنے کے متعلق بحث چل رہی تھی۔ اس لیے میرا حوا تو آپ کے کمرے میں بھی رہتی تھی پھر بے بسی کے پاس نہیں رہتی۔ وہ خود کو ابھی تک ہم پر افراتفر کا سامنا کرنے پر تیار نہیں کر پاتی تھی۔

ہر رات کے ساتھ اطمینان بھی ہوا تھا کہ دوسری جانب سے بھی ایسی کوئی فرمائش نہیں کی گئی تھی۔ وہی آگاہی ملاقات کی ہی صورت پر اپنی گئی تھی۔

”ای آپ ناخودہ روشنی نالاکہ لینے خود جائیں گی؟“

اس کے پاؤں پچھنے پر تائبندہ نے اطمینان سے کہا۔

”اس میں پوچھنے کی کوئی بات ہے۔ میں خود کار دونوں جائیں گے۔“

”کتنے خوش قسمت ہیں ہم اب بھی امی۔ اتنے یاد کرنے والے رشتے ہمیں بھی خدا نے دیے ہیں۔ اس روزہ تو نے مجھے کتنا یاد رکھا تھا اور روشنی نالاکہ وہ تو ویسے ہی اتنی سہرت ہیں۔ امن اہل کے ساتھ تو دیکھی خوب صورت لگتی ہیں۔ کتنے خوش ہوئے تھے وہ سب ہمیں اچانک دیکھ کر۔“ وہ جیسے ختم قصہ ہے پھر اسی جھڑکے دیکھ رہی تھی۔

”جہیں اچھا لگا تھا یہ سب؟“ تائبندہ نے پیار سے اس کے رخسار پر ہاتھ بھر تو وہ مسکرائی۔

”میں تو بہر حال گود کر کے سارے رشتوں کے لیے تو سناکتی تھی۔ جس آپ کی دل لکھی کے خیال سے کبھی کہا نہیں تھا۔“ تائبندہ دھجے ستاف کا ٹکڑا ہاتھ لے لگیں۔

”مجھے صاف کر دینا چاہیے۔ میں نے تمہارا سارے رشتوں کے کوڑے ہوئے بھی تھیں ان سے اتنے برسوں تک اور کیسے کہا۔ اپنے ساتھ نہیں بھی جہاں اور رہی پاس کاٹنے کی ہر ہی مڑی۔“

”کیسی اچھی گری میں امی۔“ وہ خود انہیں ٹوک لگی تھی۔ پھر انہیں اعتراض نہ امت سے نکالنے کی خاطر خوشی ملی سے بولی۔

”جتنی قدر مجھے دیکھو رہی ہے ان رشتوں کی مثالیہ جب نہ ہوتی۔ اور پھر جو کچھ ہوتا ہے وہ کسی بہتری کے لیے ہی ہوتا ہے۔“

ان کے ساتھ ساتھ وہ اپنے دل کو بھی ان کا دل میں سے مطمئن کر رہی تھی۔

”بھائی آپ کا فون ہے۔“

کوئی اور یہ اطلاع دینا تو میرے بھی سمجھتی تھیں تائبندہ کو پیغام دیا جا رہا ہے مگر یہ پیغام رسائی کرنے والی بلا ہے۔ میرا دکانچہ میں جھانک رہی تھی۔ اب لاپہ کی بھائی تو وی

تھی مگر فون کس کا ہو سکتا ہے؟ وہ اسی ایجنڈے میں ملنے فون تک آتی تھی۔

”نیلر۔ اس نے جھپٹتے ہوئے کہا تو تاجہ بھری خاموشی کے بعد دھکی سی آواز دے چلی جس میں ہلکے سس کے پورے چہرہ میں شگنائے ہوئے تھے۔

”کسی سے کوئی بات نہ کہی جھڑپ نہیں کرتے
ملائیں ہاتھ تو پھر جھڑپ نہیں کرتے
میں معلوم ہے کہ جیت باقاعدہ ہماری ہے
سو ہم وقتی شکستوں پر دل توڑ نہیں کرتے

”ایک ہی آنسو ہر گزیر میں غرق تھی۔

”کسی کو تم؟“ وہ پوچھ رہا تھا اور دھمکے جیسے منہ لائے جیسوں میں ڈوب گئی۔

”تم ایک ہی تم جس میں میرا ایک بڑا کہاں سے لا؟“

اس کا ذہن منتشر رہا تھا۔

”دوسرے نے والے تھوڑا کھنگلی دھوڑ لیتے ہیں۔ تم تو میری کسی ایک غور سے ہی تخلیق ہو۔“ وہ بتاتا تھا اس کی ہلکے سس کے ہاتھ سے پھسلنے لگا اس نے چہرہ
نگروں سے اپنے تئیں ہلکے سس دیکھا تو کوئی بھی وہ جو نہیں تھا۔

”جو میں پوچھ رہی ہوں وہ بتاؤ۔ اس کا منہ تنگ ہو رہا تھا۔ جس منہ کا وہاں جب تک کہ وہ اپنے دندان پاؤں کر یہاں جلی آتی تھی۔ وہ پھر سے اس کی دھکی پر آن کھڑا ہوا
تھا۔ جس کا مال شہر۔ میں تھا وہ کیوں نہ کھانگہ ہوتی۔

”میں نے اپنی خیالی دنیا کو ایک ہلکے سا شائیدہ بھائی سے پوچھا جائے کہ تم اصل میں کونسی کہاں ہو۔ میں تو باقی سب کی طرح یہی سمجھ رہا تھا کہ جہاں۔ اور تم کو تو میری نے گئے
ہیں۔ وہ تو بھلا وہ شائیدہ بھائی کا۔ انہوں نے بتایا کہ تم تو پاکستان ہی میں ہو۔ اور جاپور، راجستھان، مہاراشٹر، گجرات، اور ہریانہ میں گھسٹوں کا۔“ وہ بہت اچھے موڈ میں
تھا۔ مگر پھر وہ نے اپنے لب و لہجہ میں کوئی چٹک نہیں رکھی تھی۔

”میں نے زار کو سب کچھ بتا دیا تھا۔ کیا اس نے تم سے کچھ نہیں کہا؟“

”جس نے کہا کہ تم نے اسے؟“ وہ دھکی کا ہلکا سا گڑبڑا ہوا تھا۔

پھر وہ کے شانوں پر جیسے ایک بڑا ہوا تھا۔

اپنے تئیں وہ ساری دے داری زار کو سب سے بعد مطمئن ہو چکی تھی مگر یہ اب کھانا تھا کہ یہ ملو تو ابھی بھی اس کے گلے میں پڑا ہوا تھا۔

”یہی کہ اب میں اچھے دوستوں کی طرح ایک دوسرے کو نہ ماناؤ کہہ دینا چاہیے۔“ بہت صبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

”آں باب، اچھے دوستوں کی طرح نہیں بلکہ ابھی وہ یوں کی طرح روزانہ آج آج سے جیتے جیتے وقت۔“

جواب اس کا شرارت آمیز انداز پھر کوئی نہ کیا تھا۔ وہ بے اختیار اسے نوک دیتی تھی۔

”کیا کچھ بھی نہیں ہو گا نہ ہم۔“

”نہ تم؟“ دوسری جانب زہر لپ ویر لایا تھا۔ پھر جیسے وہ اسے دھکی بانی کرتے ہوئے بولا۔

”جس نے تو یہی کہے کہ اس کو سوجھتا نہیں تھا میرا۔“ پھر اس نے بے امتیازی کا سا انداز لیا۔

”کیا کہ میں نے حقیقت کو کبھی آنکھوں سے دیکھا نہ تو وہ کر دیا جائے۔ میں ایسے بدن میں پھڑکی ہوئی ہوں کہ یہ سب ہو کر ہو کر اس میرے لیے بے معنی ہے۔“

”بہت اچھے دوستوں کے بعد وہ خود کو سنبھالنے پر مجبور قطعاً متعلق کرنے والے انداز میں بول پاتی تھی۔

”مگر میرے لیے یہ سب کچھ بہت معنی رکھتا ہے۔“ پھر وہ تمام مطلب تم سے کہہ کر اس کی بات مانا تھا۔ پھر یہاں اسے دن
میں پچھلے جھڑپ کی کوئی سی داستان نے مار رہا تھا جب وہ اپنے لیے میں اسے نوک لگی۔

”اس لڑکھائی۔“ یہ میرے گھر پر شہزادی کی جلی اور آٹھری کال تھی۔ آج کے بعد تم مجھ سے کسی بھی قسم کا کوئی رابطہ کرنے کی کوشش نہیں کرو گے۔“

”میں کروں گا اور ضرور کروں گا۔ تم ایسے مجھے درمیان میں لا کر کیسے چھوڑ سکتی ہو؟“ اس کی آواز سے بے یقینی کے ساتھ خدشہ میں رہا تھا۔

”تم ایسا نہ کرو کہ میں لڑکی کی طرح کھیر لگاؤں ہو چکا ہے۔“ اپنے تئیں وہ اس کی ہر راہ پر کھڑی تھی مگر وہ بے یقینی سے بولا۔

”مجھے مت بولو کہ وہی اسے دے دوں میں اس کا اہم فیصلہ کر لیا تھا۔“

”یہ اسے دے دوں میں نہیں بلکہ آج سے اس کے پاس پہلے ہونے والا رشتہ ہے۔ اس مجھے ہی دے دے پڑا۔“

”سو اسے میرا بھائی بن کر لے گیا بہت دلچسپ تھا۔“ وہ اپنی مرضی کا فیصلہ کر چکی تھی۔ اس کی ہر سسوں آواز میں ابھری تھی۔

”میں فیصلہ سے پہلے ہوں لڑکی۔ اس گھر کی عزت اور ماں کو کھوکھو کر رکھنا مجھے کسی طور پر نہیں ہے۔“ میرے دل میں اس کی بات کو وہ فیصلے سے بولا۔

”میں جس جانتا میرا کہ تم یہ فیصلہ نہیں جھڑپ میں لاؤ گے؟“ اس کی آواز سے بے یقینی کے ساتھ خدشہ میں رہا تھا۔
مجھے ایک بار اشارہ کر دیا۔ میں جس پر غصے سے نکال لوں گا۔“

اس کا اس اور کچھ نہ کہنے والا وہ اس سے کہہ کر اس نے کچھ نہیں کہا۔

”تم فلاں کچھ رہے ہو لڑکی۔ یہ فیصلہ جانتا میرا۔“ اس کا بے گھٹنا سے اپنی دلی رضا مندی سے بھانا چاہتی ہوں۔ میرے ہی ایسا اس سادہ معانی کو آگے بڑھا
جا رہا ہے اور بالآخر تم آگے۔“ مجھے فون مت کرنا۔“

اس نے دلی آواز میں میری سے بات تم کرتے ہوئے رہی ہو کر بولنے لگا۔ پھر وہ بول رہا تھا۔ پھر وہ بول رہی تھی۔
کہہ رہی تھی کہ میرا۔“ جہاں لاپتہ کے ساتھ سب پہلی ہے جی کچھ نہیں ہوئے وہاں تمام تر میری سے آگاہ کر رہی تھی۔

”اب بہت جلد حریف میں پڑ جائے گا۔“ اس کے خوشیاں اور خوشیاں دہی جیسے مزہ چھائے گا۔“

وہ زہر جیسے موضوع پر کھڑی تھی۔ جب کہ اسے دیکھ کر وہ دونوں مزے شہر ہوئے تھی تھیں۔ بے یقینی کے اشارے سے اسے اپنے پاس جیسے کو کہا تو وہ خود کو سنبھال
ہوئی۔ پھر اس کے ہاتھ کی ان کے ستر پر ان کے پاس بیٹھ گئی۔

”اب تو میری بھائی آگے ہیں۔“ اس نے اپنے فون کو بولی۔

میرا بے صبر ہو کر نہ لگا تو اسے فون کی بجائے دھکی لے گا۔ میرا بھائی تو کو کو نہیں تھی۔ سو تو پھر ستر پر لپکے بھی رہی۔

”آپ کی کال انہوں نے ہی رہی ہوگی تھی۔“ اسے لگا رہا تھا کہ وہ ہے جسے۔ اپنی بھائی سے کہوں کے کسی عزیز دوست کا فون آیا ہے۔“ لاپتہ نے بڑے محظوظانہ
انداز میں خبر سنا لی تھی مگر پھر وہ کو تو اس کا جیسے اس کے دل کو کسی نے مٹی میں پھینک دیا تھا۔

”تو اور کیا؟“ وہ پوچھ رہی تھی۔ پھر وہ بول رہی تھی۔

پھر جیسے وہ۔

اسے لگا جیسے اس کی دھکی تو ابھی بھی نکلتی ہو۔

ایک ہی فون کال کو اس فون میں دیاں کرنا تھا۔ اس کی تپندہ دھکی کو اس کا بھڑکا تھا۔

میرا بھائی اور اسے ستر پر لپکے ہوئے تھے۔ بے یقینی کے اشارے سے اسے اپنے پاس جیسے کو کہا تو وہ خود کو سنبھال
وقت کی جتنی چال مجھے کی کوشش کر رہی تھی۔



”کیا صبر پا لے بیٹھے؟“ میں نے مدد میں لے کر دھکی بھی تھام لی تھی۔ میرا بھائی نے اپنے فون میں جیسے۔

اپنی خوشی کا احترام کرنا صبر میں سب سے ٹارو لے لیا ہے؟“ وہ بے صبر سکون سے پوچھ رہا تھا۔

”جب دوسروں کی خوشیاں پر اپنی خوشی کو بھجوا دی جائے تو اسے صرف صبر ہی نہیں ہے۔ تم کیا سمجھتے ہو اسے سادہ لوگوں کو صبر کہہ کر تم کوئی تاثر مل کر
لوگ؟“ یہ میرا بھائی بھول ہے۔“ وہ جڑجڑا کر بولی تھی۔

تو وہ کی گھٹنا لگنے کے لیے کھڑے۔ میں داخل ہوئی میرا بھائی کو دھکی کر اندر سے آنے والی آواز سننے لگی تو اس کے پیچھے آنا وہ بھی تنگ لگا تھا۔

”بہت بڑا گناہ ہے کسی کی بات سننا۔“

”کسی کی خوشی، امی، وہ بھائی کی دھکی ہوں۔“ وہ کھانسی لپکے میں بولی تو وہ کھانسی لپکے میں بولی۔

”تو میری دھکی داری میں یہ گناہ جانتا ہے۔“ میں ابھی اپنی اس سال کا سال سن سکا ہوں۔“

وہ لگا کہ اس کی طرف مڑی۔

”پلیز فورگٹ وہ بد زمانہ بھائی کے ستر۔“

وہ ہونٹوں پر اٹھ کر کھڑا ہو گیا تو وہ کھڑے ہو کر بہت چھاتی روزانہ کے ساتھ کان لگا کر کھڑی ہو گئی۔

”تو میرا بھائی جان، اتنا جلدی ہے تو محبت کی اتنی عمر کا تو ہو چکا ہے کہ اسے لپکے میں صبر کی لڑکھائی کو لپکنا چاہتا ہوں۔“

کمرے میں پہنچ کر انہیں نے منگوائے تو بڑے سارا احوال بیان کر دیا۔ جسے سن کر اس ہنست دھنست ہی نے اطمینان کی سانس لی تھی۔ مگر اب تو وہ اس سارے قصے اور اچھے منٹ سے زیادہ اہمیت نہیں دے رہے تھے۔

”پتہ ہے فوراً اس سارے معاملے کو ایک ہی جیلے میں کیسے نکال دیا جاسکتا ہے؟“ انہیں کی ہنسی شرارت سے اچھکیں تو وہ بھنوں کو استغناء سے انداز میں ہنسنے لگے۔

”اسے کیسے چاہئے ضرورت کے وقت گھر کو باپ نہانا۔“ نوہ شرارت سے کبھی ساتھ ہی اپنی چم۔ چھوڑ کے کھڑکی کیسے کھولا اور نوہ کو دانت پیٹتے اپنی طرف لپکتا دیکھ بھلی تھی۔

”کوئی سال نہیں ان دنوں کا۔“ جسے سال سنا دیا وہ بھی ہو جائے گی اور یہ یقینی بچوں بکڑی ہی کیلئے رہا کریں گے۔ کانپنے لگی تھی پھر باہر مارتو میرب کو اس کے اٹھنا پر ہنسی آگئی۔

وہ قابل ہونا بندہ لاہور جانے کی تیاریوں میں تھے۔

وہ اس ای وفاقہ ورشی اور اس کو بھی اس تقریب کی اطلاع ہو رہی تھی دعوت و رجا حضور تھی۔

”ای میں بھی نا تو کچھ پاس جاؤں گی۔“ مسرور وئے کھاتا چند لمحوں تک اس کا ساتھ ہوا پھر وہ کیسے کے بعد تابندہ نے تہہ ملی آب و ہوا کی غرض سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

جب کہ ہنسنے فرما چاہا تھی۔

سب کا ہوش ابنگاہ کی طرف مڑا تو کسی مڑا تو کسی ہنسنے لگا۔ وہ تو پیسے ڈھیر ہی کی تھی۔ اپنے ہی اندر کہیں ڈھیر ہی تھی اور اب لفظ ہی ہوتی جا رہی تھی۔

خود کو نشہ کھتے اور مطمئن نظر آنے کی کوشش میں کام چلتی تو سبھی کی نظروں میں آئے گی۔

ہر ایک نے اس کی صحت کے بارے میں تشویش کا اظہار کیا تو اس کا دل گھبرانے لگا۔

”جنگی اس نے فرار کی یہ کوشش اپنی تھی۔“

”پہنچیں یہ کسی کھول توڑنے کی مزاج ہے۔“ کسی کھول توڑنے کی؟“ مسرور کے دہراں بھی وہ ہے مدد کا ڈکھا رہی تھی۔

دل در دے رہا تو پہلے ہی ہنسنے لگا۔ جا کر نا تو کچھ لگے گی تو آہو اس نے رکھنے کا نام ہی نہیں لیا۔

وہ خود بہت آہو ہے ہو رہی تھیں۔

پور اس میں تابندہ کو بھی بہت کچھ چاہا دیا تھا۔

رشی پور اس کی نگاہوں کے بعد اسی مخالف جان کے ساتھ ہی رہ رہی تھیں۔ جب کہ اس کی پوشیدہ کراچی ہو جانے کے باعث رشی کو بھی اس کے ساتھ ہی جانا پڑا تھا۔

تابندہ نے اسی وقت اسے سون کے سرور کی شادی کی خوش خبری دی اور فوراً آئے کا کہا تو وہ بھی سے پہتا ہونگی۔

وہ قابل مودب سے ماس کے پاس پہنچے تھے۔

”مافی جانی دیکھو۔“ اسے سب ای روز ہو گیا تھا جب وہ تابندہ و مسرور کو گھر لے جا رہے تھے۔

”خود جانے والے کو ہنسنے لگا۔“ مگر اسی سزا کاٹ کے آ رہی ہے میری بیٹی، میں ابھی منہ موزوں تو اس کیسے کھلاؤں گی۔“ ای نے روئے ہوئے تابندہ کو بچے تھا نا پھر لیا تھا۔ جو حالات کے تجزیوں سے بے حال اور گروہ سے لٹی ہوئی تھیں۔

پور آج۔

آج ان کے انتہائی میں صرف وہ صرف۔ ماسٹر کی تھی۔

مگر یہ تابندہ کا دل ہی جانتا تھا کہ اس کا سامنا کرتے ہوئے وہ کیسی ذرا مت کاٹا رہتی تھیں۔

”تو بچے“ کے نم نے تو پہلے ہی بھی ان کا ساتھ نہیں چھوڑا تھا۔ سب بھی اندر ہی اندر ابھی تک اپنے نیکے کی رہا دی کا خود کو ہی حضور و ارجحی تھیں۔

ای نے مسرور کو کتنی ہی عشق و محبت سے چھوٹا تو تابندہ کے دل میں خطرہ کی آگ لگنے لگی۔

اس کا کوئی کارڈ کرنے کے بعد نہ انے انہیں اپنی پیار کے لیے ترساکر رہا تھا۔ وہ کیوں حسرت نہ کر لیں؟“

”وہ چار ایک دروغ است۔“ انہوں نے اسے اس کے آگے نہ مانا تو ”آ“ ای نے دل میں جانے کیا غرض پانی تھی۔

وہ قابل کی ساتھ ساتھ تابندہ بھی چھٹک کر انہیں دیکھنے لگیں۔

”کتنی فکر رکھیے، غم کیجیے آپ۔“ وہ قابل نے فی الفور دلیل خاں کیا تھا۔

”میرا دل کتاب گیمبر وہاں سے میر۔“ پاس سے حسرت ہو۔ اس کی بات یہاں آئے اور میں پوری تادیب اور خوشی کے ساتھ اسے دواں کر رہی۔“

ان کے لیے کے ساتھ ساتھ انہوں میں بھی پرچا بن گئے تھے ان کے دل کو کسی نے کھل ڈالا ہو۔ وہ بے بسی سے وہ قابل کو دیکھنے لگیں جو بے حد سنجیدہ ہیں تھے۔ خود مسرور کے لیے ناخوشی بہ خوشی بہت ہو گئی تھی۔ وہ بھی دم بخود تھی۔

”جیسی آپ کی خوشی اگر آپ اپنے ہاتھوں سے مسرور کو دواں کرنا چاہتی ہیں تو اس سے بڑا اطمینان ہی خوشی ہمارے لیے بھی ہو سکتی ہے۔“

وہ قابل کی جواب نے تابندہ کے اندر پھول ہی پھول کھلا دیے تھے۔

”جیت رہو بچے! انہوں خوشیاں دیکھو۔“

ای نے آہو ہے ہو کر ان کے شانے پر ہاتھ پھیرا تو وہ بہت مسرور لگاتے۔

یہ وہ جانتے تھے کہ اس میں انہوں نے اپنے لٹانوں سے آہو ہے جو کے بننے پر کیا سکون محسوس کیا تھا۔

”اچھا ہے۔ اس طرح بھی کے دلوں کا حال چھٹ جائے گا۔“ خال جان نے بڑے سہاوت سے کہا تو تابندہ کے دل میں ایک نہیں ہی اٹھنے لگی۔

”کاش! ادا کھئے کسی غمراہ آپ کے دل کے لال کو کھانے کا موقع مل جاتا تھا۔“

غمروہ نے ہنسی تھیں۔

جانتی تھیں کہ کھول انسان کے اندر نامزد فرہ ڈالے رکھتے ہیں اور ہی سے ناہو جو کوشش کے چمکا رہا نا ممکن ہوتا ہے۔ انہیں بھی اس حال کے ساتھ ہی زندہ رہنا تھا۔

خوبی میں ان کے اس فیصلے کو کھیلے دل سے قبول کیا گیا تھا۔

مرد یہ بھائی نے تابندہ کو فون پر بتایا کہ بے غمی بھی اس فیصلے سے بہت خوش اور مطمئن ہیں۔ بے غمی کی خدمت اور شرمساری کے ساتھ ساتھ ہی کی حالت دیکھ کر تمام

کدھر ہو تو وہ پہنچ ہی دل و مانع سے نکل چکی تھیں۔ سب بے غمی کے طرز عمل نے انہیں مزید برسرِ نگر کیا تھا۔

رشی اٹھنے ہی دن آتے ہی تھی۔ ساتھ میں ان کے دونوں بیٹے بھی تھے۔ جب کہ اس شادی سے کچھ دن پہلے آئے والے تھے جس کے لیے وہ اپنی اہلی کی مجبوریاں تا

کر مضرت کر چکے تھے۔

شادی کی تیاریوں کے لیے تھک دس روز تھے اور سب مرد حضرات لاہور کو گجرات کے پکڑوں سے بے حال ہو رہے تھے۔

بہر حال لڑکی والوں کی طرف سے ہرج ہال کی ہنگامہ دیکر تمام انتظامات مکمل ہو چکے تھے۔ جب وہ قابل بھی اطمینان سے بیٹھے تھے جب کہ کھانچا کا سارا نامہ نشانینہ

بھائی کے ہر تھا۔

لوہیر و سب چیزوں سے یوں بے پروا تھی جیسے کسی اور کی شادی کی تیاریاں ہو رہی ہوں۔

جبکہ تابندہ نے اسے ٹوک دیا۔

”ابھی تک تم نے ذرا اور حقیقت دیکھو کو خوب نہیں لگتا تم خود ہاؤنگی! میں جلی جاؤں؟“

وہ چہرے کی دھجھی۔

”کیا نہ وقت ہے اسے سمجھ سکتی؟“

”ہیں؟“ تابندہ نے فہم نہ دے کر اسے دیکھا تھا۔ ”وہ اتنی بھترین دوست ہی ہیں تمہاری۔“ وہ بڑی کیوں نہیں کہم کہم جو اتنی بڑی ہوئی تھی ہل جا کر اچھا بھر پوری

دستی ہو یہ سب تو ختم ہو جاتا۔“

انہوں نے فیصلے اندر میں کہہ کر اس سے ان دونوں کو فون کرنے کا کہا تو اس نے ڈاڑھی ان کے گے برصاوی۔

”آپ ہی ان کو جیت کر لیں۔“ جسے تو شاہکاراں ہوں گی۔ جاتی دھل کر بھی نہیں تکی نہیں لیں۔“

وہ کی کتا آگئی تھی تب پھر دل کو ایک دسم نے بھی چھوڑا۔

ذرا اور شفیق کی تو خبر تھی البتہ اسے شہان کی طرف سے تشویش تھی وہ اپنی کو پر غصہ پوری پہنچا سکتا تھا۔

تابندہ نے ان لوگوں کو ان وقت کو نہ لکھنے کی سبب کی طرف بڑھا دیا۔ دوسری جانب شفیق تھی۔

”خیر شفیق، شہان سے کہنا کہ اس بات کو محض اپنے تک ہی محدود رکھے۔“

اچھا اور کی باتیں کر رہے کے بعد تابندہ کے بیٹے ہی اس نے ملتیان لہجے میں شفیق سے کہا تو وہ چپ سی ہوئی پھر بولی۔

”میں سمجھ سکتی ہوں محسوس میں ڈرا اور ڈان ہوں سی کو کہہ دوں گی۔“
”جھٹکا من شفق۔“

”اے اوسے محسوس۔“ شفق کا انداز قلمی ہوتا تھا۔ پھر قدرے شہادت سے پوچھنے لگی۔

”اچھا بچہ تاکہ تار۔۔۔ دلہا بھائی کا نام کیا ہے اور ہیں کیسے وہ حضرت؟“

”نمبر میں صبر کی جان ٹوٹ کر رہ گئی تھی۔“

”مہ بچ۔“

”شفق جی ان روٹی۔“

”مکتا حبيب اتفاق ہے محسوس بڑی کا نام بھی تو۔“

”نمروہ ویلی ٹیکس ہے۔“

”اگے ہی پل ٹوکو سنبھال کر وہ بھیجے گی سے بولی تو شفق نے بھی موضوع بدل دیا۔“

”یہ تو تازہ مہ بچا تھا، کچھ نہیں کیسے تیر؟“

”پتہ نہیں میں نے دیکھا نہیں۔“

”وہ بڑی سی ہونے لگی مگر شفق نے جی بھر کر جت کا اظہار کیا تھا۔ وہ عام سے لہجے میں بولی۔“

”جب ایک چیز آپ کے غضب میں لکھی جا چکی ہے تو اسے ٹھوکر جا کر کچھ نہیں کا مطلب شفق؟ بولی جب تم لوگ ہو گئی تب دیکھ لیا۔“

”اوسے میں ڈرا سے رابطہ کرتی ہوں پھر نہیں اپنا پروگرام بتا دوں گی۔“

”شفق بھی الجھی گئی تھی۔“

سب کے بازار چلے جانے کے بعد وہ پھر۔۔۔ گھر میں پکراتی بھری تھی سنا بھی ساتھ والے گھر میں غلام جان کے صر سو کسی فائون کی عبادت کو پکلی گئیں تو وہ تیار ہو گئی تھی۔

فون کی متواتر جھتی بل نے اسے اپنے حقاوں سے چٹکا دیا تھا۔

”سو نے میں بڑھتے ہوئے اس نے بڑے بڑے کی کیفیت میں گھر۔۔۔ سیدھا اٹھا کر کان سے لگا لیا۔“

”ایلیو۔“ آگیا بسے اس کی توڑ سے بھی طار تھی جسے اس نے اٹھا ڈال بھی چھپانے کی کوشش نہیں کی تھی۔

”صبر۔“ یہ سوال نہیں تھا۔ وہ یقین پا رہا تھا۔ اس کے ہونے کا است ایک ماہر سے پوچھنے کا۔

”وہ قمر اگر روٹی۔“

”بڑی؟“

اس کے ذہن میں تشابہات سی ہوئے تھے۔

”گھر کیسے؟“

”کیسی ہو میری؟“ وہ طوطا بحر۔۔۔ لہجے میں پوچھ رہا تھا۔ یوں جیسے پچھلے دنوں میں ہوں گے مابین قطع تعلقی والی کوئی بات نہ ہوتی ہو۔

”جیسے اسے زندگی کے اس نئے سوڑ کی ہیبت اور شگنی کا کوئی احساس نہ ہو جس پر اس وقت صبر ہو چکر ملے ان کھڑی ہوئی تھی اور ذرا سی تھلا جھٹکا بلاتلا اٹھا قدم اٹھانے سب کی نظروں پر رہو یوں کے پاتال میں پہنچا سکتا تھا۔“

”اسے صحیح محسوس میں طر کر دیا تھا۔“

”قلم از نری اور لک کو ایک طرف رکھ کر باقی رہا اس پر قمر بھی تھی۔“

”میں نے تم سے کہا تھا کہ آئندہ مجھ سے رابطہ مت کرنا پائی؟“

”چھوٹا نہیں کہ لے لے لائن بالکل بے جا ہی ہو گئی۔“

”پھر وہ بے حد تہ سکان لہجے میں بولا۔“

”اور میں نے بھی تم سے کہا تھا کہ کیا کبھی بھی نہیں ہو سکتا۔“

”کیوں؟ کیوں نہیں ہو سکتا؟“ وہ پوچھ پڑی تھی۔ ”جب میں ہی تم سے کوئی تعلق رکھتا نہیں جانتی تو پھر تم کیوں بار بار میرے راستے نہیں آتے ہو؟“

”مجھ سے تعلق تو نہ تمہارا اصل بے تم فیصلہ کرنے میں؟ ڈاؤ۔“ اسی طرح مجھے بھی اپنے فیصلے کرنے کا حق حاصل ہے اور تم سے زندگی بھر کتنا ڈرنا ہو رہو۔“ رکھنا میرا ذاتی اصل ہے۔ تم اس سے مجھے نہیں روک سکتیں۔“ وہ اب بھی اپنی اہمیت اور غبر کو اسے کہتا رہا تھا۔

”خدا کے لیے نیلے میرے۔۔۔ لیے وہ مشکلات مت کھڑی کرو۔ بہت عرصے کے بعد میں نے پورے ہی ماں نے بیوں تلے زمین اور سر پر آسمان کا سایہ محسوس کیا ہے اور جن راستوں پر چل کر مجھے اپنی منزل کو پانا ہے ان کی راہ میں تم کبھی بھی نہیں ہو گئیں بھی نہیں۔“

”وہ بھی اسی طرح اس کے خیالات کا رخ موڑنا چاہتی تھی۔“

”وہ حقیقت ایلی کی کار بار میں رہتے میں آنا اس کے لیے تکلیف کا باعث تھا۔“

”دیا میں وہ اسد افسس جس نے مردوں کے خلاف اس کے ذہن میں بے غور ساخت اٹھ کو پکڑا تھا۔“

”جس کے اتفاق اور کھڑکی منہ مٹی سے اسے صحیح معنوں میں احساس ہوا تھا کہ وہ حقیقت اس دنیا میں مر ہی عمر کی مضبوط ڈھال ہے۔ پھر وہ گرم سے پچانے والا اس کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلنے والا اور اپنے نام کا تھلا دینے والا۔“

”اور آج۔۔۔ تاریخ صبر وہ اس کی رفاقتوں کا طالب تھا تو وہ اصل کنگال تھی۔“

”اس کے لیے صبر کے دنوں ہاتھ بالکل خالی تھے۔ دل میں افسس جس، جذبات مجھے غمزدان پر پیرے، ٹھانے پر پھوڑی۔“ کیونکہ وہ ان پر کچھ نہیں رکھتا تھا۔

”وہ گناہ گار نہیں ہونا چاہتی تھی۔“

”خاک نہیں کھانا چاہتی تھی۔“

”مجھے تو کیک کھروسی عری ہونے کے باوجود۔“

”نازک احساسات وہ نہایت رکھنے کے باوجود۔“

”اپنے افسس کے آگے ڈٹ گئی تھی۔“

”اپنے اظہارات و احساسات پر بند باندھے چلنے لگی تھی۔“

”گمراہی کا یونین بار بار وہ اسے اٹھارہ دل کھینچنے والے لڑ لڑ میں پکڑا۔۔۔ لڑ گیا میں اس امتحان میں کامیاب ہو پاؤں گی؟“

”ماں لیا صبر وہی کہ میں تمہاری راہوں میں کبھی بھی نہیں ہوں، ہو سکتا ہے کہ تم نے اپنی ہی نہیں بلکہ اپنے دل کی آنکھیں بھی بند کر لی ہوں مگر میں یوں چ رہا ہوں کہ مجھے والہ نہیں ہوں۔ میری بڑا دانا سنگ میل تم کو میری ہم سفر ہو میری منزل بھی۔ مجھے تمہیں یاد کرنے کے لیے تمہیں یاد نہیں کرتا نہ صبر وائش تو من تو کا فراق ہوا ہیلا ہوں۔ صبر۔۔۔ جہاد۔۔۔ شے میں بہت باتیں ہوں مگر وہ۔۔۔ نہیں تجھے صبر وائش میں نے تمہیں اپنی رگوں میں ڈالتے خون کے ساتھ اپنے دل کی دھڑکن میں پلا ہے۔ اپنے بدل جانے کی تم قسم دے سکتی ہو مگر مجھے تم کبھی نہیں غلط لگتیں۔“

”اس سے اگر وہ صبر وہی کہ پیر پاتی رنگت اور بے رنگ ہونوں کو دیکھتا تو اس کے بے جا جان ہونے کو تسلیم کر لیتا۔“

”دل سے ایک خواہش اٹھ کر اس کی ہستی کوئی کرو پنے پر تار دھتا۔“ آنکھیں تمام آنسو بہا دینے پر سر بہت تھیں۔

”گھر بہت سے چاروں کی محبتیں ایلی کے سر کے تو چل کر رہی تھیں۔ اس کے کانوں میں باندھا کھانچا کو بٹھانے لگا۔“

”دل کی خواہشیں انکس کی مٹن ہوتی ہیں صبر وائش کی ہر خواہش کے پیچھے ایک کہہ کر جاتا حقیقت میں خواہش وادل میں اتارنا ہے۔ ایک ایسی وادل جو آپ کو اپنے لالچ میں پھنساے اور اپنی اندر کھینچتی چلی جاتی ہے اور پھر ایک ایسا وقت آتا ہے کہ آپ وہاں بالکل تنہا ہوتے ہیں۔ اسی لمحے میں اسی لمحے کی پاؤش میں محسوس میں نے اپنا زندگی کے پاس میں ہر خواہش کو۔۔۔ ہیں۔ دل کو مارنا آپا تو مزے لگے، بیٹھ بقرہ لڑتی ہے۔ رشتوں کی ڈور میں اور مضبوط ہوتی ہیں۔ میں نے اپنی زندگی کی ٹھوکروں سے یہی سبق سیکھا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے بھی غلط اپنی غلطی کو پانے کی خاطر کیا جانے والا ہر فیصلہ غلط بلطظت آپ کو کھجوں سے دور اور تنہا کرنا چاہتا ہے اور احتساب کے کبریت میں آپ بالکل تنہا ہوتے ہیں کوئی آپ کا کس نہیں بڑا آپ کو ہر سراسر جھکا رکھ کر پانے ہی ہے۔“

”اس کے تو سامنے مثال موجود تھی۔“

”اس کی ماں کا بندہ ضیا۔۔۔ جو اپنی خواہشوں اور خواہشوں کی تکمیل کی خاطر مجھوں کو کچ کر کرتا بندہ وہ قمار تو تن کی گھر اس نے تارواں بھی بہت زبردست چٹکا۔“ ماں کہ اس نے اپنی زندگی کا پہلا خوب ایلی کے حوالے سے دیکھا تھا۔ جرن زندگی محسوس خواہشوں کے سہاروں نڈرنے والی نہیں حقیقت کبھی نہ پکڑا دیتا ہے۔“

”تمہیں شاید ڈرا لے جاتا نہیں ایلی۔ میری شادی کی ڈیجٹ نہیں ہو چکی ہے۔“

معاذِ خدائے تعالیٰ

شہبان تے و مناشی بیان دیا تھا۔ بعد میں ان کی باتوں پر مسکرا رہا تھا۔

اور پھر بہت شوریہ مٹا کر کچے بعد میں ہزاروں بات ختم ہوتی تھی۔

”کس قدر سنجھوس پارٹی ہے۔“

دارائے نوٹ مکتے ہوئے تہرہ کیا تھا۔ جب کہ لڑکے خوش تھے کہ ایک اکھ کی بول میں سے ای ہز مریج گئے ہیں۔

نبی جان بھن کے استقبال کے لیے بے حجبی کے پاس گھری میں رکھ گئی تھیں۔ کچھ تین سالوں بعد کے ملن کا گھر ڈھکی قفا۔ بارہات کے ساتھ چچا ماہان آئے تھے۔ وہ ٹانڈا نور محمد سے بہت محبت و رشتہ امت کے ساتھ ملے اور نور محمد اور پوری کی خاطر وہ اتنے بڑوں تک رنگے رشتوں سے لگے تھے اس سے بڑا گھر ساری ساری ہو گیا ہو چکی تھی۔

مگر یہاں بھی نے ملے دل سے ان کا استقبال کیا تھا۔

شہریوں و شرارتوں اور غیبتوں کے سچ و وقت کیسے گزرا احساس ہی نہیں ہوا تھا۔

ای جان نے خود اپنے ہاتھوں میں ہر کوئی داغ کر کے ڈوبی میں ڈھکا تو اس جنت میں کی خوشی اور طمانیت کو تا بندہ ور رشتی دونوں نے اچھی طرح محسوس کیا تھا۔ آسن بھی اپنے ہاتھوں میں ہاتھوں کے ساتھ بے حد مطمئن ہو رہا سکون نکلتا تھا۔ رشتی اس قدر بکھر چکی تھی کہ وہ اپنی بات کو دل کی گہرائیوں میں ڈال کر بندہ کرتے ہوئے محسوس کرتے تھے۔

’آج میں نے تجھے معاف کیا تا بندہ اتہار۔ جو نے تمہیں معاف کیا۔‘

ایں تے نامد کو کھگے لکاتے ہوئے کہا تو ۱۹۱۹ء میں۔

یہ امر خوشی سمجھا جاتا تھا۔



وہ! اگلے خالی دل وہ مانع کیے پھولوں کی پتیوں سے ہے اس سچے و عریض ہستہ چینی تھی۔۔۔ جہر نہیں قتل چھل لے سانسوں کا شور نہ کسی کا انتظار۔۔۔

”یا اے اللہ! اس نے میری سانس کے لڑخول کو بھنا مل کرنے کی کوشش کی۔“

در حقیقت وہ خود اپنے اس سرور سے غور و موری تھی۔ اب جب کہ تمام اہل امن طریقے سے اس کے کچے تھوڑے جذبوں کا علاج نہ ہو جاتا تھا کیا حق رکھتا تھا؟

جیسی دواز۔ پر ہونے والے منکھ نے اسے منکھ پر مجبور کر دیا۔

آنے والے کے قدموں کی چاپ و جھکاوٹ میں جذب ہو گئی۔ سمیرہ نے تیرے قریب خدا کے ناموں کا ورد کرتے ہوئے تکبیریں مہلحہ لیں۔

وہ اس کے سامنے آجینا۔ صبح ہوا انگ سارکت تھی۔

پھر اس کا ہاتھ کسی کے مضبوط ہاتھوں کی گرفت میں آیا تو اتنے عرصے میں پہلی بار صبر و کمال ٹپکنا سا گیا۔

”یوں ہی اُن مجھے پتا تھا کہ میں بے کرم اتنی ہی خوب صورت لگوں گی۔“ اسے جو دل سے سراہا جاتا تھا۔ سحر کی ہزرتیں جسے جیتے بھیجیں۔ اس نے فوراً آنکھیں کھول کر سامنے بیٹھے شخص کو دیکھا۔

“ہی، ہی”

”میں نے کہا تھا کہ تم چاہے کسی کے ساتھ بھی رخصت کیوں نہ ہو۔ نصیب میں تمہارے میں ہی ہیں۔“

اس کے رخسار کو چومتی بالوں کی موت کو اپنی سے چھیلتا ہوا ہنسنے لگتا تھا۔

جہاں پہنچے، سبھی کچھ تھا اس کے اندر میں۔

وہ وحشت زدہ سی اس کا ہاتھ جھٹک کر پیچھے ہونگی۔

”تم یہاں کیسے آئے؟“ اس کے حواس ساتھ چھوڑ گئے تھے۔

”ابھی کوئی آ جانا تو؟“

”شاہی لے گھر میں تکی بن جائے مہمان آجاتے ہیں میرا آنا کوئی ایسا مطلب نہیں تھا۔“

۱۱ اس کے چہرے کو آنکھوں میں جذب کرتا ہمسایان سے کہہ رہا تھا۔

”گیت آؤٹ، لیڈی! بچ ہو جاؤ یہاں سے۔ ورنہ میں بھی شو رچا کر سب کو اکٹھا کر لوں گی۔“

وہ اپنے بیٹے کی طرح میں جھپٹی ہوئی تھی۔ جیسا کہ وہ نے کسی بھائی کے گردن تلے ہاتھ ڈال کر حاصل کیے تھے۔ میں نے سوچا کہ وہ نے اپنے اپنی اولیٰ علیہ السلام کے ساتھ کیا کیا۔

”انہو کیوں نہیں اپنا بچہ اس طرح مجھے سب سے محفوظ ہونے کا موقع مل جائے گا۔ خصوصاً تمہارا۔ شہر کا دار سے جو لمبی فون پر ملا۔ پچھنے خان دن رات یہ تھے۔“

اس کی وحشت حد سے سو گئی۔ دل چاہا تو لپکی آواز میں روئے۔ اتنا کہ سب کھٹے ہو جائیں۔

”میں نے کبھی سہارا بھی نہیں تھا کہ تم اس قدر رُخ ہو گئے انسان ہو سکتے ہو ایڈمی“

اس کی نجات سن کر وہ بھٹس دیا جیسے اس کی بات نے بہت لطف دیا ہو۔

”کیا کریں۔ لڑکی کو پھانسنے کے لیے؟۔ پانچ بیٹے پڑتے ہیں۔ ویسے تم کہاں جاؤ آئے والی تھیں۔“

وہ کہہ رہا تھا۔ میری ہشیدہ فیصیحہ ہرمانیت کا نظارہ بتاتی ہے، جس سے تو کرور و رات کی طرف بڑھی عمروہ چیز سے اگلے گھاس کے سامنے آ گیا۔

”پچھتے ہو۔“ دوغریاں تھیں۔ شدید تھکے اور اندر سے لڑتے خوف نے اس پتلی طاری کردی تھی۔

”اچھے کیسے ہٹ جاؤں تمہاری راہ سے، کوئی خراج وصول کیے بغیر اتنی آسانی سے تمہیں سرحدِ نو درجی کی تحویل میں دو۔۔۔“

اس کے چہرے پر لگاؤ تھا۔ وہ مسکراتا تھا۔

نغمہ مقامی کے توسط سے کاشانی ملازمتداروں کا میٹنگ تھا۔

تجلی سے لہر اکر گرتے، دیکھ کر بے اختیار رڑھ اٹھ گیا۔ فوراً ہی اسے سنبھال بھر بستر پر لٹا۔

مجموعہ - ۱۰۰

اب پڑھان ہو نے کی باری ایڈیٹی تھی۔ اس کے رٹساروں کو چھپتا ہوا اسے ہوٹل میں لانے کی تیجہ کر رہا تھا۔

”لعنت ہے مجھ پر۔ منع بھی کیا تھا ٹوہان کے۔“

جک سے محاس میں پانی نکلے گا وہ بریدہ لیا تھا۔

منہ پانچھ۔ پانی کے چھینے پر آئے ہی اس کے بعد چوٹوں میں حرکت ہوتی تھی۔

”مسجد جامعہ جہاد علیہ: آئمہ ربانی و مہتممین صوفیہ و سنیہ و شیعہ و حق کلمہ رکھنے والے“

وہ اب اس کی منتوں پر ہڑتایا تھا۔

اسے خود بچے دیکھ کر مسرور ہوئی، انہیں دھشت سے پھیل گئیں تو وہ اڑ گیا فوراً ہی حلقہ ماتقدم کے طور پر اٹھ اٹھ کر لے گئے۔

"پلیز مسرور ہونے مت دیکھو۔" اس نے گولٹ کی جیب میں سے کچھ نکال کر مسرور کی آنکھوں کے آگے بٹھایا تھا۔

"یہ میرا آئی ڈی کارڈ ہے، پھر۔"

۱۱۱ اور وہی اس کی نظر میں اس کے آئی ڈی کارڈ پر جم گئیں۔

پھر انہیں دلکش رک سی گئیں۔ انہیں کی حد تک تو یہ لڑکی کا آئی ڈی کارڈ تھا مگر یہ ہم نوا دلی؟

"یقیناً کرو میں پہلے اٹھ بھی نہیں جاتا تھا کہ مسرور ہی اس میں سہارا ملے ہے۔ جیسے تم لڑکی کے اصل میں ہم نوا دلی ہونے سے لاعلم تھیں۔ اس روز اگر حویلی میں تھیں تو اسے فون پر بات کرتے نہ دیکھ لیتا تو آئی ڈی میں اپنی عروس کے روپ میں دیکھ کر میں بے ہوش ہو جاتا۔ اس روز چاہا کہ تھیں بھی اس خوشی میں شامل کر لوں پھر سوچا کہ تھوڑی سی شرارت ہو جائے۔ فوراً دیکھ لیں یہی تصویر ہے کہ میں یہ ہم نوا دلی ہوں۔ پتہ نہیں تم نے بھی لڑکی سے بہت کرکڑیں نہیں سوچا۔ میں تو ڈیٹس کے بعد ان سانس روک کر تباہ و تاراج کر رہا تھا۔"

مسرور نے اٹھتے ہوئے اس کا آئی ڈی کارڈ اپنے پیچھے دبا اور پھوٹ پھوٹ کر ہوا دی۔ وہ جو قسمت لگی اس آنکھ بھولی سے محض ہوتے ہوئے مسکرا رہا تھا جھٹکا پڑھنا ہو گیا۔ اپنی طرف سے تو وہ بات ختم کر چکا تھا۔

"تم سو رہی ہو مسرور میں تو تو فیض حق کر رہا تھا۔"

اس کا ہاتھ تمام کمر سامان سے کھینچا ہوا مسرور کے ایک ہاتھ سے ہاتھ پھڑپھڑایا اور ہمارے ہوئے لے گئے میں ہولی۔

"بات مت کر دوسرے ساتھ۔ یہ سب مذاق تھا تمہارا۔" لے گئے؟ ہاں ضرور۔ چند دنوں میں، میں نے اپنی چوری چوری کواڈھلے کئے جس میں کیا ہے۔ کبھی لڑکی اور کبھی ہم نوا دلی بن کر تم مجھے سختی بخش دیتے رہے ہو اس کا اندازہ ہے نہیں؟ اور سب سے بڑا کہ اس بات کی تلاش کہ لڑکی آپ میری دنیا میں نہیں رہا۔ مجھے ایک انٹیلیجسٹ کے ساتھ زندگی بسر کرنی ہے بہت بڑے ہوتے۔"

وہ پھر سے روئی تھی۔

دل کو اس لہری کے ہوجانے کا کبھی تک یقین نہیں آ رہا تھا اور اگر یقین آ بھی جاتا تو ضرور۔ دنوں میں وہ ہر ساعت خود کو حالات کے غلبے میں کے ٹیک قیامت کا سامنا کرتے محسوس کرتی رہی تھی، اس کا کیا تاوان؟

وہ ساکت سا بیٹھا تھا۔

اگر عام حالات میں وہ یوں اثر ارمیت کرتی تو جانا بھرا ہوا ہو جاتا۔ مگر اس بار وہ خود کو اس پر گزرنے والی واردات کے احساسات کی زد میں پڑ رہا تھا۔

آتم رٹیل میری سو رہی تھی۔ اس کے دنوں کا اچھا بے مضبوط باغوں میں تمام کر چکے ہوئے دنوں کے بھر پور اپنے بیٹے پر کو لے۔

"میں تمہاری تکلیف سمجھ سکتا ہوں مگر یقیناً کرو میرے ہفتہ نہیں تکلیف پہنچا، بالکل بھی نہیں تھا۔ اس تھوڑی سی الجھنے سے منہ۔ بھلا میں اتنی غوم سموت آنکھوں میں آنسو لانے کا باعث بننے کے متعلق سوچ سکتا ہوں؟ کیا؟ شاید انہیں خوشی ہو رہی تھی۔" وہ لب بھٹی کر اسے دیکھنے لگا۔ جس کی آنکھوں کی سرجی اسے ماتم کر رہی تھی۔ پھر جلدی سے بولا۔

"انہیں بھی شادی کے دنوں ہی میں ساری حقیقت پتہ چلی تھی۔ اب دیکھو تم مانو یا نہ مانو۔ تھوڑی سی غلطی تو تمہاری بھی ہے۔ ایک بار بھی تمہارے دل نے کوئی نہیں دئی کہ ہم نوا دلی ہی تمہارا لڑکی ہے۔ اس روز تم جو بند رستی میں سارا وقت میرے ساتھ رہیں، اپنے متعلق اتنا کچھ بتایا مگر ایک جگہ بھی بھٹے کے متعلق نہیں پوچھا۔ پھر بھی اگر تمہیں یاد دہوتے ہیں تو میں تمہیں صبر ب اور اب کے متعلق بتا دیتا تھا۔ اور کچھ نہیں تو انٹرنس کے دور میں پھر انام پکارا جاتا تھا۔ ختم نے تو شاید ان دنوں دشمنی کے ساتھ ہو کر کھڑی نہیں رکھا۔ سوچ سے ہزاروں لوگوں نے ہم سے مدد لی پھر لڑکی کر دیا۔ مجھے کیا پتہ تھا کہ آگے چل کے اپنی شناخت کے لیے آئی ڈی کارڈ دکھانا پڑے گا۔"

وہ اپنی لٹائی پیش کرنے کی حد تک ہر گز گھبراہٹ نہ کر رہا تھا۔

مسرور نے ڈاؤن سے محسوس کے ساتھ اپنی خوشی کو بھل کر چھاتے ہوئے اس کا ہاتھ کو دھکی کوئی روٹی کی طرح تھپتھپاتے محسوس کیا تھا۔

سارا فضا ساری محسوس ایک طرف مگر اس طرح متوقع ہو کر ہر گز نہ ملنے کی خوشی تھوڑی سی تمام خوشیوں پر بھاری تھی۔

"تم نے بھی بتانے کی دھمکی نہیں کی کہ تم لاہور میں نہیں رہتے۔ مجھے کیا پتہ تھا کہ تم لاہور میں رہتے ہو۔"

وہ اب بھی مارا لٹکا کا لہا ہوا دھڑلے ہوئے تھی مگر ہم غلطی کے سوا۔ کے پیچھے سے جھٹکی لٹائیے تو گویا چپکا تھا۔ اس لیے قدرے زمینان سے بولا۔

"میں شروع ہی سے لاہور کے رہنے والی تھی۔ میری اسکولنگ سے لے کر ماسٹرنگ تک میں سے ہوا ہے۔ اب تم نے اپنی محفل سے کام نہیں لیا تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ پھر کبھی ہو کہ کولڈ میڈل نہیں ملتا۔"

"نیکو ب تم خود کو اپنی شروع کر رہے ہو۔"

مسرور نے کہا تو ساریہ لٹائی کی طرف بڑھنے لگی وہ ہم سے اس کی گنجی کی۔

"تم نہیں آپ۔ شہر کی عزت کرنی چاہیے۔"

"زیر کتنے ہیں مجھے عورتوں پر خوشی ہو کر صبر نہ کرنا۔ وہ بے ساختہ کہہ کر اسے دیکھنے لگی تو وہ اس کی جھل دیکھ کر خوں دیا پھر اسے بتانے لگا۔

"میں نے تمہیں دھمکی میں دینے کے لیے گولٹ کے متعلق بہت سنا۔" اس کا سینٹ نے بھی کیا رد دل چاہا اور ہاتھ کر تھمارا۔ لیے کچھ تو ٹیک سا ہوتا چاہیے۔ پھر میں نے تھپا۔ لیے گولٹ رکھا۔" نیچے ہوئے اس کے گھر۔ مٹھیں گودا کس کھول کر مسرور کے سامنے کر دیا مسرور نے دیکھا اس کے تمام سپر اس کیس میں تھپا کے ساتھ رکھے ہوئے تھے جو وہ انٹرنس میں جیت رہا تھا۔

"میری ہر جیت تم سے شروع ہے مسرور۔ اگر میں زندگی کی سادہ پر تمہیں بددھارتا تو شاید زندگی بھر کسی بھی سادہ پر جیت نہیں پاتا۔"

وہ اپنے دل و دماغ کی چٹائی کے ساتھ گہرا ہاتھ اور مسرور کو کہہ رہا تھا جیسے زمانے کی ہر خوشی سمٹ کر اس کے دامن میں چلی ہو۔

واقعی خدا نے ہنجر کے لے بہرین کو دھندلایا تھا۔

اس نے اپنا ہاتھ ہم کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

"کوئی بڑے بہت بڑی ہو اب کم از کم گھوم کر اس حسین اتفاق پر اپنی خوشی ہی ظاہر کر دو۔"

وہ اس کی ہنسی سے مسکرا، بہت پہل سے دیکھا تھا۔ مسرور اسے تمام عمر سے میں پہلی بار دل سے ہنسی تھی۔

"تو جلد پھر ملنے کے لئے چلے۔"

"نیکو کہا تھا سادہ سادہ تھی۔" مٹھیں نہ تو ہم سے ہو۔ اسی لیے تو کولڈ میڈل کے ساتھ ساتھ پورے کا پورہ اپنا کولڈ میڈل لٹائیے لے اڑی ہو۔"

ہم نے گہری سانس بھرتے ہوئے کہا تو کمر۔ میں مسرور کی ٹرنٹی میں اپنا ہاتھ چھانے لگی۔

زندگی میں ہیڈ سپر مارٹ اپنا لے والوں کو اپنی خوشی پر دوسروں کی خوشی کو ترجیح دینے والوں کو ملنے والی نعمتوں سے نوازنا ہے کہ جس کی نشان دہی نہیں رکھتا۔ اپنی نئی زندگی کی شروعات کرتے ہوئے مسرور دھمکی تھی کہ اس کی محبت کا تانہ مل کسی کی خوشیوں اور امیدوں کے سارے دھندلے ہوئے ہوئے۔

(ختم شد)